ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم اسی طرح نماز ادا کرو جیسے تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو (الحدیث)

نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تہذیب

مولانا محمد صادق خلیل حفظہ اللہ

ناشر

ادارۃ الترجمۃ والتالیف

رحمت آباد (حاجی آباد) فون نمبر 780141 فیصل آباد

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

تم اُسی طرح نماز ادا کرو جیسے تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو

نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں

نادر علمی اضافوں اور تخریج و تحقیق کے ساتھ

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تہذیب

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

ناشر

ادارۃ الترجمۃ والتالیف ضیاء السنۃ

رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد

Ph.: 041-8780141

واحد تقسیم کار

مکتبہ محمدیہ

چک 109/7.R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

Mob.: 0300-4826023

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ عرض ناشر ☆

ضیاء السنہ کی جانب سے آج سے تقریباً ۱۵ سال قبل (نماز نبوی) پہلی بار اشاعت کے مراحل طے کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی بحمد اللہ اب تک اس کے آٹھ ایڈیشن اشاعت پذیر ہو چکے ہیں اور قارئین کرام نے کتاب کے مطالعہ کے بعد جس مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور اس کی اشاعت پر ہدیہ تبریک پیش کیا اس پر ان کا شکر گزار ہوں۔

دو سال قبل علامہ محمد ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ) کی کتاب کا آخری ایڈیشن میری نظر سے گزرا جس میں مزید اہم معلومات کا اضافہ تھا راقم الحروف نے والد مکرم مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ) کی خدمت میں عرض کیا کہ آخری ایڈیشن کے نادر معلومات کو بھی اردو کا لباس پہنا کر مناسب مقامات پر شریک اشاعت کیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کا اضافہ کیا بلکہ نئے اور آخری ایڈیشن کے ساتھ دوبارہ دقت نظر کے ساتھ تقابل فرما کر اشاعت کیلئے مجھے عطا کیا اب کتاب کو محنت شاقہ کے ساتھ کمپوز کر کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اس کتاب کے حاشیہ میں جو تعلیقات علامہ البانی نے درج کیں تھیں ان کو بھی عنوانات کے تحت متن میں شامل کر دیا ہے اور حاشیہ پر صرف حوالہ جات ذکر کئے ہیں

گزشتہ ایڈیشن میں کچھ حوالہ جات غلط درج ہو گئے تھے ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے اور چند حواشی کے تراجم نہیں ہوئے تھے ان کو بھی مکمل کر دیا گیا ہے آخر میں نماز نبوی کے موضوعات کی فہرست ،المراجع والمصادر کی فہرست، علامہ البانی کے حالات اور مترجم کے حالات زندگی کا اضافہ کیا ہے، دعا ہے کہ اللہ پاک اس کے مطالعہ سے جہاں قارئین کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے وہاں ادارہ ضیاء السنہ کے جملہ متعلقین کو بھی اجر و ثواب سے نوازیں اور اس صدقہ جاریہ کو قبول فرمائیں۔

آمین ثم آمین والسلام مع الاکرام

عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
نائب مدیر ضیاء السنۃ (ادارۃ الترجمہ والتالیف)
رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد پاکستان
فون نمبر 0092 041 8780141

ابتدائیہ

نماز کی اہمیت: نماز اسلام کا رکن ہی نہیں اسلام کا نشان بھی ہے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والا مومن اور نماز چھوڑنے والا کافر ہے اور نماز ادا کرنے سے جہاں سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے وہاں بے حیائی اور منکرات سے باز رہنے کا داعیہ بھی ابھرتا ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ سنت نبوی کی روشنی میں نماز ادا کرنے سے اللہ پاک کا قرب حاصل ہوتا ہے روحانیت مجلیٰ اور مصفیٰ ہوتی ہے دل کا زنگ دور ہوتا ہے تزکیہ نفس کیلئے اس سے بہتر اور کوئی مفید نسخہ نہیں۔

کیا تصوف کی منازل طے کرنے سے نفس کی اصلاح ہوسکتی ہے؟

اصلاح نفس کے لئے ہائے ہو کی صدائیں بیکار ہیں نفی اثبات کی ضربیں بھی کچھ کارگر نہیں اور تصوف کی منزلیں طے کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا مراقبہ چلہ کشی سے بھی اصلاح باطن ممکن نہیں، البتہ پانچوں نمازیں باجماعت خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرنا تہجد پر مداومت کرنا سحر خیزی کی عادت ڈالنا اور اللہ پاک کے ڈر سے آنسو بہانا ایسے پاکیزہ اور مسنون اعمال ہیں جن سے دلوں کو تازگی نصیب ہوتی ہے شیطانی ہتھکنڈوں سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے پریشانیوں سے نجات ملتی ہے۔

نماز کی فرضیت

کون نہیں جانتا کہ نماز اسلام کا ایسا عظیم رکن ہے جس کی فرضیت کا تحفہ عطا کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کو معراج کے اعزاز سے نوازا جاتا ہے جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں آپ آسمانوں پر تشریف لے جاتے ہیں ہر آسمان پر انبیاء اور فرشتے آپ کا استقبال کرتے ہیں ساتویں آسمان سے گزر کر سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى کے قریب آپ کو اللہ پاک کے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور پانچوں نمازیں آپ پر اور امت محمدیہ پر فرض ہوتی ہیں واپسی پر آپ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کا شرف حاصل ہوتا ہے، آپ کو امام الانبیاء کے خطاب سے نوازا جاتا ہے کیا کسی دوسرے فریضہ کو ایسی اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔

زندگی کے آخری لمحات میں نماز کی وصیت

زندگی بھر رسول اکرم ﷺ نماز کی پابندی اور مداومت کی تاکید فرماتے رہے اور زندگی

کے آخری لمحات میں بھی آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

((اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ)) ''لوگو! نماز اور اپنے ماتحت انسانوں کا خیال رکھو'' [1]

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نماز کے ترک کی گنجائش نہیں قیام کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اگر بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اشاروں سے نماز ادا کی جائے بلکہ میدان کارزار میں بھی نماز کا چھوڑنا جائز نہیں احادیث کی کتابوں میں نماز خوف کے ابواب منعقد کر کے بتایا گیا ہے کہ کن کیفیات کے ساتھ نماز خوف ادا کی جائے۔

نماز کی کیفیت

نماز ادا کرنے کا حکم قرآن حکیم کی متعدد آیات میں موجود ہے نیز نماز قائم کرنے والوں کے فضائل اور نماز سے غفلت برتنے والوں اور تساہل اختیار کرنے والوں کیلئے وعید کا ذکر بھی مختلف سورتوں میں مختلف اسالیب کے ساتھ موجود ہے لیکن نماز کی مکمل کیفیت کے لحاظ سے قرآن پاک خاموش ہے پانچوں نمازوں کی رکعات کا تعین اور مختلف حالتوں میں قرأت قرآن اوراذکار وغیرہ کا ذکر بھی قرآن پاک میں نہیں ہے البتہ رسول اکرم ﷺ نے نماز ادا فرما کرامت کو خبردار کیا کہ تم نے اسی طرح نماز ادا کرنی ہوگی جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو اس کے ساتھ نماز کی شرائط، ارکان، آداب، اوقات اوراذکار وغیرہ کو بھی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے معلوم ہوا دین اسلام کے جملہ اوامر ونواہی وحی کے ساتھ مربوط ہیں اگر قرآن پاک وحی جلی ہے تو احادیث صحیحہ وحی خفی ہیں ان ددونوں میں امتیاز کرنے والے خود رسول اکرم ﷺ ہیں اس لئے کہ آپ کی عظیم شخصیت ہی مہبط وحی ہے آپ نے قرآن پاک کو الگ کیا اور فرمایا:-

((لَا تَکْتُبُوْا عَنِّی غَیْرَ الْقُرْآنِ)) ''کہ میری زبان سے نکلنے والے الفاظ قرآن پاک کی کتابت کرو قرآن پاک کے علاوہ دوسری کسی چیز کو قرآن پاک کے ساتھ ملا کر تحریر نہ کرو جب کہ اس پر بھی وحی کا اطلاق ہوتا ہے'' [2]

---

[1] صحیح ابن ماجہ ۱/۲۷۱ کتاب الجنائز باب ۶۴، مسند احمد ۱/۷۸-۳/۱۱۷، الارواء ۷/۳۸، فقہ السیرۃ ص ۵۰۱

[2] صحیح ح ۲۷ کتاب الزھد باب ۱۶، مسند احمد ۲/۱۲-۲۱-۳۹

علامہ البانی کی تالیف صِفَةُ صَلٰوةِ النَّبِيّ مِنَ التَّكْبِيرِ اِلَى التَّسْلِيمِ كَاَنَّكَ تَرَاهَا:

اس میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ نماز تمام عبادات سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن محشر کے میدان میں پہلا سوال نماز کے بارے میں کیا جائے گا اس لئے نماز کی ادائیگی اسی طریقہ سے کی جائے جس طریقہ سے رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے رہے اس میں ہر گز کوتاہی نہ کی جائے لیکن جس قدر نماز ادا کرنے کے اہتمام کا ذکر احادیث میں بار بار آیا ہے اسی قدر اس سے غفلت اور اس سے بے اعتنائی برتی جارہی ہے رکوع وسجود میں اطمینان مفقود ہے اوقات کی پابندی نہیں ہے سنت نبوی کے مطابق نمازیں ادا نہیں ہورہی ہیں بلکہ ضائع ہورہی ہیں راقم الحروف اس صورتحال پر ہمیشہ متاسف رہا اور سوچتا رہا کہ اردو زبان میں نماز کے متعلقہ کوائف پر ایسی کتاب منظر عام پر آنی چاہئے جسے احادیث صحیحہ کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہو اس تلخ حقیقت کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ ملک میں نماز کی کیفیت کے بارے میں جو کتابیں اردو زبان میں دستیاب ہیں ان کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں عربی زبان میں علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی تالیف صِفَةُ صَلٰوةِ النَّبِي مِنَ التَّكْبِيرِ اِلَى التَّسْلِيمِ كَاَنَّكَ تَرَاهَا جامعیت اور صحت کے لحاظ سے ایسی کتاب تھی جو اسم بامسمّٰی تھی جس کا انداز اثباتی اور ہر ہر چیز کی الگ الگ دلیل صحیح حدیث سے پیش کی گئی اس کتاب کا مقدمہ پڑھنے سے دل ودماغ کو سرور حاصل ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ مقدمہ علامہ البانی کا علمی شاہکار ہے جس میں نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ اختلاف امت کا حل پیش کیا گیا ہے اللہ پاک علامہ البانی کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین، بنابریں راقم الحروف نے اس کتاب کو اردو کا لباس پہنانے کا عزم کیا اور آج سے سات برس قبل اس کے ترجمہ سے فارغ ہوگیا تھا اس کی طباعت کیلئے کوشاں رہا لیکن حالات کی ناسازگاری حائل رہی اب الحمدللہ اس کی طباعت کے وسائل نے موافقت کی تو کتاب طباعت وغیرہ کے مراحل طے کرکے قارئین کے ہاتھوں میں ہے ترجمہ کے حسن وقبح کا فیصلہ قارئین کرام ہی کرسکتے ہیں۔

تاہم میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کے علم میں لاؤں کہ چونکہ اصل متن اور حواشی

مؤلف ہی کی طرف سے تھے اس لئے میں نے جہاں مناسب سمجھا حواشی کو متن میں شامل کر کے ترجمہ کیا اور کہیں کہیں ان کو حواشی میں ہی ذکر کر دیا اس کے ساتھ ساتھ تکرار کو بھی حذف کیا لیکن اصل عبارت کی روح کو ختم کرنے کی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا اسی طرح جہاں احادیث اور اقوال عربی زبان میں ذکر کرنے کو ضروری سمجھا وہاں ان کو ذکر کر کے سامنے کالم میں اس کا اردو ترجمہ ذکر کیا اور بعض مقامات پر عربی عبارت کو غیر ضروری سمجھ کر ذکر نہ کیا جس مسئلہ کے بارے میں مجھے مؤلف کے ساتھ اختلاف تھا حاشیہ میں اس کی وضاحت شریک اشاعت کر دی گئی ہے تا کہ قارئین کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔

علامہ البانی (رحمہ اللہ) کے علم وفضل کا مجھے اعتراف ہے اور حوالہ جات کی غیر مطبوعہ کتب جو ان کے سامنے ہیں پاک وہند کے علماء ان کتب کے مطالعہ سے محروم ہیں اور میرے جیسا تہی دامن علم وعمل ان کی تالیف کردہ کتب کے جواہرات سے اپنے دامن کو مالا مال کرنے میں اپنے لئے فخر تصور کرتا ہے اور علمی دنیا میں ان کی مساعی کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور احادیث نبویہ میں ان کی خدمات جلیلہ کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

تشکر وامتنان

علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی مایہ ناز تالیف: ((صفة صلوة النبی من التکبیر الی التسلیم کانک تراها)) ''تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کیسی تھی'' کے اردو ترجمہ، کمپوزنگ، طباعت، پروف ریڈنگ اور دیگر مراحل میں جن احباب رفقاء اور تلامذہ نے تعاون کیا ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ نماز کی کیفیت کے بارے میں اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کیلئے رہنمائی کا مینارہ نور ثابت ہو کہ وہ اس کے مطالعہ کی روشنی میں اپنی نمازوں کو سنت نبویہ کے مطابق ادا کرنے کیلئے کوشاں رہیں۔

خادم العلم والعلماء محمد صادق خلیل
۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

مقدمہ دسواں ایڈیشن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهِ الصَّادِقِ الْاَمِيْنِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهِ الْغُرِّ الْمِيَامِيْنِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

امابعد:- نمازنبوی کی کیفیت تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک احادیث صحیحہ کی روشنی میں کا دسواں ایڈیشن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں کتاب کے ناشر فاضل دوست زہیر شاویش کا دیدہ زیب خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ کتاب کا قارئین کرام کی توجہ کو اس کے مطالعہ کی طرف مبذول کرانے کی کامیاب کوشش ہے لیکن کیا کیا جائے اخلاق سے گرے ہوئے لالچی ناشرین کا جنہوں نے بلا اجازت اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع کئے اس طرح انہوں نے نہ صرف مؤلف کو نقصان پہنچایا بلکہ اخلاقی قدروں کو پامال کرتے ہوئے ناشر کے حقوق محفوظہ پر غاصبانہ قبضہ کر کے جلب زر کی ہوس کو تسکین دیتے ہوئے نازیبا جسارت کے مرتکب ہوئے ہیں میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کتاب کی جمع وتسوید میں ان کی اور ان کے باپ دادوں کی کاوشوں کو کچھ دخل ہے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے دیدہ دلیری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نبی ﷺ کے اس فرمان کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہ دی ((کہ کسی شخص کے مال میں اس کی رضا اور رغبت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں)) [1]

اس سے زیادہ واضح رسول اکرم ﷺ کا وہ فرمان ہے جس کو آپ نے حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں زوردار الفاظ میں فرمایا ((کہ تمہارے خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن اور شہر کو حرمت حاصل ہے)) [2]

اس مضمون کی مزید احادیث مروی ہیں جو لوگوں کے حقوق اور مالوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے اسلام اخلاقی اقدار کو قائم کرنے کی تعلیم دلاتا ہے لیکن اگر معاشرہ میں اخلاقی قدروں کا کچھ خیال نہ کیا جائے تو عادلانہ اسلامی حکومت ایسا نظام قائم کرتی ہے جس سے مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ ازخود بد دیانتی کا ارتکاب کرنے سے گھبراتے ہیں سلف صالحین کا قول ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم سے لوگوں کو بدکرداریوں سے روکنے میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی جس قدر

[1] صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ ح ۷۵۳۹ [2] صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ ح ۲۰۶۴

اسلامی حکومت کے دباؤ سے بدکردار لوگ لرزہ براندام رہتے ہیں اور خوف زدہ ہوکر اپنی زندگی کا رخ بدل لیتے ہیں، مزید افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یورپین ملکوں میں تو کتابوں کے حقوق کے تحفظ کا خیال رکھا جاتا ہے لیکن اسلامی ممالک میں مسلمان کہلانے والے حق تلفی کرنے میں بے باک ہیں۔ **وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ**

خیال رہے کہ یہ ایڈیشن مزید مفید معلومات پر مشتمل ہے جب کہ پہلے ایڈیشن میں یہ معلومات نہیں ہیں تقابل کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس ایڈیشن کے صفحہ ۸۸ میں قاضی عیاض (رحمہ اللہ) کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں قیام میں مسنون سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

اور صفحہ ۹۶ پر امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کا قول موجود ہے کہ **اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ** کے الفاظ کے ساتھ پناہ طلب کرنا مسنون ہے جب کہ عام مسلمان ان الفاظ کے ساتھ **اِسْتِعَاذَة** نہیں کرتے یا ان کے ہاں ان الفاظ سے استعاذة معروف نہیں اور صفحہ ۱۸۰ پر خلافت فاروقی میں وتر نماز کی دعائے قنوت کے آخر میں نبی ﷺ پر درود بھیجا جاتا تھا علاوہ ازیں بھی فوائد کا اضافہ ہے ساتویں ایڈیشن میں بعض مسائل کی بحث و تحقیق میں بعض فاضل دوستوں نے میرے خلاف خامہ فرسائی کی ان کا ذکر حواشی میں کیا تھا لیکن اس ایڈیشن میں ان کا ذکر مقدمہ میں کردیا ہے، آخر میں اللہ سے ملتجی ہوں کہ وہ اس ایڈیشن کے مطالعہ سے مشرق و مغرب میں رہنے والے مسلمانوں کو پہلے ایڈیشنوں سے زیادہ فائدہ عطا کرے اور ہماری پریشانیوں اور تکلیفوں کا مداوا فرمائے۔ **اِنَّهُ سَمِيعٌ مُّجِيبٌ**

وصلی اللہ علی محمد النبی الامی وعلی الہ وصحبہ وسلم

محمد ناصر الدین الالبانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ طبع پنجم

ان الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ، وصلاۃ اللّٰہ وسلامہ علیہ وعلی الہ وصحبہ واخوانہ اجمعین الی یوم الدین .

امابعد:-اس کتاب کا جب چوتھا ایڈیشن ختم ہوگیا اور کتاب کے طبع کرانے کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو میں نے ضروری سمجھا کہ اصرار کرنے والوں کی خواہش کا احترام کیا جائے چنانچہ کتاب کا پانچواں ایڈیشن قارئین کی خدمت میں پیش کرنے پر مسرت محسوس کر رہا ہوں اور پرامید ہوں کہ اس کے محتویات سے تمام عالم اسلام کو مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔

یہ ایڈیشن جو آپ کے زیر مطالعہ ہے سابقہ ایڈیشنوں کی طرح اہم نادر اور جدید معلومات پر مشتمل ہے اس کو توجہ اور محنت کیساتھ منقح کرکے پرکشش انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے شائد قارئین کی دلچسپی میں اس انکشاف سے مزید اضافہ ہو کہ مجھے کتب حدیث کی ورق گردانی اور مسلسل مطالعہ کا بے پناہ اشتیاق دامن گیر ہے چنانچہ دوران مطالعہ جو اہم معلومات مجھے مطبوعہ غیر مطبوعہ مخطوطوں وغیرہ سے دستیاب ہوئیں قارئین حضرات کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے انہیں اس ایڈیشن میں سمودیا ہے اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا پورا پورا احساس ہے اور ارشاد باری تعالیٰ:﴿ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾[1] ''اور تم لوگوں کو بہت کم علم دیا گیا ہے'' ہر وقت ملحوظ خاطر رہتا ہے نیز اس ایڈیشن کے آخر میں مراجع مصادر کی فہرست بھی شامل کردی گئی ہے۔

کتاب کے چوتھے ایڈیشن کے بعد شیخ حمود بن عبداللہ تویجری حنبلی نجدی کی تالیف ''التنبیھات علی رسالۃ الالبانی فی الصلوۃ'' نظر سے گزری شیخ کا یہ رسالہ چھوٹے سائز کے صرف ستاون صفحات پر مشتمل ۱۳۸۷ھ میں طبع ہوا اسی سال میری اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن اشاعت پذیر ہوا، چونکہ اس رسالہ میں اس کتاب پر ناقدانہ تبصرہ تھا اس لئے میں نے پوری توجہ

---

[1] الاسراء:۸۵

اور یکسوئی کے ساتھ اس کا گہری نظر سے مطالعہ کیا مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ شیخ حمود تویجری نے میری کتاب کے تیرہ مسائل کو مبحث بنایا ہے جن میں سے چار مسائل کا تعلق کتاب کے حواشی سے ہے، چنانچہ میں نے پورے حزم واحتیاط اور بسط وتفصیل کے ساتھ اس کا رد لکھا ہے جس کے صفحات شیخ کے رسالہ سے تین گنا زائد تھے شیخ کے رسالہ کے مطالعہ کے دوران مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ شیخ صاحب متعصب حنبلی ہیں اور علم حدیث، رجال، طرق اور علل وغیرہ میں کوئی خاص درک نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ اس نے جن دوسرے مسائل میں مناقشہ کیا ہے اور مجھ پر زبان طعن دراز کی ہے ان میں وہ راہ صواب سے بھٹک گیا ہے اگر چہ میرا دلی ارادہ یہی تھا کہ ان مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے اور اس کے غلط موقف کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے لیکن چونکہ مقدمہ زیادہ طوالت کا متحمل نہیں ہوا کرتا اس میں اشارات سے ہی موقف کو پیش کرنا ہوتا ہے اس لئے اشارات پر ہی اکتفاء کرتا ہوں البتہ مثال کے طور پر ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ شیخ تویجری کا مبلغ علم کیا ہے اور سنت کے بارے میں اس کی معلومات کا دائرہ کس قدر وسیع ہے

مثال: مذکورہ رسالہ کے صفحہ ۱۴ تا ۱۷ پر مرقوم ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کہ ((نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے)) میں ایک روایت میں زیادتی ہے کہ ((سورہ فاتحہ کیساتھ کسی دوسری سورت کا اضافہ بھی مسنون ہے)) ضعیف ہے دراصل ان کا روئے سخن میری جانب ہے جبکہ میں نے اس کتاب کے چوتھے ایڈیشن کے صفحہ ۱۰۳ پر اس زیادتی کا ذکر کیا تھا، شیخ تویجری نے زیادتی کو ضعیف ہی نہیں کہا بلکہ اس کو شاذ قرار دیا ہے اس لئے کہ ہیثم بن ایوب اگر چہ ثقہ ہے لیکن دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کر رہا ہے جبکہ وہ اس زیادتی کے کرنے پر متفرد ہے۔

شیخ تویجری پر رد: اللہ پاک شیخ صاحب کو راہ صواب پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اس لئے کہ اگر وہ تحقیق کرتے تو ان پر حقیقت آشکارا ہو جاتی۔ سنئے! ہیثم بن ایوب اس زیادتی میں **مُتفرِّد** نہیں ہیں بلکہ چار ثقہ راوی اس کی متابعت کر رہے ہیں ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ ان کے نام اور تخریج پیش کرتے ہیں۔

ا:- سلیمان بن داؤد ہاشمی کی متابعت کو ابن الجارود نے المنتقٰی ح ۵۳۷ میں ذکر کیا ہے۔

۲:۔ابراہیم بن زیاد الخیاط البغدادی کی متابعت بھی المنتقیٰ ح ۵۳۷ میں موجود ہے۔
۳:۔ محرز بن عون الھلالی کی متابعت کو ابو یعلیٰ الموصلی نے اپنی مسند (ق ۱۴۱/ ۲) میں ذکر کیا۔
۴:۔ابراہیم بن حمزہ الزبیری کی متابعت کو بیہقی نے سنن کبریٰ (۳۸/۴) میں ذکر کیا ہے۔

ملحوظ خاطر رہے کہ جن چار متابعات کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ تمام صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں خصوصیت کیساتھ تیسری متابعت کی صحت کا امام نووی نے اپنی تصنیف المجموع (۵/ ۲۳۴)میں صراحتاً ذکر کیا ہے ان سے حافظ ابن حجر عسقلانی (رحمہ اللہ) نے التلخیص الحبیر میں نقل کر کے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے پس ان چار ثقہ رواۃ کی متابعت کے بعد شیخ تویجری کا دعویٰ کہ (ھیثم بن ایوب اس زیادتی کے ساتھ متفرد ہے) اس قابل ہے کہ اس کی طرف التفات بھی نہ کیا جائے مزید کچھ کہنے سے ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

دوسرے طریق سے متابعت :ان چار متابعتوں میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ راوی ہیں ،ان کے علاوہ ایک دوسری متابعت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے زید بن طلحہ راوی ہیں ان کی روایت میں بھی زیادتی کا ذکر ہے اس متابعت کو عبداللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریم نے ما اسند سفیان بن سعید الثوری (۱/۴۰/ ۲) میں اور ابن الجارود نے (المنتقیٰ ح ۵۳۶) میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

شاھد :اس زیادتی کی صحت پر اس عام حدیث کی شہادت کفایت کرتی ہے اور تقویت میں مزید اضافہ ہوتا ہے کہ سورت فاتحہ اور ایک دوسری سورت پڑھنے کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے لہٰذا وہ بھی اس عام حکم میں شامل ہوگی بلکہ اسی حدیث کی بناء پر شیخ تویجری کے حنبلی رفقاء نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں ،اس حدیث سے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کے بعد کسی دوسری سورت کے پڑھنے کی مشروعیت ثابت ہورہی ہے امام شوکانی نے بھی (نیل الاوطار ۴/ ۵۳) میں اس کا ذکر کیا ہے ان دلائل کی روشنی میں اگر کہا جائے کہ شیخ تویجری ان دلائل سے بے خبر نہ تھے چونکہ یہ دلائل ان کے مذہب کے خلاف تھے اس لئے انہوں نے ان کو قابل اعتناء نہ سمجھا۔ **واللہ اعلم**

حقیقت یہ ہے کہ فکری جمود، مذہبیت اور اس سے مدافعت سخت خطرناک بیماری ہے۔

تمام اسلامی ملکوں میں اس کے جراثیم موجود ہیں کھلے بندوں سنت کا استخفاف ہو رہا ہے اور مذہبی تعصب کے پیش نظر امام کے قول کو سنت پر فوقیت دی جا رہی ہے، اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ وَقَلِيْلٌ مَّاهُمْ ''مگر جس شخص کو اللہ تعالیٰ تحفظ عطا کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں''۔

البتہ فضیلۃ الشیخ تو یجری کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جب کہ (بقول اس کے) اس نے میری کتاب کا بغور مطالعہ کیا ہے اور قارئین کی خیر خواہی کے جذبہ کے پیش نظر اس نے اغلاط کی نشاندہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی حالانکہ جن اغلاط کی نشاندہی میں اس نے پورا زور صرف کر دیا ہے ان میں اس کا موقف صحیح نہیں، ہاں صرف چار مسائل میں اس کی رائے صائب ہے اور اس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے میں اپنے موقف کو چھوڑ کر اس کا موقف اختیار کرتا ہوں اور مجھے اس میں کچھ حجاب نہیں، ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

چہار مسائل

مسئلہ اول: اس نے رسالہ میں تحریر کیا کہ میں نے تشہد کی دعا میں اَلْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ کا معنی گناہ اور معصیت کیا ہے اس کا کہنا صحیح ہے لیکن میں نے طبع ثالث میں اس سے رجوع کر لیا تھا اور شیخ کا رسالہ اس کے چھ سال بعد طبع ہوتا ہے پس اس کی جانب سے تنبیہ کرنا درست ہے لیکن اس کی تنبیہ سے قبل ہی میں نے طبع ثالث میں اس معنی کو بدل دیا تھا پس اس کا اعتراض لغو ہے۔

مسئلہ دوم: اس نے مجھے متنبہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ میں نے اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے مقدمہ میں نماز کو اسلام کا سب سے بڑا رکن قرار دیا ہے حالانکہ مجھے مُقَيَّد کرنا چاہئے تھا کہ شہادتین کے بعد نماز سب سے بڑا رکن ہے مجھے شیخ کی رائے سے اتفاق ہے اور ((دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ)) ''شک کو چھوڑ کر یقین کو اختیار کرنا چاہئے'' کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بات واضح انداز میں کی جائے اس سلسلہ میں اگر میں یہ موقف اختیار کروں کہ جوارکان اعمال پر مشتمل ہیں ان میں نماز سب سے بڑا رکن ہے تو اس سے اگرچہ کسی حد تک وضاحت ہو جاتی ہے اور اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے تاہم اپنے فاضل دوست کو خوش کرتے ہوئے میں نے اس سے اگلے ایڈیشن میں اس مقدمہ کو قلم زد کر دیا جس میں تَقْيِيْد نہ تھی اور شُبُهَات وَجَوَابُهَا کے عنوان میں تَقْيِيْد کا ذکر کر دیا تا کہ اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔

مسئلہ سوم: ((وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ)) کا ترجمہ میں نے یہ کیا کہ ''شر اللہ کا فعل نہیں ہے'' مقصود یہ ہے کہ اللہ کی جانب شر کی نسبت نہیں کی جا سکتی، لیکن میں نے شیخ کی تحقیق کو صحیح باور کرتے ہوئے اس جملہ کے معنی کو بدل دیا کہ ''اللہ کے افعال میں شر نہیں ہے'' اگر چہ ان دونوں معنوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں تاہم میں نے اپنا موقف چھوڑ دیا۔ واللہ اعلم

مسئلہ چہارم: سجدہ میں رفع الیدین والی حدیث مُعَلَّق روایت میں البدائع سے نقل کرتے ہوئے راوی کا نام ابن الاثرم تحریر کیا حالانکہ صحیح الاثرم ہے جیسا کہ شیخ نے ذکر کیا الاثرم کا نام احمد بن محمد بن ھانی الطائی ہے اور کنیت ابوبکر ہے۔ واللہ اعلم

ان مسائل کے علاوہ شیخ کے دیگر بیان کردہ اعتراضات کے تفصیلی جواب دینے کی ہم اللہ پاک سے توفیق طلب کرتے ہیں تاکہ دلائل کی روشنی میں ان کا رد ہو سکے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کردہ رسالہ الصلوٰۃ کے بارے میں اس سے پہلے ایڈیشن میں بھی ہم نے ذکر کیا تھا کہ اس کی نسبت امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کی طرف درست نہیں چنانچہ اس کے بارے میں امام ذہبی کا قول کہ اس کی نسبت امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کی جانب خلاف واقعہ ہے حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ وہ اس ایڈیشن کو پہلے ایڈیشن سے زیادہ شہرت عطا فرمائے اور مکتب اسلامی کے مدیر فاضل استاذ زہیر شاویش کو جزائے خیر عطا فرمائے میرے اور اس کے نامہ اعمال میں اجر و ثواب ثبت فرمائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے ہی اجر و ثواب کو طلب کیا جائے ان چند سطور کے بعد اب ہم کتاب کے مقدمہ میں اہم فوائد ذکر کریں گے اور یہ کہ اس کتاب کی تالیف کا باعث کیا تھا اور اس کا علمی منہج اپنے اسلوب کے لحاظ سے کس قدر گہرا اور بے مثال تھا مزید دیگر اسباب بھی تھے جو فوائد پر مشتمل تھے، میں نے مقدمہ (۱۳۷۰/۶/۱۳ھ) کو مرتب کیا اور اس کے ساتھ اہم فصل شبہات و جوابھا کا اضافہ (۱۳۸۱/۵/۲۰ھ) میں کیا اللہ پاک کے فضل و کرم سے اس مقدمہ کے مطالعہ سے بہت سے نیک انسانوں کو فائدہ حاصل ہو، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہمیں ان کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے جگہ عطا فرمائے۔ آمین

دمشق: ۱۳۸۹/۱۰/۲۸ھ

محمد ناصر الدین الالبانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ پہلا ایڈیشن

الحمد للّٰہ الذی فرض الصلاۃ علی عبادہ وامرھم باقامتھا وحسن ادائھاوعلق النجاح والفلاح بالخشوع فیھا وجعلھا فرقانا بین الایمان والکفر وناھیۃ عن الفحشاء والمنکر، والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد المخاطب بقولہ تعالیٰ:-﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ [1]

تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندوں پر نماز فرض کی اور انہیں اس کے قائم کرنے اور اچھے طریقے سے ادا کرنے کا حکم دیا، اس کی قبولیت کو خشوع ،خضوع پر موقوف فرمایا ایمان اور کفر کے درمیان اس نماز کو امتیاز کی علامت قرار دیا اور بے حیائی اور منکر کاموں سے روکنے کا ذریعہ بنایا، درود اور سلام کا ہدیہ ہم نبی پاک ﷺ پر بھیجتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:- ''اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات)لوگوں پر نازل ہوتے ہیں وہ انہیں پر ظاہر کردو''

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ کمربستہ ہوگئے ظاہر ہے جو شریعت آپ پر نازل ہوئی بالعموم وضاحت کے ساتھ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کیا لیکن نماز کی اہمیت کے پیش نظر اس کو دیگر ارکان وغیرہ سے بھی زیادہ واضح شکل میں پیش کیا اور قولاً فعلاً اس کا عام پرچار کیا یہاں تک کہ ایک بار آپ نے منبر پر نماز کی امامت کرائی قیام ،رکوع منبر پر کیا نماز سے فارغ ہوکر فرمایا!((میں نے اس طرح اس لئے کیا ہے تاکہ نماز کے ادا کرنے میں تم میری اقتداء کرسکو اور نماز کی کیفیت معلوم کرسکو)) [2] (یہ حدیث مکمل طور پر قیام کے باب میں آئے گی)

نیز اس سے بھی زیادہ زوردار الفاظ میں اپنی اقتداء کو واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا:- ((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِی اُصَلِّی)) ''تم نے اسی طرح نماز ادا کرنی ہوگی جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھ رہے ہو۔'' [3] اور پھر اس کی اہمیت میں مزید اضافہ جتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جو شخص میری طرح نماز ادا کرے گا میں اس کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں

---

[1] النحل:۴۴ [2] صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب ۲۶ ح ۹۱۷، صحیح مسلم ۲/۷۴ کتاب المساجد باب ۱۰ [3] صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۱۸ ح ۶۳۱، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب ۵۳، مسند احمد ۵/۵۳، ارواء الغلیل ح ۲۱۳

داخل کرنے کا عہد کیا ہے، حدیث ملاحظہ فرمائیں:- ((پانچ نمازیں اللہ پاک نے فرض کی ہیں جو شخص اچھے طریق پر وضوء کرے وقت پر نماز ادا کرے اور رکوع، سجود، اور خشوع کا اہتمام کرے تو اس انسان پر اللہ کا ذمہ ہے کہ اس کو معاف کریگا اور جو شخص ان باتوں کو ملحوظ نہ رکھے گا اس کا اللہ پر کچھ ذمہ نہیں اگر چاہے اس کو معاف کرے اگر چاہے عذاب میں گرفتار کرے)) [1]

نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کیساتھ اہل بیت صحابہ کرام پر صلوٰۃ وسلام ہو جو نیکوکار، پرہیز گار تھے جنہوں نے آپکی عبادت، نماز، اقوال، افعال کو نقل کر کے امت تک پہنچایا اور صرف آپکے اقوال، افعال کو ہی دین اور قابل اطاعت قرار دیا نیز ان انسانوں کے افعال کو جو ان کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔

و بعد: -حافظ منذری کی کتاب **الترغیب والترھیب** کی **کتاب الصلوٰۃ** کے مطالعہ اور تدریس سے قریباً چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے جب میں فارغ ہوا تو مجھے اور میرے درس میں شریک میرے سلفی بھائیوں کو احساس ہوا کہ اسلام میں نماز کا کتنا مرتبہ ہے اور جو شخص اس کو قائم کرتا ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا وہ کس قدر اجر وثواب اور فضیلت واکرام کا مستحق ہوتا ہے پھر اجر وثواب میں کمی کا معیار یہ ہے کہ جس قدر کسی انسان کی نماز رسول اکرم ﷺ کی نماز کے زیادہ قریب ہوگی وہ زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا اور جس کی نماز آپ کی نماز سے مماثلت میں کچھ مختلف ہوگی اس کو اجر وثواب کم حاصل ہوگا، حدیث نبوی ملاحظہ فرمائیں:-

((بے شک بندہ نماز ادا کرتا ہے لیکن اس کے نامہ اعمال میں اس کا دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا، نصف حصہ لکھا جاتا ہے)) [2]

اس حدیث کے پیش نظر میں نے اپنے سلفی بھائیوں کو خبردار کیا کہ ہمارے لئے رسول اکرم ﷺ کے نماز ادا کرنے کی مانند نماز ادا کرنا اس وقت ممکن ہے جب ہمیں تفصیل کے ساتھ آپ کی نماز کی کیفیت معلوم ہو اور ہمیں نماز کے واجبات، آداب، ھیئات، ادعیہ اذکار کا علم ہو پھر اس کے بعد نماز ادا کرنے کی کوشش بھی کریں، تو ہم امید رکھتے ہیں کہ پھر ہماری نماز بھی اسی نوعیت کی ہوگی جو بے حیائی اور منکر باتوں سے روکتی ہے اور ہمارے نامہ اعمال میں وہ اجر وثواب ثبت ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

---

[1] میں کہتا ہوں حدیث صحیح ہے اکثر ائمہ حدیث نے اس کو صحیح بیان کیا ہے، صحیح ابوداؤد ۱/۸۶ کتاب الصلاۃ باب ۹ [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۱ ح ۷۶۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۹، ابن المبارک فی الزھد ۱۰/۲۱/۱-۲ نسائی سند جید ہے، الصحیحۃ ح ۷۶۱

مذہبی تقیید میں غلو کے اثرات

جب ہم عوام کی دینی کیفیت کا جائزہ لیتے ہیں تو نہ صرف عوام بلکہ اکثر علماء بھی نماز کی صحیح کیفیات سے نابلد ہیں وجہ ظاہر ہے کہ عام طور پر علماء مذہبی تقیید کی جکڑ بندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور وہ غلو کی حد تک ایک امام کی تقلید کو ضروری سمجھتے ہوئے صحیح بات کے مطابق عمل کرنا تو کجا سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جس قدر معاشرہ میں مذاہب موجود ہیں بلا امتیاز اس طرح کے اعمال دیکھنے میں آتے ہیں جن کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں اور ان کی کتابوں میں ایسے اقوال تحریر ہیں جنہیں نبی ﷺ کی جانب منسوب کرنا بھی جائز نہیں متاخرین مذہبی پیشہ وروں کی کتابیں اس قسم کے اقوال سے بھری پڑی ہیں اگر چہ سرسری نظر سے اصل حقیقت منکشف نہیں ہوتی لیکن وہ شخص جس کی سنت مطہرہ پر نظر ہے اور سنت کی اشاعت اور تحقیق میں مشغول رہتا ہے اس کی نظر سے اس قسم کے اقوال و اعمال مخفی نہیں ہیں ،چنانچہ وہ متاخرین کی کتابوں میں بعض اقوال کو غلط طور پر رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب دیکھتا ہے تو اس کی حمیت دینیہ جوش میں آتی ہے اور وہ اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھتا جب تک کہ غلط نسبت کو آشکارا نہیں کر پاتا اسی جذبہ کے پیش نظر بعض ائمہ نے موضوع یعنی من گھڑت احادیث کو جمع کیا تاکہ صحیح غیر صحیح احادیث میں امتیاز ہو سکے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً

نیز بعض علماء کرام نے احادیث کی تخریج میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور احادیث کے احوال کا پتہ لگایا اور ان کی صحت اور عدم صحت پر دلائل پیش کئے اس موضوع پر اَلْعِنَايَه بِمَعْرِفَةِ اَحَادِيْثِ الْهِدَايَه، اَلطُّرُقُ وَالْوَسَائِلُ فِي تَخْرِيجِ اَحَادِيْثِ خُلَاصَةُ الدَّلَائِل تالیف شیخ عبدالقادر بن محمد القرشی الحنفی ،نَصْبُ الرَّايَه لِاَحَادِيْثِ الْهِدَايَه تالیف حافظ زیلعی اس کا اختصار اَلدِّرَايَه تالیف حافظ ابن حجر عسقلانی تَلْخِيصُ الْحَبِيْرِ فِي تَخْرِيجِ اَحَادِيْثِ الرَّافِعِي الْكَبِيْر تالیف حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ بھی کتب ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا۔

علامہ عبد الحی لکھنوی (رحمہ اللہ) **کا قول:** علامہ لکھنوی نے النَّافِعُ الْكَبِيْر لِمَنْ يُطَالِعُ الْجَامِعُ الصَّغِيْر (ص۱۲۲-۱۲۳) میں فقہ حنفی کی کتابوں کے مراتب بیان کرنے کے بعد ذکر فرمایا خواہ ان میں قابل اعتماد کتابیں ہیں یا قابل اعتماد نہیں ہیں ،جن کتابوں کی ترتیب ہم نے ذکر کی ہے ان کا تعلق فقہی

مسائل کے ساتھ ہے اوران کتابوں میں درج احادیث نبویہ کے لحاظ سے یہ ترتیب نہیں ہے اس لئے کہ کتنی کتابیں ایسی ہیں جو جلیل القدر فقہاء کے ہاں قابل اعتماد ہیں لیکن ضعیف حدیثوں سے بھری پڑی ہیں خصوصاً ان میں فتاویٰ کی کتابیں ہیں پس ہم غوروفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان کتابوں کے مؤلفین اگر چہ کامل تھے لیکن وہ احادیث کے نقل کرنے میں سہل انگار تھے۔

موضوع حدیث: میں کہتا ہوں: اوران احادیث موضوعہ بلکہ باطلہ سے وہ حدیثیں ہیں جو بعض جلیل القدر ائمہ کی کتب میں موجود ہیں، ذیل میں ہم بطور مثال ایک موضوع حدیث پیش کرتے ہیں جس کا ذکر النھایہ وغیرہ کتابوں میں ہے: ((جس شخص نے رمضان کے آخری جمعہ میں فرض نمازوں کی قضادی تو اس سے عمر کی قضاشدہ نمازوں کی ستر سال تک کیلئے تلافی ہوجائے گی))

علامہ لکھنوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الآثار المرفوعة فی اخبار الموضوعة (ص ۳۱۵) میں ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے! کہ ملا علی قاری نے موضوعات صغریٰ اور کبریٰ میں اس حدیث کو بالکل باطل کہا ہے اس لئے کہ یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے علاوہ ازیں یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی عبادت سالہا سال کی فوت شدہ نمازوں کی قائم مقام نہیں ہوسکتی، پس یہ حدیث موضوع ہے اگر ھدایة کے شارحین یا صاحب نھایة نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے تو اس سے اسکی صحت ثابت نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اولاً: تو یہ لوگ محدثین سے شمار نہیں ہوتے ہیں، ثانیاً: انہوں نے حدیث کے مخرج کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ شوکانی (رحمہ اللہ) **کا قول:** امام شوکانی نے اَلْفَوَائِدُ الْمَجْمُوعَةِ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمَوْضُوْعَة میں اسی طرح کے الفاظ بیان کرنے کے بعد ذکر کیا ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث موضوع ہے اگر چہ موضوع احادیث پر مشتمل کتابوں میں اس کا وجود نہیں ملتا البتہ ہمارے دور میں صنعاء کے فقہاء کی ایک جماعت کے ہاں یہ حدیث شہرت پذیر ہے اوراکثر لوگ اس قسم کی قضاء کی نماز پڑھتے تھے مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ کس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا اللہ پاک جھوٹوں کو برباد کرے۔آمین۔ (الفوائد المجموعہ ص ۵۴)

علامہ لکھنوی (رحمہ اللہ) **کا قول:** میں نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر ایک رسالہ تحریر کیا جس میں اسکے موضوع ہونے کو ثابت کیا اگر چہ یہ حدیث اورادووظائف کی کتابوں میں مختصراور مفصل الفاظ کیساتھ مذکور ہے لیکن دلائل عقلیہ اورنقلیہ کی روشنی میں اس کو موضوع ثابت کیا ہے اسکے علاوہ بہترین فوائد کا اس میں اضافہ کیا ہے جس سے دل ودماغ کو نشاط حاصل ہوتا ہے پس میں قارئین سے اسکے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں یہ رسالہ اپنے موضوع میں نفیس معلومات پر حاوی ہے: ((رَدْعُ الْاِخْوَانِ عَنْ مُحْدَثَاتِ اٰخِرِ جُمُعَةِ رَمَضَانَ))

میں کہتا ہوں: خیال رہے اس قسم کی باطل حدیثیں کتب فقہ میں موجود ہیں جن پر اعتماد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ بغیر حوالہ جات کے ہیں یا غیر معتبر کتابوں کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہیں چنانچہ ملا علی قاری کے کلام سے

بھی یہی بات ثابت ہو رہی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حدیث کو محدثین کے حوالہ سے ذکر کرے چنانچہ یہ قول زبان زد خاص و عام ہے: ((اَهْلُ مَكَّةَ اَدْرٰى بِشِعَابِهَا)) ''کہ گھر کا مالک ہی گھر کے سامان وغیرہ کے متعلق بہتر جانتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے'' اسی طرح محدثین کا ہی کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق ریمارک قابل قبول ہوسکتا ہے۔

امام نووی کا قول: محدثین، علماء، محققین کا قول ہے کہ جب حدیث ضعیف ہو تو اس کو قال رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے اسی طرح فعل، امر، نہی وغیرہ جزم کا کوئی جملہ استعمال نہ کیا جائے ہاں رُوِیَ عَنْهُ، نُقِلَ عَنْهُ، یُرْوٰی تمریض کے صیغوں کے ساتھ ذکر کرنا درست ہے اس لئے کہ جزم کے صیغے صحیح حسن حدیثوں کے بیان کرنے کیلئے مقرر ہیں جب کہ جزم کے صیغے صحت کے متقاضی ہیں قرآن پاک کے ساتھ غیر صحیح حدیثوں کو بیان کرنا کذب بیانی کے مترادف ہوگا لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ جمہور فقہاء اس قاعدے کی خلاف ورزی کرنے سے نہیں ہچکچاتے بلکہ جمہور علماء کا یہی طور طریقہ ہے البتہ فن حدیث میں مہارت تامہ رکھنے والے محدثین اس قاعدے کی خلاف ورزی کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں وہ کبھی ضعیف حدیث کو قَالَ کے ساتھ اور کبھی صحیح حدیث کو رُوِیَ عَنْهُ کے ساتھ ذکر نہیں کرتے۔[1]

میں کہتا ہوں: چونکہ تفصیل کے ساتھ نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت معلوم کرنا عام لوگوں کے لئے مشکل تھا اس لئے میں نے اس کتاب کو مرتب کیا تا کہ وہ آپ کی نماز کی کیفیت کو معلوم کر سکیں اور اس کے مطابق نماز ادا کریں میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرمائے گا، ارشاد نبوی ہے: ((جو شخص ہدایت کی جانب دعوت دیتا ہے اس کو ان سب لوگوں کے برابر اجر و ثواب حاصل ہوگا جو اس کی تابعداری کرتے ہوئے اس عمل کو سرانجام دیں گے لیکن ان کے اجر و ثواب سے کچھ کمی نہیں ہوگی))[2]

نماز نبوی کو تالیف کرنے کا سبب

نماز کے متعلق میں نے کتابوں کا جائزہ لیا تو کوئی کتاب مبنی بر حقیقت اور جامع نظر نہ آئی تو میں نے اس ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر ڈالا اور تیار ہوگیا کہ نماز کے موضوع پر ایک جامع کتاب تحریر کروں تا کہ ان لوگوں کو رہنمائی حاصل ہو، جو نماز جیسی عبادت میں رسول اکرم ﷺ کی اقتداء کو لازم جانتے ہیں اور جس طرح آپ نے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز ادا فرمائی ہے اس کا کامل نقشہ کھینچ دیا جائے تا کہ آپ کی محبت کا دم بھرنے والوں کو سہولت حاصل ہو

[1] المجموع شرح المهذب ۱/۶۰ [2] صحیح مسلم ۸/۶۲ ح ۱۶ کتاب العلم باب ۶

اور آپ کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں، ارشاد نبوی ہے: ((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِى اُصَلِّى))
''تم نے اسی طرح نماز ادا کرنی ہوگی جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو''

اس بلند مقصد نے مجھے اس کتاب کی تالیف پر آمادہ کیا اور میں نے مختلف کتب احادیث سے ان حدیثوں کو الگ کیا جن کا تعلق نماز کیساتھ تھا ان کو یکجا جمع کرنے سے یہ کتاب مرتب ہوگئی میں نے اس بات کا پورا خیال رکھا کہ ان میں صرف ان احادیث کو درج کروں جو احادیث کی صحت کے قواعد وضوابط کے معیار کے مطابق ہوں اور جس حدیث میں کوئی ضعف یا مجہول راوی متفرد تھا (خواہ اس حدیث کا تعلق نماز کی ھیئت کیساتھ یا اذکار اور فضائل کیساتھ تھا) اس کے ذکر کرنے سے اجتناب کیا اس لئے کہ جب صحیح ثابت شدہ حدیثیں (**صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ**) موجود ہیں اور ان سے مقصد حاصل ہو رہا ہے، تو بلاضرورت غیر صحیح حدیثوں کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ ایسی حدیثوں سے محض ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور بلا اختلاف ظن کا کوئی فائدہ نہیں وہ بہر حال مرجوح ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ الْحَقِّ شَيْئاً ﴾ [1] ''اور ظن، یقین کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا''

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ((اِيَّا كُمْ وَ الظَّنَ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْث))
''تم ظن سے بچو ظن تو جھوٹی بات ہے'' [2]

ظاہر ہے کہ عبادات میں خاص طور پر ظنی چیز معتبر نہیں اسی لئے نبی ﷺ نے ہمیں ظن سے دور رہنے کا حکم دیا، ارشاد نبوی ہے: ((اِتَّقُوْا الْحَدِيْثَ عَنِّى اِلَّامَاعَلِمْتُمْ)) ''میری طرف نسبت کر کے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرو ہاں! تمہیں یقین ہو تو کچھ مضائقہ نہیں''

یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی احمد ابن ابی شیبہ میں موجود ہے لیکن شیخ محمد سعید حلبی کا اپنی کتاب مسلسلات (۲/۱) میں اس کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دینا وہم ہے پہلے اس حدیث کے ضعف کا مجھے کچھ علم نہ تھا اس لئے میں اس حدیث کو صحیح سمجھتا رہا بعد میں مزید تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف ہے ترمذی کی بیان کردہ سند میں ضعف موجود ہے۔ [3]

مناوی نے ابن ابی شیبہ کی سند کو صحیح کہا ہے حالانکہ سند صحیح نہیں البتہ اس مضمون کی ایک دوسری

---

[1] النجم: ۲۸ [2] صحیح بخاری کتاب الادب باب ۵۷، صحیح مسلم ۱۰/۸ ح ۲۸ کتاب البر باب ۹، غایۃ المرام تخریج احادیث الحلال والحرام ۴۱۲ [3] الضعیفہ ح ۱۷۸۳

حدیث صحیح ہے، ارشاد نبوی ہے: ((مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيْثٍ يُرَى اَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ)) ''جو شخص میری طرف نسبت کر کے کوئی حدیث بیان کرتا ہے حالانکہ وہ خیال کرتا ہے کہ وہ جھوٹی ہے تو بیان کرنے والا جھوٹا ہے''[1]

پس آپ نے ضعیف روایت بیان کرنے سے منع فرمادیا تو اس پر عمل کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے، بلکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد اس سے مستغنی کر رہا ہے:

﴿ اِيَّاكُمْ وَ كَثْرَةُ الْحَدِيْثِ عَنِّي مَنْ قَالَ عَلَيَّ فَلَا يَقُوْلَنَّ اِلَّا حَقًّا اَوْصِدْقًا فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ﴾ ''کہ تم مجھ سے کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان نہ کرو میری طرف صرف صحیح اور سچی بات منسوب کرو جو شخص میری جانب ایسی بات منسوب کرتا ہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔[2]

کتاب کی ترتیب

کتاب کو متن اور شرح میں تقسیم کردیا گیا ہے متن میں احادیث کا ذکر ہے پوری کوشش کی گئی ہے کہ احادیث کے الفاظ بِعَيْنِهٖ وہی ذکر کروں جو سنت کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہیں بعض اوقات ایک حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے اس وقت جن الفاظ کا کتاب کے ساتھ زیادہ تعلق ہے ان کو ذکر کروں گا اور بعض اوقات دوسری روایت کے زائد الفاظ کا ذکر اِتمام فائدہ کے لئے کروں گا نہ ان کے بیان کرنے والے راوی اور نہ ہی مخرج کا ذکر کروں گا تا کہ ترتیب میں کسی قسم کا نقص رونما نہ ہو اور مطالعہ کرنے میں دقت پیش نہ آئے شرح میں ان احادیث کی تخریج ذکر ہوگی جو متن میں تحریر ہیں ان احادیث کے الفاظ کے طرق کے بیان کرنے میں پورا احتیاط کیا جائے گا سند اور شواہد پر جرح، تعدیل، تصحیح، تضعیف کا حکم قواعد و ضوابط کی روشنی میں لگایا جائے گا۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض طرق میں ایسے زائد الفاظ موجود ہیں جو دیگر طرق میں موجود نہیں تو اس وقت ان زائد الفاظ کو اصل حدیث کے ساتھ ملا دیا جائے گا جو متن میں مذکور ہوں گے اشارتاً ان الفاظ کو (قوسین) کے خطوط وحدانی کے درمیان ذکر کروں گا تاکہ اس

---

[1] مسلم وغیرہ، اس سلسلہ میں الضعیفہ المجلد الاول کے مقدمہ کا مطالعہ کریں [2] ابن ابی شیبہ ۸/ ۷۶۰، مسند احمد، الاحادیث الصحیحہ ح ۱۷۵۳

کا پتہ چل سکے لیکن اس بات کے ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کون راوی اس زیادتی کے بیان کرنے میں متفرد ہے لیکن اگر زائد الفاظ کسی دوسرے صحابی سے منقول ہیں تو اس وقت اس کو مستقل حدیث کی حیثیت سے ذکر کروں گا جیسا کہ استفتاح کی ادعیہ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کتاب کی ترتیب کا یہ انداز بالکل انوکھا ہے شائد اس قسم کا نداز آپ کو کسی دوسری کتاب میں نظر نہ آئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ

نیز نیچے شرح میں حدیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ علماء کے مذاہب اور دلائل بیان کروں گا اور اعتراضات اور ان کے جوابات سے روشناس کراؤں گا، بعد ازاں صحیح مسلک کی نشان دہی کروں گا جس کا ذکر متن میں ہو چکا ہے کبھی اس قسم کے مسائل بھی بیان ہوں گے جس پر سنت سے تو کوئی نص نہ مل سکی البتہ اجتہاد کی روشنی میں ان کا ذکر ہوگا خیال رہے کہ یہ ہماری کتاب کا موضوع نہیں ہے۔

جب ہم نے کتاب کے صفحات کا تخمینہ لگایا تو معلوم ہوا کہ پانچ سو صفحات ہو جائیں گے اور جب اپنی مالی دشواریوں کا احساس ہوا تو فیصلہ کرنا پڑا کہ تَكْلِيْفُ مَا لَا يُطَاقُ سے بچتے ہوئے متن کو شائع کر دیا جائے اور حاشیہ کے طبع کا کام سردست نہ کیا جائے اس کے لئے کسی دوسری فرصت کا انتظار کیا جائے تاکہ متن اور شرح دونوں کو یکجا کر کے طبع کرایا جائے اس کتاب کا نام تجویز کیا گیا۔

صِفَةُ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ التَّكْبِيْرِ اِلَى التَّسْلِيْمِ كَاَنَّكَ تَرَاهَا

"نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک گویا کہ آپ دونوں آنکھوں سے نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کو دیکھ رہے ہیں"۔

اَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يَجْعَلَهُ خَالِصًا لِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ

وَاَنْ يَّنْفَعَ بِهٖ اِخْوَانِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّهُ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ

کتاب کی بنیاد

کتاب کا موضوع یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی جائے گی تو پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ نماز کے بیان کرنے کے ضمن میں کسی مذہب یا فرقہ کی تقلید کو قطعاً ملحوظ نہ رکھا جائے صرف اور صرف ان کیفیات کا ذکر ہوگا جو نبی ﷺ سے ثابت ہیں اور یہی کتاب کی بنیاد ہے اور یہی نظریہ قدیم دور سے لے کر آج تک تمام محدثین کا ہے۔

علامہ لکھنوی کا قول: علامہ عبدالحئی لکھنوی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں جو شخص بنظر انصاف دیکھے گا فقہ اور اصول کے سمندروں میں غوطہ زن ہوگا زیادتی سے کنارہ کش رہنے والا ہوگا تو اسے یقیناً اس سے آگاہی ہوگی کہ اکثر فروعی اور اصولی مسائل جن میں علماء اختلاف کرتے ہیں ان میں محدثین کا مذہب دیگر لوگوں کے مذہب سے زیادہ قوی ہوگا اور میں جب بھی اختلافی مسائل کی وادی میں قدم زن ہوتا ہوں تو مجھے محدثین کا مذہب ہی انصاف کے قریب دکھائی دیتا ہے تعجب ہے وہ لوگ کتنے اچھے ہیں کہ **اللہ** پاک ان کی کوششوں کو بنظر تحسین دیکھتا ہے کیوں نہ ہو جب کہ وہ نبی ﷺ کے صحیح جانشین اور شریعت اسلامیہ کے پھیلانے میں آپ کے قائم مقام ہیں **اللہ** تعالیٰ ہمیں ان کی جماعت میں (قیامت کے دن) اٹھائے اور ان کی محبت اور سیرت پر ہماری وفات ہو۔[1]

علامہ سبکی کا قول: حمد و صلاۃ کے بعد واضح ہو کہ مسلمانوں کے تمام کاموں میں نماز سب سے اہم ہے ہر مسلمان پر اس کا اہتمام اور اس کی ہمیشہ ادائیگی اور اس کے شعائر کا قیام ضروری ہے نماز میں کچھ ایسے افعال ہیں جن پر اجماع ہے اور ان کے بجالانے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے اختلاف کا حل دو طرح سے ممکن ہے اولاً اگر ممکن ہو تو اختلاف کی الجھن سے کنارہ کشی اختیار کی جائے یا پھر جو چیز نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ہو اس پر عمل پیرا ہوا جائے جب کوئی شخص ایسا کام کریگا تو اس کی نماز درست اور قبول ہوگی اور **اللہ** تعالیٰ کے فرمان ﴿ **فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا** ﴾ (الکہف:۱۱۰) ’’پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے وہ نیک عمل کرے‘‘ میں داخل ہوگا۔[2]

میں کہتا ہوں: علامہ سبکی کے قول پر غور و فکر کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلی صورت میں تصفیہ ممکن نہیں اکثر مسائل میں اختلاف برقرار رہتا ہے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ ((تم اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو)) بھی متحقق نہیں ہوتا اور نماز کی کیفیت آپ ﷺ کی کیفیت کے مخالف ہوتی ہے لہٰذا دوسری صورت قابل عمل ہے اور وہی صحیح ہے اور اس پر عمل کرنے سے نماز اسی طرح ادا ہوگی

---

[1] امام الکلام فیما یتعلق بالقرآۃ خلف الامام ص۱۵۶ [2] الفتاویٰ للسبکی ۱/۱۴۸

جس طرح رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، پس آپ کو غور وفکر کرنا چاہئے۔

ایک شاعر حسن بن محمد النسوی ان کی تعریف کرتے ہوئے جو آپ کے افعال کو زندگی کے تمام شعبوں میں ملحوظ رکھتے ہیں اور اس پر عمل پیرا رہتے ہیں فرماتے ہیں ؎

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمْ اَهْلُ النَّبِيِّ وَاِنْ

لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهُ اَنْفَاسَهُ صَحِبُوْا

''اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے اہل ہیں اگر چہ وہ زندگی میں تو آپ کے ساتھ نہ تھے تاہم آپ کے ملفوظات کے ساتھ تو ان کی رفاقت ہے'' [1]

اس سعادت سے ہمکنار ہونے کیلئے کتاب میں نماز کی کیفیات اذکار وغیرہ کے سلسلہ میں احادیث اور فقہ کی کتابوں سے متعلق قیمتی معلومات کو اکھٹا کرنے کی بھر پور کوشش کی جائے گی اور جو شخص اسکے محتویات کے مطابق عمل کریگا انشاءاللہ وہ ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہے جن کو توفیق ایزدی سے ہدایت نصیب ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [2] ''اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے''

مجھے مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے نہ صرف اس تالیف میں بلکہ دیگر تمام تالیفات میں سنت سے دلائل فراہم کر کے ان پر بنیاد قائم کی ہے اور پوری کوشش کی کہ کسی ایک جزئی میں بھی سنت کی مخالفت نہ ہو اگر چہ مجھے معلوم ہے کہ میری کتاب کے مطالعہ کرنے کے بعد کچھ لوگ ضرور ایسے ہوں گے جو کتاب کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے بلکہ وہ زبان طعن دراز کریں گے اور مجھے ہدف ملامت بنانے میں گریز نہیں کریں گے لیکن مجھ پر اس کا کچھ اثر نہیں اس لئے کہ میرے دل میں یہ احساس بیدار رہتا ہے کہ تمام لوگوں کو راضی رکھنا ناممکن ہے اور پھر نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ((مَنْ اَرْضَى النَّاسَ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَّهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ))

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا چاہا اللہ پاک اس کو لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے'' [3] اسی مضمون کو ایک شاعر بہترین پیرایہ میں پیش کرتا ہے ؎

---

[1] حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اس شعر کا ذکر ایک رسالہ میں کیا ہے جس کا عنوان فضل الحدیث و اھلہ ہے [2] البقرة: ۲۱۳ [3] صحیح ترمذی ۲/ ۲۸۸ کتاب الزھد باب ۴۹، القضاعی، ابن بشران وغیرہ ،الصحیحہ ح ۲۳۱۱، میں نے شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۷۸ میں اس حدیث کے طرق اور تخریج پر بحث کی ہے

وَلَسْتُ بِنَاجٍ مِنْ مَقَالَةِ طَاعِنٍ
وَلَوْ كُنْتُ فِيْ غَارٍ عَلٰى جَبَلٍ وَعْرٍ
وَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْجُوْا مِنَ النَّاسِ سَالِماً
وَلَوْ غَابَ عَنْهُمْ بَيْنَ خَافِيَتَي نَسْرٍ

''میں زبان طعن دراز کرنے والے سے نجات حاصل نہیں کرسکتا اگر چہ میری بودو باش کسی دشوار گذار پہاڑ کی غار میں کیوں نہ ہو، وہ کون شخص ہے جو لوگوں سے صحیح سالم رہا اگر چہ وہ ان سے اوجھل ہوکر گدھ کے پروں میں چھپ جائے''

پس میرے لئے یہی بات باعث فخر ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور میں اسی راستہ پر گامزن ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے چلنے کا حکم دیا ہے اور جس کو ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے بیان فرمایا جو تمام انبیاء کے سردار ہیں، یہی وہ سیدھی راہ ہے جس پر سلف صالحین، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ کرام رواں دواں رہے نیز وہ ائمہ اربعہ جن کے مذاہب کے پیرو کار کثرت کے ساتھ موجود ہیں وہ بھی اسی راہ پر گامزن رہے یہ سب لوگ اس نظریہ پر متفق ہیں کہ تمام معاملات میں سنت کے ساتھ تمسک اختیار کیا جائے اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے سنت کے خلاف خواہ کسی کا قول ہو اس کو ترک کیا جائے اس لئے کہ نبی ﷺ سے زیادہ عظمت وشان والا کون ہوسکتا ہے؟ اور آپ کے بیان کردہ راستہ سے کس کا راستہ زیادہ ہدایت والا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ میں ان تمام ائمہ کو اہل سنت کے زمرہ سے سمجھتا ہوں اور ان کی رہنمائی میں قدم زن ہوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے سعادت تصور کرتا ہوں اور ان کے اقوال کی اتباع کو حدیث کی روشنی میں اپنے لئے عزت وافتخار کا سرمایہ تصور کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر چہ ائمہ کے بعض اقوال سنت رسول ﷺ کے ساتھ متصادم ہیں تاہم صراط مستقیم پر چلنے اور اختیار کرنے میں میرے لئے ان کے اقوال مؤثر ثابت ہوئے اس لئے کہ وہ درحقیقت راہ سنت کے ہی شیدائی تھے عدم علم کی بناء پر اگر ان کے بعض اقوال سنت رسول ﷺ سے متصادم ہیں تو وہ عنداللہ معذور اور ماجور ہیں ہمارے لئے صرف اسوۂ رسول ﷺ ہی قابل اطاعت ہے اور ائمہ کی اندھی تقلید سے روگردانی کرنا ضروری ہے

فجزاھم اللہ عنی خیرا

سنت کے اتباع اور ترک اتباع پر ائمہ کے اقوال

ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کو بتائیں کہ جن ائمہ کی تقلید رواج پذیر ہے انہوں نے اپنی تقلید سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور اتباع سنت کی ترغیب دی ہے اور تعجب کا اظہار کیا ہے کہ اتباع سنت کے مقابلہ میں ائمہ کے اقوال کو کیوں وزنی گردانا جاتا ہے کیا ائمہ کے اقوال اور مروجہ مذاہب کی صداقت من جانب اللہ ہے اور کیا اس پر کوئی دلیل پیش کی جا سکتی ہے ہرگز نہیں! تو پھر کیوں اندھی تقلید سے اعراض نہیں کیا جاتا ہے۔

یہ وہ تقلید ہے جس کو امام طحاوی نے مراد لیا ہے کہ متعصب اور کند ذہن کے علاوہ کوئی تقلید نہیں کرتا۔ (ابن عابدین نے اس قول کو رسم المفتی ۳۲/۱، اپنی مجموعہ رسائل کتاب سے نقل کیا)

ارشاد ربانی ہے: ﴿اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾[1] ''لوگو! جو کتاب تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو اور تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو''

۱۔امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) **کے اقوال:** امام ابوحنیفہ کے تلامذہ نے ان سے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے مقابلہ میں ائمہ کے اقوال کا ترک ضروری ہے ان کا مشہور قول ہے کہ

۱۔((اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِی)) ''صحیح حدیث میرا مذہب ہے''[2]

شیخ ابن الہمام کا قول: جب کسی امام کے مذہب کے خلاف صحیح حدیث موجود ہو تو حدیث پر عمل کرنے سے حنفیت سے خارج نہیں ہوتا اس لئے کہ امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے یہ روایت ثابت ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ و دیگر ائمہ کرام سے اسی طرح کے اقوال نقل کئے ہیں۔[3]

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ ائمہ کرام کا علم و فضل تقویٰ اور طہارت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ حدیث کی مخالفت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور انہوں نے کھلے لفظوں میں اظہار کیا ہے کہ چونکہ ہمیں حدیث کا استقصاء نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ ہمارے بعض اقوال حدیث کے مخالف ہوں، لہٰذا حدیث کیساتھ تمسک کرنا ہی ہمارا مسلک ہے امام شافعی سے صراحتاً اس مفہوم کا قول مروی ہے آئندہ اوراق میں اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔

---

[1] الاعراف:۳ [2] اس قول کو ابن عابدین نے اپنے رسالہ الحاشیۃ ۶۳/۱، اور رسم المفتی ۴/۱، اور شیخ صالح الفلانی نے ایقاظ الھمم ص۶۲ میں نقل کیا [3] ابن عابدین نے شیخ ابن الھمام کی کتاب شرح الھدایۃ سے نقل کیا ہے

۲-((لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍاَن یَّاْخُذَ بِقَوْلِنَامَالَمْ یَعْلَمْ مِنْ اَیْنَ اَخَذْنَاهُ))
''کسی شخص کے لئے ہمارے قول پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک کہ اسے اس بات کا علم نہ ہو کہ ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہے:((جو شخص میرے قول کی دلیل سے واقف نہیں اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ میرے قول کے مطابق فتویٰ دے))۔[2]

ایک روایت میں ہے:((اس لئے کہ ہم تو انسان ہیں آج ہم ایک بات کہتے ہیں کل ہم اس سے رجوع کر لیتے ہیں))۔

اس تیسری روایت کو عباس دوری نے تاریخ ابن معین (۶/۷۷/۱) میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی قسم کے اقوال امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے تلامذہ سے بھی مروی ہیں چنانچہ الایقاظ (ص ۵۲) میں امام زفر امام ابو یوسف اور عافیہ بن یزید سے اس مضمون کے اقوال مروی ہیں، حافظ ابن قیم (۲/ ۳۴۴) نے امام ابو یوسف سے اس مفہوم کا صحیح قول نقل کیا ہے، اور زیادتی ابن عبدالبر اور ابن القیم وغیرہ سے الایقاظ (ص۵۲) کے حاشیہ میں منقول ہے۔

میں کہتا ہوں: پس جب بلا دلیل ان کا قول واجب العمل نہیں تو جب ان کے قول کے مخالف دلیل موجود ہو تو کیسے ان کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے یا اس پر عمل کرنا درست ہے؟ حیرت ہے کہ اس قدر صراحت کے باوجود کیوں ائمہ کے اقوال پر عمل کیا جاتا ہے جب کہ وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوں اگر غور کیا جائے تو ائمہ سے منقول یہی قول تقلید کے پرخچے اڑا دینے کے لئے کافی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مقلدین مشائخ نے اس قسم کے مروی اقوال کی ان سے نفی کر دی ہے۔

امام صاحب سے ایک دوسری روایت میں ذیل کے الفاظ مروی ہیں:((وَیْحَکَ یَا یَعْقُوْبُ ! (هُوَ اَبُو یُوْسُفَ) لَا تَکْتُبْ کُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّی فَاِنِّی قَدْ اَرَی الرَّاْیَ الْیَوْمَ وَاَتْرُکُهُ غَداً وَاَرَی الرَّاْیَ غَداً وَاَتْرُکُهُ بَعْدَ غَدٍ)) ''اے ابو یوسف تجھ پر افسوس تجھے وہ باتیں لکھنی جائز نہیں جو مجھ سے سنتا ہے اس لئے کہ آج میری ایک رائے ہوتی ہے کل بدل جاتی ہے اور کل ایک رائے ہوتی ہے اور پرسوں بدل جاتی ہے''

---

[1] الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۴۵، اعلام الموقعین لابن القیم ۲/۳۰۹، حاشیہ البحر الرائق ابن عابدین ۶/ ۲۹۳، رسم المفتی ص ۲۹، ۳۲ [2] الشعرانی فی المیزان ۱/۵۵

میں کہتا ہوں: اصل بات یہ ہے کہ امام صاحب کے اقوال کی بنیاد قیاس پر تھی جب انہیں پہلے قیاس سے زیادہ قوی قیاس معلوم ہوجاتا تو وہ قیاس چھوڑ کر قوی قیاس یا حدیث پر عمل فرماتے۔

علامہ شعرانی کا قول: امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے بارے میں ہمارا اور ہر منصف مزاج انسان کا اعتقاد ہے کہ شریعت کی تدوین (اور جب حفاظ حدیث نے حدیث کے جمع کرنے میں دور دراز کے شہروں کا سفر کیا) تک اگر وہ زندہ رہتے اور احادیث پالیتے تو وہ ہر قسم کے قیاس چھوڑ کر احادیث پر عمل پیرا ہوتے اور جس طرح دیگر ائمہ کے مذاہب میں قیاس کا وجود کم ہے اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مذہب میں بھی قیاس کم ہوتا چونکہ ان کے دور میں شریعت کے دلائل تابعین، تبع تابعین کے ہاں متفرق شہروں میں متفرق طور پر جمع تھے (یعنی مدون نہ ہوئے تھے) اس لئے بنسبت دیگر ائمہ کے ان کے مذہب میں قیاس کی کثرت نظر آ رہی ہے اس لئے کہ جن مسائل میں انہیں نص نہ مل سکی ان میں انہوں نے قیاس سے کام لیا، لیکن دیگر ائمہ کے دور میں حفاظ حدیث نے طلب حدیث میں سفر اختیار کر کے احادیث کو یکجا کیا اور احادیث کا توافق عمل میں آیا اس سبب سے امام صاحب کے مذہب میں قیاس زیادہ نظر آتا ہے اور دیگر ائمہ کے مذہب میں کم نظر آتا ہے۔ [1]

علامہ شعرانی کی اس بحث کو تفصیل کے ساتھ علامہ ابوالحسنات نے النافع الکبیر ص ۱۳۵ میں نقل فرما کر اس پر تائیدی نوٹ لکھ کر اس مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے ارادۃً اور قصداً صحیح احادیث کی مخالفت نہیں کی ہے، عدم علم کی بناء پر وہ معذور تھے اور ان کا عذر قابل قبول ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا'' [2]

پس کسی کے لئے جائز نہیں کہ امام ابوحنیفہ کو مطعون قرار دیا جائے وہ لوگ جہالت کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں جو ان کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہیں چونکہ امام ابوحنیفہ ان ائمہ سے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی حفاظت کیلئے کوششیں فرمائیں اور ان کے ذریعہ دین کے فروغ سے ہمیں آگاہی حاصل ہوئی اس لئے ان کا ادب واحترام ضروری ہے اور اگر انہوں نے قیاس کیا ہے تو وہ بہرحال عند اللہ اجر وثواب کے مستحق ہیں خواہ ان کا قیاس صحیح تھا یا ان سے قیاس میں غلطی ہوئی البتہ وہ لوگ جو ان کے اقوال کو نہیں چھوڑتے ہیں جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں وہ درحقیقت ان کی تعظیم نہیں کر رہے ہیں اور نہ انکے مذہب کی موافقت کر رہے ہیں ان کے مذہب کے بارے میں نصوص موجود ہیں کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے پس نہ تو وہ لوگ راہ ثواب پر ہیں جو امام صاحب کے خلاف بے ادبی کے الفاظ نکالتے ہیں اور نہ ہی وہ لوگ جو انکی اندھی تقلید میں مستغرق ہیں اور ان کے اقوال کی حمایت میں حد اعتدال سے متجاوز ہیں حق پرست وہ لوگ ہیں جو اعتدال

[1] المیزان: ۶۲/۱ [2] البقرۃ: ۲۸۶

کی راہ اختیار کیئے ہوئے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِ خْوَانِنَاالَّذِيْنَ سَبَقُوْنَابِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَاغِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے'' [1]

۳-((اِذَا قُلْتُ قَوْلاً يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَخَبَرَ الرَّسُوْلِ ﷺ فَاتْرُکُوْا قَوْلِي))

جب میں ایسی بات کہوں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول کے خلاف ہو تو میری بات چھوڑ دو۔ [2]

علامہ فلانی نے اس قول کو امام محمد (رحمہ اللہ) کی طرف منسوب کیا ہے مزید لکھا ہے کہ یہ قول اس کے لئے ہے کہ وہ تقلید کو چھوڑ کر صحیح حدیث پر عمل پیرا ہو جائے مجتہد اس سے خارج ہے۔

علامہ شعرانی کا قول: علامہ شعرانی المیزان میں بیان کرتے ہیں کہ اگر معترض اعتراض کرے کہ آپ کے امام کی وفات کے بعد جن حدیثوں کے صحت ثابت ہو جائے کیا ان پر عمل ہو گا جب کہ آپ کے امام نے ان پر عمل نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر امام صاحب ان حدیثوں پر مطلع ہو جاتے اور ان کے ہاں ان کی صحت ثابت ہوتی تو وہ اپنے تلامذہ کو ان کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتے اس لئے کہ تمام ائمہ شریعت کے پابند ہوتے ہیں پس جو شخص صحیح حدیث پر عمل کرتا ہے وہ اپنے دامن کو خیر کثیر سے بھر لیتا ہے اور جو شخص حدیث پر اس وقت تک عمل نہیں کرتا جب تک کہ اس کا امام اس پر عمل نہ کرے تو وہ خیر کثیر سے محروم ہو گیا جیسا کہ ائمہ کے اکثر مقلدین کا یہی حال ہے حالانکہ ان کے ضروری تھا کہ وہ اپنے مقتدا امام کی وفات کے بعد صحیح حدیث پر عمل کرتے اس لئے کہ ان کے امام کی وصیت یہ ہے ''کہ قول کے مقابلہ میں حدیث صحیح پر عمل کرو'' اور ائمہ کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے اور ان کے بعد جن احادیث کی صحت معلوم ہو سکتی ہے اس سے انہیں آگاہی حاصل ہوتی تو وہ ان پر عمل کرتے اور ہر قسم کے قیاس اور قول کو ترک فرماتے۔ [3]

۱-امام مالک بن انس کا قول: ((اِنَّمَااَنَا بَشَرٌ اُخْطِیءُ وَاُصِيْبُ فَانْظُرُوْا فِي رَأْيِي فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوْهُ)) ''میں بشر ہوں مجھ سے کبھی خطا بھی سرزد ہو سکتی ہے اور کبھی درست بات بھی نکل جاتی ہے میری رائے کو دیکھو اگر کتاب وسنت کے موافق دیکھو اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اور اگر

[1] الحشر: ۱۰ [2] الایقاظ للفلانی ص ۵۰ [3] المیزان ۱/۲۶

کتاب وسنت کے مطابق نہ ہوتو اس پر عمل نہ کرو''[1]

۲-((لَیۡسَ اَحَدٌ بَعۡدَ النَّبِیِّ ﷺ اِلَّا وَیُؤۡخَذُ مِنۡ قَوۡلِهٖ وَیُتۡرَکُ، اِلَّا النَّبِیُّ ﷺ))
''رسول اکرم ﷺ کے علاوہ جو شخص بھی ہے اس کا قول تسلیم بھی کیا جا سکتا ہے اور رد بھی لیکن آپ کے قول کو رد نہیں کیا جا سکتا''۔

متاخرین کے نزدیک اس قول کی نسبت امام مالک (رحمہ اللہ) کی طرف عام طور پر مشہور ہے ابن الہادی نے ارشاد السالک (۲۲۷/۱ میں) اس کو صحیح کہا ہے، اس قول کو ابن عبد البر نے الجامع (۹۱/۲) میں روایت کیا ہے، اور ابن حزم نے اصول الاحکام (۱۴۵/۶، ۱۷۹) میں حکم بن عتیبہ اور مجاہد کا قول بیان کیا ہے، تقی الدین سبکی نے الفتاویٰ (۱۴۸/۱) میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا ذکر کیا جب کہ انہوں نے اس کے حسن ہونے پر تعجب کا ظہار کیا اس سے مجاہد نے سنا اور مجاہد نے امام مالک (رحمہ اللہ) سے سنا اب اس کی شہرت اس کی جانب ہوگئی ہے پھر ان سے امام احمد (رحمہ اللہ) نے سنا، چنانچہ امام ابوداؤد مسائل امام احمد (ص ۲۷۶) میں فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے علاوہ ہر شخص کے قول کو قبول کیا جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے۔

۳-ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک (رحمہ اللہ) سے وضوء میں پاؤں کی انگلیوں کے مسح کے بارے میں سوال کیا اس نے جواب دیا مسح ضروری نہیں ہے، یہ سن کر میں خاموش رہا جب لوگ ذرا کم ہوئے تو میں نے عرض کیا اس مسح کے بارے میں حدیث موجود ہے اس نے کہا کون سی حدیث ہے میں نے بیان کیا کہ ہمیں لیث بن سعد ابن **لھیعہ** عمرو بن حارث نے یزید بن عمرو معافری سے نقل کیا اس نے ابوعبدالرحمان الحبلی سے اس نے مستورد بن شداد القرشی سے اس نے کہا میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ اپنی چھنگلیا انگلی کیساتھ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کا مسح فرماتے اس نے حدیث سن کر کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور میں نے یہ حدیث پہلے نہیں سنی راوی نے بیان کیا اسکے بعد جب بھی ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ انگلیوں کے خلال کا حکم فرماتے۔[2]

۳-امام شافعی کا قول: اس سلسلے میں امام شافعی (رحمہ اللہ) سے بہت کچھ منقول ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے پیروکاران کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرتے۔

ا-ہر شخص کا یہ حال ہے کہ سنت کبھی اس کے سامنے ہوگی اور کبھی اس سے مخفی ہوگی لہٰذا جب میں کوئی

[1] الجامع لابن عبد البر ۳۲/۲، الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم ۱۴۹/۶، الایقاظ ص ۷۲ [2] مقدمہ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ۳۱، بیہقی فی السنن ۸۱/۱

بات کہوں، یا کوئی اصول بیان کروں، اور وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہو تو اس وقت رسول اکرم ﷺ کے قول کو تسلیم کرو وہی میرا قول ہے۔ [1]

امام شافعی کے بارے میں امام ابن حزم کا قول: جن فقہاء کی تقلید ہو رہی ہے انہوں نے تقلید کو باطل کہا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اپنی تقلید سے روکا ہے تمام ائمہ سے زیادہ متشدد امام شافعی ہیں جبکہ وہ سخت تاکید فرماتے ہیں کہ صحیح آثار کا اتباع کیا جائے اور دلائل کی روشنی میں چلا جائے اور فی الجملہ تقلید سے برأت کا واضح طور پر اعلان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کے قول سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے حقیقت یہ ہے کہ اس طرح وہ خیر کثیر کا سبب بنے ہیں۔ [2]

۲- تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ جس شخص کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی سنت آ جائے اسکے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی امام کے قول کی بناء پر سنت کا ترک کرے۔ [3]

۳- جب تم میری کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کوئی بات پاؤ تو سنت کے مطابق چلو اور میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سنت کی اتباع کرو اور کسی کے قول کی جانب التفات نہ کرو۔ [4]

۴- ((اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي)) ''صحیح حدیث میرا مذہب ہے'' [5]

میں کہتا ہوں: کہ جو قول اس کے بعد آنے والا ہے وہ اس معنیٰ میں زیادہ صراحت کے ساتھ ہے

امام نووی کا قول: چونکہ ہمارے امام کا قول ہے کہ صحیح حدیث ان کا مذہب ہے اس بناء پر شوافع مسئلہ تثویب اور احرام میں بیماری کے عذر کی وجہ سے حلال ہونے کی شرط لگانے میں حدیث پر عمل کرتے ہیں ابو یعقوب بویطی ابوالقاسم دارکی امام ابوبکر بیہقی اور دیگر محدثین اسی نظریہ کے حامل تھے اور متقدمین شوافع جب کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کے خلاف صحیح حدیث معلوم کر لیتے تو حدیث پر عمل کرتے اور اس بات کا ذکر کرتے کہ ہمارے امام کا وہی مذہب ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔

---

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر ۱/۱۵/ ۳، اعلام الموقعین ۲/ ۳۶۳، الایقاظ ص ۱۰۰ [2] الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم ۶/ ۱۱۸ [3] علام الموقعین لابن القیم ۲/ ۳۶۱، الفلانی ص ۶۸ [4] ذم الکلام للھروی ۳/ ۴۷/ ۱، الاحتجاج بالشافعی للخطیب ۸/ ۲، ابن عساکر ۱۵/ ۹/ ۱۰، المجموع للنووی ۱/ ۶۳، اعلام الموقعین لابن قیم ۲/ ۳۶۱، الفلانی ص ۱۰۰، اور دوسری روایت الحلیہ لابی نعیم ۹/ ۱۰۷، صحیح ابن حبان ۳/ ۲۸۴، الاحسان میں صحیح سند کیساتھ وارد ہے [5] نووی المصدر السابق، الشعرانی ۱/ ۵۷ نے حاکم اور بیہقی سے نقل کیا ہے، الفلانی ص ۱۰۷، امام ابن حزم کا قول یہ ہے کہ اگر صحیح حدیث امام شافعی کے نزدیک ہو یا کسی دوسرے امام کے نزدیک ہو

شیخ ابوعمرو ابن الصلاح کا قول: امام شافعی (رحمہ اللہ) کا پیروکار اپنے امام کے مذہب کے خلاف جو حدیث پائے تو اگر اس میں اجتہاد کے اسباب معلوم ہوں یا خاص طور پر اس مسئلہ میں اس کا اجتہاد قابل قبول ہو تو وہ اس کے مطابق عمل کر سکتا ہے لیکن اگر وہ مقام اجتہاد پر فائز نہیں اور وہ حدیث کی مخالفت کرنے سے بھی بچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حدیث پر عمل کرے، اگر امام شافعی کے علاوہ کسی دوسرے امام مستقل سے بھی حدیث کے مطابق قول موجود ہے تو اس کیلئے معقول عذر ہے وہ اپنے امام کے قول کو ترک کرکے حدیث پر عمل کرے، شیخ ابوعمر نے یہ بات بہت اچھی کہی ہے۔ واللہ اعلم

میں کہتا ہوں: حافظ تقی الدین سبکی کا قول: حافظ ابن الصلاح کے قول میں اس صورت کا ذکر نہیں کہ اگر حدیث پر کسی امام نے عمل نہیں کیا تو پھر کون سی صورت اختیار کی جائے اس کا جواب علامہ تقی الدین اپنے رسالہ الفتاویٰ (۱۰۲/۳) میں امام شافعی کے قول کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں سنئے!

میرے نزدیک حدیث کی پیروی کرنا مناسب ہے ہر آدمی اپنے آپ کو نبی ﷺ کے سامنے سمجھے اور یہ کہ وہ آپ سے سن رہا ہے کیا (اس تصور سے کے ہوتے ہوئے) حدیث پر عمل کرنے میں پس وپیش جائز نہیں ہے؟ ہرگز نہیں ہر انسان اپنے فہم کے لحاظ سے مکلّف ہے، مزید تحقیق کیلئے اعلام الموقعین (۳۰۲/۲ ،۳۷۰) اور **ایقاظ ھمم اولی الابصار** کا مطالعہ کریں خاص طور پر مؤخر الذکر کتاب اس مسئلہ میں بہترین شاہکار ہے حق تلاش کرنے والوں کو اس کا مطالعہ غور وفکر کے ساتھ کرنا چاہئے۔

۵- ((**اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِالْحَدِیْثِ وَالرِّجَالِ مِنِّی فَاِذَا کَانَ الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحُ فَاَعْلِمُوْنِی بِهٖ اَیَّ شَیْءٍ یَکُوْنُ کُوْفِیًّا اَوْ بَصرِیًّا اَوْ شَامِیًّا حَتّٰی اَذْهَبَ اِلَیْهِ اِذَا کَانَ صَحِیْحًا**))

''تم حدیث اور اس کے رجال کا مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو جب تمہیں صحیح حدیث مل جائے مجھے بتا دیا کرو خواہ اس کے راوی کوفی یا بصری، یا شامی ہوں میں حدیث پر عمل پیرا ہوں گا جب کہ حدیث صحیح ہوگی (یہ خطاب امام احمد بن حنبل کا ہے)۔[1]

امام بیہقی کا قول: یہی وجہ ہے کہ امام شافعی دیگر ائمہ سے حدیث کے ساتھ زیادہ ارتباط رکھتے ہیں انہوں

---

[1] ابن ابی حاتم فی آداب الشافعی ص۹۴-۹۵، ابونعیم فی الحلیہ ۱۰۶/۹، الخطیب فی الاحتجاج بالشافعی ۱/۸، ابن عساکر ۱/۹/۱۵، الانتقاء لابن عبدالبر ص ۷۵، مناقب امام احمد لابن الجوزی ص ۴۹۹، ذم الکلام میں تین طرق سے مروی ہے امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ اپنے باپ امام احمد سے کہ امام شافعی نے ان سے فرمایا، امام شافعی کا یہ قول صحیح ہے، اسی لئے (اعلام الموقعین لابن القیم ۳۲۵/۲، **ایقاظ ھمم اولی الابصار للفلانی** ص۱۵۲) میں اس قول کی نسبت امام شافعی کی جانب جزم کے ساتھ کی ہے (ذم الکلام للھروی ۲/۴۷/۲)

نے طلب حدیث میں حجاز، شام، یمن اور عراق کا سفر اختیار کیا اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا اور جس حدیث کو انہوں نے صحیح سمجھا بلاخوف وخطر اس کو پھیلایا انہوں نے اپنے شہر کے علماء کے مذہب کی طرف بالکل التفات نہ کیا جب کہ وہ صحیح نہ تھا حالانکہ ان سے پہلے علماء ان کے مذہب کا بہر حال پرچار کرتے اور ان کی مخالفت کا خیال بھی نہ کرتے۔ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَنَا وَلَهُمْ

٦- جس مسئلہ کے بارے میں محدثین کے ہاں میرے قول کے خلاف صحیح حدیث موجود ہو تو میں اپنے قول سے زندگی میں اور بعد از وفات رجوع کرتا ہوں۔ [1]

٧- جب تم مجھے دیکھو کہ میں ایک بات کہتا ہوں حالانکہ نبی ﷺ سے اس کے خلاف قول ہے تو سمجھ لو کہ میری عقل زائل ہے۔ [2]

٨- جو بات میں کہوں لیکن نبی ﷺ سے اس کے خلاف صحیح حدیث موجود ہو تو آپ کی بات درست ہے لہٰذا میری تقلید نہ کرو۔ [3]

٩- ہر وہ حدیث جو نبی ﷺ سے مروی ہو وہی میرا قول ہے اگر چہ وہ حدیث تم نے مجھ سے نہ بھی سنی ہو۔ [4]

۴- امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ): سنت کے ساتھ تمسک اختیار کرنے میں امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کا مقام دیگر ائمہ سے بہت اونچا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حدیث کے جمع کرنے میں دیگر ائمہ سے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، اور فروعات آراء پر مشتمل کتابوں کو بنظر کراہت دیکھا ان کا مشہور قول ہے۔ [5]

۱- ((لَا تُقَلِّدْنِيْ وَ لَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَ لَا الشَّافِعِيَّ وَ لَا الْاَوْزَاعِيَّ وَ لَا الثَّوْرِيَّ وَخُذْ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا)) ''نہ میری تقلید کرنا نہ مالک شافعی اوزاعی ثوری کی تقلید کرنا جہاں سے انہوں نے علم حاصل کیا تم بھی وہیں سے علم حاصل کرو۔ [6]

ایک روایت میں ہے ان ہستیوں کے علاوہ کسی کی اپنے دین کے معاملات میں تقلید نہ

---

[1] ذم الکلام للھروی ۴۷/۱، الحلیہ لابی نعیم ۱۰۷/۹، اعلام الموقعین لابن القیم ۳۶۳/۲، ایقاظ ھمم اولی الابصار للفلانی ص۱۰۴ [2] آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص۹۳، الامالی لابی القاسم السمر قندی والمنتقی لابی حفص المؤدب ۲۳۴/۱، الحلیہ لابی نعیم ۱۰۶/۹، ابن عساکر ۱/۱۰/۱۵، سند صحیح ہے [3] مقدمہ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص۹۳، ابن عساکر ۲/۹/۱۵ سند صحیح ہے [4] مقدمہ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص۹۳-۹۴ [5] ابن الجوزی فی المناقب ص۱۹۲ [6] الفلانی ص۱۱۳، اعلام الموقعین ۳۰۲/۲

کرو جو وضاحتیں نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے منقول ہیں ان پر عمل پیرا رہیں اس کے بعد تابعین کے بارے میں انسان کو اختیار ہے نیز اس نے وضاحت کی ہے کہ اتباع تو اس کا نام ہے کہ ہر شخص اس وضاحت کے مطابق رواں دواں رہے جو وضاحت نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ سے منقول ہے پھر وہ شخص تابعین کے بعد دیگر اہل علم کے بارے میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ ان کی اتباع کرے یا نہ کرے ۔[1]

۲- ((رَأْیُ الْاَوْزَاعِی وَرَأْیُ مَالِکٍ وَرَأْیُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ کُلُّهٗ رَأْیٌ وَهُوَ عِنْدِیْ سَوَاءٌ وَاِنَّمَا الْحُجَّةُ فِی الْاٰثَارِ)) ''اوزاعی، مالک، ابوحنیفہ سب کی رائے رائے ہے اوران سب کی رائے برابر ہے حجت تو احادیث ہیں''[2]

۳- ((مَنْ رَدَّ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ عَلٰی شَفَا هَلَکَةٍ)) ''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا رد کرتا ہے وہ بربادی کے کنارے پر ہے''۔[3]

ائمہ کرام کے بیان کردہ اقوال سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ وہ کس قدر حدیث کے شیدائی تھے اور حدیث کے ساتھ تمسک کا حکم دیتے رہے اور اندھی تقلید سے منع فرماتے رہے انہوں نے بلا جھجک اعلان فرمایا کہ جو شخص سنت صحیحہ کے ساتھ تمسک اختیار کرے گا اسے ہماری مخالفت کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ سنت صحیحہ ہی ہمارا مذہب ہے وہ دراصل ہماری مخالفت نہیں کر رہا ہے بلکہ ہماری موافقت کر رہا ہے اور ہمارے طریقہ پر چل رہا ہے لیکن جو شخص بظاہر ہماری مخالفت سے بچاؤ اختیار کرتے ہوئے سنت صحیحہ کا ترک کرتا ہے اور ہمارے اقوال پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ نافرمان ہے اور دراصل ہمارے اقوال کے خلاف عمل پیرا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾[4] ''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے'' نیز فرمایا: ﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ ''تو جو لوگ ان

---

[1] ابوداؤد فی مسائل امام احمد ص ۲۷۶-۲۷۷ [2] الجامع لابن عبدالبر ۱۴۹/۲ [3] ابن الجوزی ص ۱۸۲ [4] النساء: ۶۵

کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ (ایسا نہ ہو) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو"۔ [1]

حافظ ابن رجب کا قول: جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا اور اس نے اس کو معلوم کر لیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو امت محمدیہ تک پہنچائے امت کی خیر خواہی کرے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر چلنے کی تاکید کرے اگرچہ امت میں سے کسی عظیم انسان کی رائے اس حکم کے خلاف کیوں نہ ہو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس لائق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور بڑے سے بڑے انسان کے مقابلے میں آپ کی اقتداء کی جائے (جس نے غلطی سے کسی بات میں بعض اوقات مخالفت کی ہے) یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین نے سنت صحیحہ کی مخالفت کرنے والوں کا بڑے زوردار الفاظ میں رد کیا ہے لیکن انہیں اس انسان کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی ہرگز نہیں! بلکہ حقیقتاً وہ تو ان کے ہاں قابل تعظیم تھا اور وہ اس کے ساتھ محبت کا دم بھرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ان پر غلبہ تھا اور آپ کا حکم تمام مخلوق سے مقدم تھا اس لئے جب کبھی رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں کسی بھی انسان کا حکم مخالف ہوا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مقدم سمجھا اور اسی کی اتباع کی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کا قول آپ کے قول کے مخالف ہے اس کی تعظیم نہ کی جائے وہ تو مَغْفُوْرٌ لَّہٗ ہے اس لئے کہ وہ ہرگز اس بات کو مکروہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے ظاہر ہونے کے بعد اس کے مخالف قول پر عمل نہ کیا جائے۔ [2]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف خواہ والدین، اساتذہ اور علماء کا فرمان ہو پھر بھی وہ اس لائق نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے۔

امام طحاوی (رحمہ اللہ) کا قول: امام طحاوی صحیح سند کے ساتھ سالم سے بیان کرتے ہیں، سالم بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں ابن عمر کی مجلس میں بیٹھا تھا ایک آدمی شام کے باشندوں میں سے آیا اس نے تمتع کے بارے میں سوال کیا ابن عمر نے فرمایا تمتع کرنا درست ہے اس نے اعتراض کیا کہ تیرا باپ اس سے منع کرتا تھا اس نے کہا! تجھے افسوس ہے اگرچہ میرا باپ منع کرتا ہو جب رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے تو تو کیا میرے باپ کے قول کو تسلیم کرے گا یا رسول اللہ ﷺ کے قول کو تسلیم کرے گا اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے قول کو تسلیم کروں گا اس پر اس نے اس کو واپس جانے کا حکم دیا۔ [3]

---

[1] النور: ۶۳ [2] ایقاظ الھمم ص ۹۳ [3] شرح معانی الآثار ۱/ ۳۷۲، مسند ابو یعلی ۹/ ۱۳۴۱، مسند احمد ح ۵۷۰۰، تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۳/ ۸۲

ابن عساکر کی روایت: اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہورہی ہے جو ابن عساکر میں ہے ملاحظہ فرمائیں: ابن ابی ذئب نے روایت کیا کہ سعد بن ابراہیم یعنی ابن عبدالرحمان بن عوف نے ایک آدمی کے خلاف ربیعہ بن ابی عبدالرحمان کی رائے کے مطابق فیصلہ دیا میں نے اس کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اس کے خلاف ہے سعد نے ربیعہ سے بیان کیا کہ یہ ابن ابی ذئب ہیں میرے نزدیک ثقہ ہیں وہ نبی ﷺ سے تیرے فیصلہ کے خلاف بیان فرماتے ہیں ربیعہ نے اس سے کہا کہ میں نے اجتہاد کیا اور تیرا فیصلہ جاری ہوگا، سعد نے کہا کہ ہائے رے تعجب! میں سعد کا فیصلہ نافذ کروں اور رسول اللہ کا فیصلہ نافذ نہ کروں بلکہ میں سعد کے فیصلہ کو رد کروں گا اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو نافذ کروں گا چنانچہ سعد نے فیصلہ کی تحریر منگوائی اور اس کو پھاڑ ڈالا اور جس کے خلاف فیصلہ دیا تھا اس کے حق میں فیصلہ دیا۔[1]

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں اجتہاد جائز ہے اور اجتہاد کے غلط ہونے کی صورت میں بھی مجتہد اجر و ثواب کا مستحق ہے صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فیصلہ کرنے والا صحیح اجتہاد کی صورت میں دگنے ثواب کا مستحق ہے اور غلط اجتہاد کی صورت میں بھی ایک ثواب کا حق دار ہے۔[2]

میں کہتا ہوں: چنانچہ ائمہ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ سنت کے خلاف ان کے اقوال کو چھوڑ دیں اس راہ میں امام شافعی (رحمہ اللہ) سب سے آگے نکل گئے ہیں وہ اپنے شاگردوں کو حکم دیا کرتے تھے جب مجھے سنت کا صحیح علم نہ ہو اور تمہیں اس کا علم ہو جائے تو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ تم اس کو میری طرف منسوب کر دیا کرو اگر میرا قول سنت صحیحہ کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ کر سنت صحیحہ پر عمل پیرا ہو جاؤ وہی میرا قول ہے اور وہی میرا مذہب ہے، یہی وجہ ہے کہ جب علامہ ابن دقیق العید (رحمہ اللہ) نے ان مسائل کو ایک ضخیم جلد میں جمع کیا جن میں ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام نے انفراداً یا اجتماعاً مخالفت کی ہے تو اس نے کتاب کے شروع میں تحریر کیا کہ ان مسائل کی نسبت ائمہ مجتہدین کی طرف کرنا حرام ہے اور مقلدین پر لازم ہے کہ ائمہ کرام کا احترام کرتے ہوئے ان غلط مسائل کو ان کی طرف منسوب نہ کریں ان کو ان کی طرف منسوب کرنا ان پر کذب بیانی اور بہتان طرازی کے مترادف ہے۔[3]

ائمہ کے اقوال کو چھوڑ کر سنت کا اتباع کرنے والے اہل علم

ائمہ کے متبعین کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلتا ہے ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾[4]

[1] ابن عساکر: ۱/۵۱/۷ [2] صحیح بخاری ح ۷۳۵۲ کتاب الاعتصام باب ۲۱، صحیح مسلم ح ۱۵ کتاب الاقضیۃ باب ۶ [3] الفلانی ص ۹۹ [4] الواقعہ: ۱۳-۱۴

''وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے''

وہ اپنے پیشوا ائمہ کے تمام اقوال پر کاربند نہ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا فلاں قول سنت کے منافی ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا غور کیجئے امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف (رحمہما اللہ) اپنے استاذ کی 1/3 مسائل میں مخالفت کرتے ہیں فقہ کی فروعی مسائل پر مشتمل کتابیں دیکھنے سے ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا۔[1]

امام مزنی (رحمہ اللہ) کی وضاحت: امام مزنی جو امام شافعی (رحمہ اللہ) کے شاگرد ہیں وہ بھی اپنے استاذ کے اقوال تسلیم نہیں کرتے جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ سنت کے خلاف ہیں چنانچہ امام شافعی کی مشہور کتاب الام کے حاشیہ میں فقہ الشافعی کا اختصار پیش کرتے ہوئے امام مزنی رقمطراز ہیں کہ، میں نے اس کتاب کو امام محمد بن ادریس شافعی کے علم اور اسکے اقول کے معانی سے اختصار کر کے پیش کیا ہے مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں آسانی ہو اس کیساتھ ساتھ اس بات سے بھی مطلع ہونا ضروری ہے کہ انہوں نے واضح لفظوں میں اپنی اور دیگر ائمہ کی تقلید سے روکا ہے دین کی معرفت حاصل کرنے کیلئے مطالعہ کریں اور احتیاط کا دامن کبھی ترک نہ کریں۔

امام محمد کا تقلید کے بارے میں ریمارک: مؤطا امام محمد (ص ۱۵۸) میں امام محمد فرماتے ہیں:

((اما امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) **فَكَانَ لَا يَرَى فِي الْاِسْتِسْقَاءِ صَلاَةً وَاَمَّا فِي قَوْلِنَا فَاِنَّ الْاِمَامَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُو وَيُحَوِّلُ رِدَاءَهُ**))

''امام ابوحنیفہ استسقاء میں کسی نماز کے قائل نہیں لیکن ہمارا قول اس کے خلاف ہے کہ امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے پھر دعا کرے اور اپنی چادر تبدیل کرے''

مؤطا امام محمد کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بیس مسائل میں اختلاف کیا۔[2]

عصام بن یوسف بلخی کا امام ابوحنیفہ کے خلاف فتویٰ

عصام بن یوسف بلخی جو امام محمد کے تلامذہ میں سے ہیں،[3] اور امام ابو یوسف کے رفقاء میں سے ہیں،[4]

---

[1] الحاشیہ لابن عابدین ۱/ ۶۲، لکھنوی نے اسے اپنی کتاب النافع الکبیر ص ۹۳ میں امام غزالی سے بیان کیا ہے

[2] التعلیق الممجد علی مؤطا: ۴۲، ۴۴، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۵۸، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۴۴، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۵، ۲۸۴، ۳۱۴، ۳۳۱، ۳۳۸، ۳۳۵، ۳۵۶

[3] ان کا ذکر ابن عابدین نے الحاشیہ ۱/ ۷۴ اور رسم المفتی ۱/ ۱۷-۲۸ میں کیا ہے

[4] الفوائد البھیئہ فی تراجم الحنفیہ ص ۱۱۶

وہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے اس لئے کہ جب انہیں امام ابوحنیفہ کے قول کے موافق دلیل نہ ملتی تو وہ ان کے خلاف دلیل کی روشنی میں فتویٰ صادر فرماتے۔[1]

چنانچہ وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے۔[2]

جیسا کہ سنت متواترہ سے رفع یدین ثابت ہے اور انہیں ان کے تینوں ائمہ کا رفع الیدین نہ کرنا رفع الیدین سے نہ روک سکا اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ائمہ کے اقوال کے مقابلہ میں سنت پر عمل پیرا رہے جب کہ ائمہ نے خود اقرار کیا ہے کہ سنت کے مقابلہ میں ہمارے اقوال پر عمل نہ کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ مکحول کا امام ابوحنیفہ سے روایت کرنا کہ رفع الیدین کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے باطل ہے اس لئے کہ عصام بن یوسف بھی تو ابو یوسف کے رفقاء میں سے تھے اور وہ رفع الیدین کیا کرتے تھے اگر مکحول کی بیان کردہ روایت درست ہوتی تو ابو یوسف اور عصام کو اس کا علم ہوتا تو وہ کیوں رفع الیدین کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حنفی کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے کہ دلیل اس کی مخالف جانب میں ہے تو وہ تقلید کے دائرے سے خارج نہیں ہوتا بلکہ ترک تقلید کی صورت میں عین تقلید ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ عصام بن یوسف نے جب امام ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف فتویٰ دیا تو وہ حنفیت سے خارج ہو گئے ہرگز نہیں! وہ اب تک ائمہ احناف سے شمار ہوتے ہیں۔ واللہ المعنٰی

تعجب ہے کہ اس دور میں جہلاء ان لوگوں پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جو کسی ایک مسئلہ میں اپنے امام کے قول پر عمل نہیں کرتے اور اس کو مقلدین کی صف سے خارج کر دیتے ہیں عوام الناس پر تو اتنا تعجب نہیں کیونکہ انہیں واقفیت نہیں البتہ ان لوگوں پر تعجب ہے جو علماء کے زمرہ میں سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کی سوچ کے زاویے عَوَام کَالْاَنْعَام سے زیادہ نہیں۔

خلاصۃ المرام: اس کتاب کے مطالعہ میں قارئین سے امید کی جاتی ہے کہ وہ تقلید کے پیش نظر کتاب سے استفادہ میں کوتاہی نہیں کریں گے اور ہمارے خلاف زبان طعن دراز نہیں کریں گے اور سنن نبویہ پر عمل پیرا ہونے سے محض اس لئے گریز نہیں کریں گے کہ نماز کی بیان کردہ کیفیت ان کے مذہب کے خلاف ہے اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں سنت پر عمل کریں گے اور سنت کے خلاف ائمہ کے قوال کو چھوڑ دیں گے اس کے بعد اگر وہ ہمارے مسلک پر زبان طعن دراز کریں گے تو وہ درحقیقت اپنے اس امام کی شان میں گستاخی کریں گے جس کی تقلید میں وہ رطب اللسان

[1] البحر الرائق ۶/۹۳، رسم المفتی ۱/۲۸ [2] الفوائد ص ۱۱۶ مصنف نے حاشیہ میں نہایت بہترین گفتگو کی ہے

ہیں ،نماز کی کیفیت کے بارے میں ہم نے سنت نبویہ کو بنیاد قرار دیا ہے جو شخص ہدایت کی راہ سے گریز اختیار کرے گا اور اس کیفیت کے مطابق نماز ادا نہیں کرے گا وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا اس لئے کہ وہ سنت سے اعراض کررہا ہے جب کہ ہمیں حکم ہے کہ اختلاف کے وقت سنت کی طرف رجوع کریں اور اس پر اعتماد کریں، ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیْما﴾[1] ''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے''

آخر میں بارگاہ الٰہی میں التجا ہے کہ وہ ہمیں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل فرمائے جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:﴿اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْآ اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُم اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ﴾[2] ''مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور تسلیم کرلیا اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کریگا اور اللہ سے ڈرے گا پس یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں''

چند شبہات اور ان کے جوابات

دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے جب میں نے اس کتاب کا مقدمہ تحریر کیا اس وقت سے لے کر اب تک الحمد للہ مقدمہ کے مطالعہ سے قارئین کو خاصا فائدہ پہنچا ہے خاص طور پر نوجوانوں نے اچھا اثر قبول کیا انہوں نے محسوس کیا کہ نہ صرف عبادات بلکہ دین کے تمام امور میں اسلام کے سرچشمہ کتاب وسنت کی طرف لوٹنا ضروری ہے یعنی کتاب وسنت کی رہنمائی میں تمام امور سر انجام دئے جائیں نتیجۃً ان میں دین کا شغف بڑھتا چلا گیا اور عمل بالسنہ کا جذبہ تیز ہوتا چلا گیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

تاہم کچھ لوگوں کا ذہن ابھی تک صاف نہ تھا وہ توقف اختیار کئے ہوئے تھے مقدمہ

[1] النساء:٦٥ [2] النور:٥١-٥٢

میں بیان کردہ دلائل پر تو انہیں قطعاً شک نہ تھا آیات واحادیث کی روشنی میں جن اہم نکات کو صفحہء قرطاس پر رقم کیا گیا ان کے مطالعہ سے وہ مطمئن تھے البتہ بعض مشائخ مقلدین کی طرف سے اٹھائے گئے چند اعتراضات کی وجہ سے ان کا شک وشبہ میں واقع ہو جانا ناممکن نہ تھا اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ ان شبہات کو اولاً ثابت کیا جائے پھر ان کے مسکت جوابات پیش کئے جائیں تا کہ کہیں وہ شبہات کی دلدل میں نہ پھنسے رہیں اور عمل بالسنہ کا جذبہ سرد نہ پڑ جائے اور وہ فرقہ ناجیہ سے باہر نہ نکل جائیں۔

شبہ اول: اس میں کچھ شک نہیں کہ دین کے تمام کاموں میں سنت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے خاص کر عبادات میں رائے اجتہاد وغیرہ کا کچھ دخل نہیں ہے اس لئے عبادات بالاتفاق توقیفی ہیں شارح علیہ السلام کی رہنمائی کے سوا کوئی صورت قبول نہیں مثلاً نماز ایک عبادت ہے اس کو بالکل اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح سنت میں اس کے ادا کرنے کی تفاصیل موجود ہیں، لیکن کیا کیا جائے ان مشائخ مقلدین کا جو نہ صرف عبادات میں بلکہ دیگر امور اسلامیہ میں بھی اختلاف کو برقرار رکھتے ہیں اور اس کو امت کے حق میں بہتر سمجھتے ہیں وہ اپنے اس خیال کو حقیقت کا لباس پہنانے میں مشہور حدیث: ((اِخۡتِلَافُ اُمَّتِی رَحۡمَةٌ)) ''میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے'' کا سہارا لیتے ہیں اور اہل سنت کا رد کرتے ہوئے مذکورہ حدیث کو اپنی مجلسوں میں بار بار دہراتے ہیں، اس سوال کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب: یہ حدیث بظاہر اس انداز کے خلاف ہے جو انداز راقم الحروف نے اختیار کیا اور جس کی طرف دعوت دے رہا ہے اور جس کی بنیاد پر کتب کی تالیف کا سلسلہ شروع ہے لہٰذا اولاً اس حدیث پر بحث کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں۔

علامہ سبکی کا قول: ((اِخۡتِلَافُ اُمَّتِی رَحۡمَةٌ)) حدیث بلا سند ہے اس کی سند صحیح ضعیف تو کجا موضوع بھی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث دو مختلف جملوں سے وارد ہے ایک جملہ یہ ہے کہ ((اِخۡتِلَافُ اَصۡحَابِی لَکُمۡ رَحۡمَةٌ)) میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے باعث رحمت ہے۔

اور دوسرا جملہ اس طرح وارد ہے: ((اَصۡحَابِی کَالنُّجُوۡمِ فَبِاَیِّهِمُ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡتَدَیۡتُمۡ))

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔
لیکن یہ دونوں حدیثیں غیر صحیح ہیں پہلی حدیث سخت کمزور ہے اور دوسری حدیث موضوع ہے تفصیل احادیث الضعیفة ح ۵۸-۵۹-۶۱ میں دیکھئے۔

دوسرا جواب: حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کے مفہوم کے خلاف ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں ایسی آیات موجود ہیں جو دین میں اختلاف برداشت نہیں کرتیں اور اتفاق کی تاکید میں تو بلا شبہ متعدد مقامات میں حکم موجود ہے اگر چہ ان کے بیان کی ضرورت تو موجود نہ تھی تاہم بطور مثال چند ایک آیات پیش کرتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ ''اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے) تو بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا'' [1]

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ ''اور مشرکوں میں نہ ہونا (اور نہ) ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے ہو گئے سب فرقے اس سے خوش ہیں جو انکے پاس ہے'' [2]

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ ''وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے'' [3]

مذکورہ آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ جن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ اختلاف نہیں کرتے ہیں اختلاف کرنا تو باطل پرست لوگوں کا وطیرہ ہے پس کیسے ممکن ہے کہ اختلاف کو رحمت قرار دیا جائے اور اثبات میں وہ حدیث پیش کی جائے جو سند اور متن کے لحاظ سے صحیح نہیں اور کتاب وسنت کے روشن دلائل کی موجودگی میں ضعیف حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین میں شبہات کا دروازہ کھولا جائے۔ (تفصیل دیکھئے الاحادیث الضعیفہ ح۵۸-۵۹-۶۱)

دوسرا شبہ: اگر دین اسلام میں اختلاف سے منع کیا گیا ہے تو پھر صحابہ کرام کے اختلافات اور ان کے بعد ائمہ عظام میں رونما ہونے والے ختلافات کا جواب کیا ہے یا صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا اختلاف صحیح تھا اور ان کے غیر میں اختلاف درست نہیں۔

---

[1] الانفال: ۴۶ [2] الروم: ۳۱-۳۲ [3] هود: ۱۱۸-۱۱۹

صحابہ کرام میں اختلاف

غور کیجئے دونوں اختلافات میں ''سبب'' اور ''اثر'' کے لحاظ سے نمایاں فرق موجود ہے صحابہ کرام کا اختلاف ضرورت کے پیش نظر اور طبعی تھا بلکہ فہم کا اختلاف تھا انہوں نے ازخود اختلاف کو ہوا نہیں دی ان کے دور میں کچھ ایسے حالات اور واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے اختلاف ناگزیر ہو گیا ان کے بعد وہ اختلاف ختم ہو گیا اور پھر اس قسم کے اختلاف سے خلاصی پانا ممکن نہیں اور نہ ہی یہ اختلاف وہ اختلاف ہے جس کی مذمت پر سابقہ آیات سے استدلال کیا گیا ہے اس لئے کہ ان کا اختلاف قصداً نہ تھا اور نہ ہی انہیں اس پر اصرار تھا یہی وجہ ہے کہ اس اختلاف کا ان سے مواخذہ نہیں ہو گا جبکہ مواخذہ کی شرائط موجود نہیں ہیں۔[1]

مقلدین کا اختلاف

مقلدین کے اختلاف کو صحابہ کرام کے اختلاف سے کچھ نسبت نہیں مقلدین کا حال تو یہ ہے کہ انہیں کتاب وسنت سے آگاہی بھی ہو جاتی ہے اس کے باوجود اپنے امام کے قول کو نہیں چھوڑتے وہ اپنے نظریات کی سختی سے پابندی کرتے ہیں اور ان کے خلاف کتاب وسنت سے پیش کئے جانے والے دلائل کو کچھ حیثیت نہیں دیتے اور اپنے مذہب سے سرمو رکنے کا نام نہیں لیتے ان کے ہاں ان کے امام کا قول ہی وہ دین اسلام ہے جس کو محمد ﷺ نے پیش کیا اس کے علاوہ سب کچھ منسوخ ہے یا وہ دین نہیں ہے کیا جب یہ لوگ اس قدر دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی اختیار کئے ہوئے ہیں تو ان کا عذر قابل قبول ہو سکتا ہے؟ کیا اس قسم کے اختلاف کو صحابہ کرام کے اختلاف سے ملایا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

بعض مقلدین کا اختلاف کو مُستَحسَن سمجھنا

بعض مقلدین کی رائے یہ ہے کہ مذاہب کے اختلاف میں کچھ حرج نہیں مذاہب کا اختلاف ان کے ہاں انبیاء کی شریعتوں کی مانند ہے جن میں اختلاف موجود تھا بعض متاخرین فقہاء نے وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔[2]

---

[1] اس سلسلہ میں الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم، حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید تالیف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مطالعہ کریں [2] فیض القدیر للمناوی ۲۰۹/۱، احادیث الضعیفہ ۷۶/۱-۷۷

پس ہر شخص با اختیار ہے وہ جس مذہب کو اپنانا چاہتا ہے اس پر کوئی قدغن عائد نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ تمام اختلاف کے باوجود شریعت اسلامیہ کہلوانے کے مستحق ہیں اور اختلاف امتی رحمۃ جیسی موضوع حدیث سے انکے موضوع کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور اختلاف کا استحسان اور اس کے بقاء پر اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اپنے موقف کو بلا جھجک پیش کرتے ہیں اور عوام الناس کو اپنی طرف مائل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اختلاف کو اس لئے رحمت قرار دیا گیا ہے تا کہ مسائل میں کچھ تنگی نہ ہو وسعت باقی رہے اور جب ہر لحاظ سے گنجائش پیدا ہوتی رہے گی تو اسی کو رحمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: بیان کردہ علت مذکورہ صریح آیات کے ہی مخالف نہیں بلکہ ائمہ کرام کی جانب سے بیان کردہ اقوال کے بھی منافی ہے بعض ائمہ کرام سے صراحتاً اختلاف کی قباحت پر اقوال موجود ہیں۔

اختلاف کی قباحت میں امام مالک اور امام لیث کا قول

ابن القاسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک اور امام لیث سے سنا وہ صحابہ کرام کے اختلاف کی بنیاد پر اختلاف کو مستحسن نہیں گردانتے ہیں جس طرح عام لوگوں نے صحابہ کرام کے اختلاف کو بنیاد قرار دیکر اختلاف کو مستحسن کہا ہے انہوں نے صاف صاف اعلان کیا کہ صحابہ کرام کے اختلاف میں بھی دونوں راہ ثواب پر نہ تھے بلکہ ایک رائے کو غلط کہنا پڑیگا ظاہر ہے کہ دو متضاد خیالات کو صحیح قرار دینا ممکن نہیں۔[1]

اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے استفسار کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اس حدیث کو قابل عمل سمجھتا ہے جس کو کسی ثقہ راوی نے صحابی سے بیان کیا ہو تو کیا اس کا اس حدیث کو قابل عمل سمجھنا درست ہے انہوں نے جواب دیا نہیں بخدا جب تک وہ حدیث صحیح نہ ہو اس لئے کہ دو متضاد قول تو صحیح قرار نہیں دیئے جا سکتے اور صحابہ کرام میں اختلاف کا تقاضا بہر حال یہ ہے کہ دو صحابی ایک دوسرے کے خلاف بیان دیں اور ان کے اقوال میں تضاد ہو لازماً ایک قول کو صحیح کہنا ہوگا اور دوسرا قول باطل ہوگا۔[2]

[1] ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم ۲/۸۱،۸۲ [2] جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۲/۸۲،۸۸،۸۹

امام شافعی کے شاگرد امام مزنی کا صحابہ کے اختلاف کے بارے میں ریمارک

جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں اختلاف ہوا بعض نے بعض کی رائے کو غلط کہا اور اس کے اقوال پر اعتراض کئے اور تعاقب کیا اگر ان کے تمام اقوال سبھی کے نزدیک درست ہوتے تو وہ ایک دوسرے کی غلطیاں نہ نکالتے (دیکھئے) عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں آپس میں الجھ پڑے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا بالکل ٹھیک ہے جب کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا اس لئے جائز تھا کہ کپڑے عام طور پر میسر نہ تھے عمر خفگی کے عالم میں باہر آئے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو صحابی ایک مسئلہ میں جھگڑ رہے ہیں کس کی رائے کو درست سمجھا جائے؟ میرا فیصلہ ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ درست کہتے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوئے لیکن سن لیجئے جو شخص اس مسئلہ میں اختلاف کرتا ہوا پایا گیا وہ میری سزا سے بچ نہ سکے گا۔[1]

نیز وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اختلاف کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے اور اس کو مستحسن جانتا ہے اور اس بات کا قائل ہے کہ جب دو عالم کسی مسئلہ میں اجتہاد کریں گے ایک اسکو حلال کہتا ہے اور ایک حرام تو کیا دونوں کی رائے صحیح ہے اور کیا دو متضاد خیالات کو درست کہنا کسی نص کی بنا پر ہے یا قیاس پر اس کا انحصار ہے اگر وہ کہے کہ اس کی بنیاد نص پر ہے تو ہم قطعاً اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے اس لئے کہ جب کتاب اللہ میں اختلاف کو مستحسن نہیں سمجھا گیا تو وہ کون سی نص ہے جس میں اختلاف کو مستحسن جانا گیا ہے اگر وہ قیاس پر بنیاد قائم کرتا ہے تو ہم کہیں گے کہ اصول نصوص تو اختلاف کی نفی کرتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ ان پر اختلاف کے جواز کا قیاس کیا جائے کوئی عقلمند انسان اس قسم کی لایعنی بات نہیں کہتا چہ جائیکہ ایک عالم انسان کی زبان سے اس قسم کی بات نکلے۔[2]

اعتراض: اگر کوئی کہنے والا کہے کہ یہ قول جس کا آپ نے امام مالک سے ذکر کیا ہے کہ حق ایک ہے اس میں تعدد نہیں ہے یہ مخالف ہے اس قول کے جو المدخل الفقھی للاستاذ الزرقاء (۸۹/۱) میں ہے: ابو جعفر منصور اور ہارون الرشید نے خیال ظاہر کیا کہ کیوں نہ عباسی سلطنت

---

[1] جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۲/ ۸۳،۸۴ [2] جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۲/ ۸۹

میں امام مالک کے مذہب اوران کی تالیف کردہ کتاب مؤطا کو عدالتوں میں قانونی حیثیت دے دی جائے امام مالک نے انہیں اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام فروع میں اختلاف رکھتے تھے اور وہ مختلف شہروں میں آباد ہوگئے اور ہر صحابی راہ ثواب پر ہے۔

میں کہتا ہوں : جواب: امام مالک کی طرف سے ذکر کردہ قول بہت مشہور ہے لیکن اس کے آخر میں **کُلٌّ مُصِیْبٍ** کا جملہ قابل اعتماد روایات (الانتقاء لابن عبد البر ص۴۱، کشف المغطا فی فضل المؤطا ص۶،۷ للحافظ ابن عساکر، تذکرۃ الحفاظ للذھبی ۱/۱۹۵) میں نہیں ہے۔ جس پر معترض کی بنیاد ہے البتہ ایک روایت حلیۃ الاولیاء (۶/۳۳۲) میں ہے۔ جس کی سند میں مقداد بن داؤد راوی ہیں جس کو امام ذہبی نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے نیز اس روایت میں **کُلٌّ عِنْدَ نَفْسِہٖ مُصِیْبٌ** کے الفاظ ہیں، معلوم ہوا کہ مدخل کی روایت یقینی نہیں ہے، لہٰذا اعتراض رفع ہوگیا پھر یہ روایت اس ثقہ روایت کے منافی ہے جس میں امام مالک سے صراحتاً منقول ہے کہ اختلاف کی صورت میں حق ایک جانب ہے اور تمام جلیل القدر صحابہ تابعین عظام، ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن عبد البر کی وضاحت: اگر دو متضاد صورتوں میں دونوں کو صحیح کہا جائے تو سلف صالحین ایک دوسرے کو خطا کی جانب منسوب نہ کرتے اجتہادات، قضایا، فتاویٰ اور عقل سلیم بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ دو متضاد چیزیں دونوں ہی درست ہوں کسی نے خوب کہا۔

اِثْبَاتُ ضِدَّ یْنِ مَعًا فِیْ حَالٍ ☆ اَقْبَحُ مَایَاْتِیْ مِنَ الْمُحَالِ

''دومتضاد نظریات کو اکھٹا صحیح ثابت کرنا بدترین محال چیز کو ثابت کرنا ہے''[1]

اعتراض: اگر یہ روایت صحیح نہیں تو پھر امام مالک نے منصور عباسی کو مؤطا کو جمع کرنے سے کیوں روکا۔

جواب: اس بارے میں جس قدر روایات مروی ہیں ان سب میں حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ روایت (شرح اختصار علوم الحدیث ص۳۱) نہایت عمدہ ہے جس میں مذکور ہے کہ امام مالک نے کہا۔ ((اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا وَاطَّلَعُوْا عَلٰی اَشْیَاءَ لَمْ نَطَّلِعْ عَلَیْھَا)) ''لوگوں نے بھی مسائل کو یکجا کیا ہے اور بعض ایسی معلومات فراہم کی ہیں جن پر مجھے اطلاع نہیں''

امام مالک کا مقصود یہ تھا کہ مؤطا مالک کو قانونی حیثیت نہ دی جائے اس لئے کہ دیگر ائمہ نے بھی حدیث کے مجموعے تیار کئے ہیں اور ان میں ایسی معلومات ہیں جن کا مجھے علم نہ ہوسکا

[1] جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۲/۸۸

اس لئے مؤطا کو قانونی حیثیت دینا صحیح نہیں ،اگر غور کیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ امام مالک (رحمہ اللہ) کا یہ قول ان کے احتیاط اور انصاف پر مبنی ہے معلوم ہوا کہ اختلاف میں قطعاً خیر کا پہلو نہیں ہے وہ شر ہی شر ہے البتہ بعض اختلافات ایسے ہیں جن پر مواخذہ ہوتا ہے جیسا کہ مذہبی تعصب ایک مہلک چیز ہے اور صحابہ کرام ائمہ عظام کا اختلاف اس سے قبیل سے نہیں ہے اور نہ ہی انہیں اس پر مواخذہ ہوگا۔حَشَرَنَا اللّٰهُ فِیْ زُمْرَتِهِمْ وَ وَفَّقَنَا لِاتِّبَاعِهِمْ

صحابہ اور مقلدین کے اختلاف میں سبب کے لحاظ سے فرق

پس معلوم ہوا کہ مقلدین کے اختلافات صحابہ کرام کے اختلافات سے کچھ مماثلت نہیں رکھتے صحابہ کرام کا اختلاف اضطراری نوعیت کا تھا اس لئے کہ وہ اختلاف سے کوسوں دور بھاگتے تھے،لیکن مقلدین میں اگر چہ اختلاف سے بچاؤ کی صورت پیدا ہو بھی جائے تو پھر بھی اختلاف کو ختم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے گویا کہ انہیں اتفاق سے سخت نفرت ہے۔

اثرات کے لحاظ سے بھی ان میں واضح فرق کی کیفیت

اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان اگر چہ فروع میں کچھ اختلاف تھا اس کے باوجود وہ کوشاں رہتے کہ ان کی صفوں میں وحدت قائم رہے اور اس کے حصول میں ان کی مساعی قابل رشک ہیں وہ ان ذرائع سے کنارہ کش رہتے جن سے ان میں افتراق کی خلیج حائل ہونے کا اندیشہ ہو غور کیجئے ان میں اس ذہن کے حضرات بھی موجود ہیں جو جہری نماز میں امام کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھنے کو مشروع کہتے جب کہ غیر مشروع کہنے والے بھی موجود تھے ان میں رفع الیدین کے استحباب کے قائل بھی تھے اور وہ بھی جو اس کو غیر مستحب سمجھتے تھے ان میں وہ لوگ بھی تھے جو اس بات کے قائل تھے کہ عورت کے جسم کو چھو لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور وہ لوگ بھی جو اس کے قائل نہ تھے اس کے باوجود وہ ایک صف میں ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرتے اور اس امام کی اقتداء میں پس وپیش نہ کرتے جن کا مسلک ان کے مسلک کے خلاف ہوتا۔

مقلدین کا آپس میں اختلاف

لیکن مقلدین کا اختلاف اس سے بالکل مختلف ہے اور اس کے آثار بالکل واضح ہیں

کیا یہ حقیقت نہیں کہ کلمہ شہادت کے بعد نماز دین اسلام کا بہت بڑا رکن ہے اس میں ان کے اختلاف کا اندازہ لگا لیجئے کہ کبھی مقلدین ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں دلیل یہ پیش کرتے ہیں امام چونکہ (بطور مثال) حنفی مسلک کا نہیں ہے اس کی نماز باطل یا مکروہ ہے اس لئے ہماری نماز بھی باطل ٹھہرے گی اس قسم کی باتیں نہ صرف یہ کہ بعض مقلدین کی زبان سے سنی گئی ہیں بلکہ ہمارے چشم دید واقعات ہیں کہ یہ لوگ مخالف نظریات رکھنے والے کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے الگ نماز ادا کر لیتے ہیں مزید تعجب تو اس بات پر ہے کہ مشہور مذاہب کی بعض کتابوں میں نماز باطل یا مکروہ ہونے پر نص موجود ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک مسجد میں چار محراب ہیں اور باری باری اپنے اپنے مقلدین کی مختلف ائمہ نماز کی امامت کراتے ہیں اور جب ایک امام نماز کی امامت کرا رہا ہوتا ہے تو دوسرے امام کے مقلدین اپنے امام کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔[1]

شدید اختلاف کی مثال

مقلدین کا جو آپس میں اختلاف ہے وہ سنگین صورت حال اختیار کر گیا ہے چنانچہ حنفی مرد اور شافعی مسلک کی عورت کے درمیان نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، احناف کے مشہور عالم مفتی الثقلین کا فتویٰ ہے کہ حنفی مرد کا شافعی عورت کے ساتھ نکاح کرنا تو جائز ہے (لیکن بلحاظ مفہوم کے) شافعی مرد کا حنفی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ جواز کی صورت میں شافعی عورت کو اہل کتاب کے مرتبہ میں اتار کر اس سے نکاح کی اجازت دی جائے گی لیکن دوسری صورت میں جس طرح کوئی اہل کتاب کا مرد کسی مسلمان عورت کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح کسی شافعی کو حنفی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔[2]

اس قسم کی امثلہ فقہ کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں ہم نے محض اپنے ادّعا کو ثابت کرنے کے لئے یہ مثال پیش کی ہے تا کہ قارئین کو معلوم ہو کہ مقلدین میں جو اختلاف ہے اس کے کس قدر نا گفتہ بہ نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور کیا مقلدین کے اختلاف کو صحابہ کرام کے اختلاف

---

[1] کتاب مالا یجوز فیہ الخلاف ص ۶۵-۷۲ فصل ثامن کا مطالعہ کریں آپ اس میں متعدد امثلہ پائیں گے ان میں سے بعض امثلہ کا ظہور از ہر یونیورسٹی کے علماء سے بھی ہوا ہے [2] البحر الرائق۔

کے ساتھ کچھ نسبت ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

صحابہ کرام میں اختلاف سے امت مسلمہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا اس لئے ہم زوردار لفظوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اختلاف روکنے کی آیات کی ان سے نہ مخالفت ہوتی ہے اور نہ وہ ان کے مصداق ہیں البتہ متاخرین فقہاء کا دامن یقیناً ملوث ہے ان کے اختلاف کے نتائج بد سے امت مسلمہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ هَدَانَا اللّٰهُ اِلٰی صِرَاطِهِ الْمُسْتَقِيم

اگر مقلدین کے اختلاف کے برے نتائج سے صرف انہیں ہی واسطہ ہوتا اور اس کے نقصانات ان کے غیر کی طرف متعدی نہ ہوتے تو کچھ حرج نہ تھا لیکن افسوس تو اس بات پر ہے کہ ان کے آپس کے اختلافات نے غیر مسلموں کو اسلام سے بدظن کر دیا چاہئے تو یہ تھا کہ اسلام کی پاک صاف دعوت پر وہ لبیک کہتے اور کثرت کے ساتھ اسلام کے سایہ میں پناہ لیتے لیکن آپس کے اختلافات نے انہیں بددل کر دیا اور وہ اسلام پر اعتراضات کرنے لگے۔[1]

ایک واقعہ: امریکہ کی یونیورسٹی پرنسٹن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ایک نمائندے نے سوال اٹھایا کہ مشرق وسطیٰ اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلام کی طرف دعوت دینے والے لوگ کیا اسلام کی ان تفاصیل کا ذکر کرتے ہیں جن کا ذکر اہل سنت کرتے ہیں یا وہ تعلیمات پیش کرتے ہیں جو شیعہ امامیہ زیدیہ کی فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور کون نہیں جانتا کہ ان دونوں کے نقطہ نظر اور تعلیمات میں نمایاں تضاد موجود ہے اور غیر ممالک لوگ جب مختلف نظریات سنتے ہیں تو حیرت ان کے دامن کو تھام لیتی ہے اور وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کن نظریات کو اپنایا جائے اور کون سے اصول ہیں جنہیں اسلام کا صحیح اصول قرار دیا جائے وہ شک و تذبذب میں واقع ہو جانے کی وجہ سے اسلام کی طرف دعوت دینے والوں کے بارے میں مذبذب ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ تو خود کسی واضح نصب العین سے ناواقف ہیں اور گمراہ ہیں انہیں خود روشنی کی ضرورت ہے۔

علامہ البانی کی وضاحت

میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں: کہ میں نے غزالی کی زندگی کے آخری ایام میں ان کی تالیفات کا ملاحظہ کیا مثلاً ان کی وہ کتاب جو اس عنوان کے ساتھ ہے (اَلسُّنَّةُ النَّبَوِيَّةُ بَيْنَ اَهْلِ الْفِقْهِ وَاَهْلِ الْحَدِيْثِ) ''سنت نبویہ کا فقہاء اور محدثین کے ہاں کیا مقام ہے''

---

[1] ظلام من الغرب للغزالی ص ۲۰۰

اس نے اپنے بارے میں قارئین کو باور کرایا کہ وہ بھی فقہاء اور محدثین کے زمرہ میں شامل ہے جب کہ ہم اس سے پہلے ان کی کتب میں ذکر کردہ بعض احادیث اور بعض فقہی مسائل میں ان کے مناقشات اور دیگر کچھ کتابوں میں ان کی تحریریں قارئین کو اس بات سے آگاہ کر رہی تھیں کہ غزالی سنت سے منحرف ہو چکا ہے صحیح اور ضعیف احادیث پر وہ محدثین کے نقطہ نظر کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ اپنی عقل کو فیصل قرار دیتا ہے چنانچہ وہ نہ تو علم حدیث اور نہ اس کے قواعد کا خیال رکھتا ہے اور نہ ہی ان اہل علم کو کچھ حیثیت دیتا ہے جو علم حدیث کی معرفت رکھتے ہیں بلکہ وہ فن حدیث میں سپیشلسٹ ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ بعض اوقات ضعیف حدیث کو بھی صحیح قرار دے دیتا ہے اور بعض صحیح متفق علیہ حدیث کو ضعیف حدیث قرار دینے سے ہچکچاتا نہیں ایسی مثالیں واضح طور پر اس کے اس تعاقب میں موجود ہیں جو اس نے میرے اس مقدمہ پر تعاقب کیا ہے جسے میں نے غزالی کی کتاب فقہ السیرۃ کے آغاز میں تحریر کیا چنانچہ اس کتاب میں تحریر کردہ احادیث کی تخریج کتاب کے چوتھے ایڈیشن میں موجود مجھ سے کسی ازہری علم دوست نے مطالبہ کیا کہ میں اس کتاب پر علمی مقدمہ تحریر کروں چنانچہ میں عجلت کیساتھ اس کی تخریج میں مشغول ہو گیا مجھے یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہ شخص تو سنت اور سیرت نبویہ کا زبردست اہتمام کر رہا ہے اور اس کے دل میں یہ جذبہ کارفرما ہے کہ سیرت نبویہ کو اس سے تحفظ ہونا چاہئے کہ اس میں ہرگز ایسی باتیں شامل نہیں ہونی چاہئیں جن کا تعلق سیرت نبویہ سے نہیں ہے چنانچہ اس نے تخریج کے میرے اس کام کا ملاحظہ کیا تو مسرت کا اظہار کیا اور میرے علمی کام کو خراج تحسین پیش کیا چنانچہ اس نے اس عنوان کے تحت میری تخریج کا تعاقب کرتے ہوئے یہ عنوان سپرد قلم کیا کہ اب اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کے بارے میں وضاحتیں ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ اس نے برملا اپنے نقطہ نظر کو پیش کیا کہ وہ ضعیف حدیث کے قبول کرنے میں کچھ ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا جب کہ وہ کتاب کے متن کی جانب توجہ کرتے ہوئے صحیح احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھتا دراصل وہ قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ہاں اس قسم کی تخریج کا کچھ مقام نہیں ہے وہ کھلے لفظوں میں اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ میں اس قسم کی تنقید کو نہیں مانتا ہوں جس سے ایک شخص دوسرے سے اختلاف کرتا ہے کس قدر تعجب خیز بات ہے کہ ایک امام کے نزدیک حدیث مقبول ہے جبکہ دوسرے کے ہاں نہیں ہے اس طرح تو دین خواہشات نفسانی کا مجموعہ بن جائے گا کہ جس میں ہر شخص کی الگ الگ رائے ہے اور اس کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے ہر شخص کی اپنی سوچ ہے اور اس کا نظریہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا یہ ادعاء تمام مسلمان علماء کے مسلک حقہ کے خلاف ہے وہ سبھی شدت کے ساتھ اس نظریے کے قائل ہیں کہ اسناد پر دین اسلام کا انحصار ہے اگر اسناد کا وجود نہیں ہے تو پھر ہر شخص جو چاہے گا اسے دین سمجھ لے گا اور غزالی نے اپنی سیرت کی کتاب کی اکثر احادیث میں اس رائے کو ترجیح دی

ہے اللہ اس کو ہدایت سے نوازے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی کتاب میں کثرت کے ساتھ معضل اور مرسل روایات موجود ہیں جب کہ متعدد روایات ایسی ہیں جن کی اسناد صحیح نہیں ہے یہ بات ہر اس شخص کے سامنے ہے جو اس کتاب پر میری تخریج کا ملاحظہ کرے گا۔

اس کے باوجود وہ شخص فرط مسرت کے ساتھ اس عنوان پر رقم طراز ہے کہ میں نے صحیح راستہ اختیار کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور میں نے ثقہ مصادر اور مراجع پر اعتماد کیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ میں نے اس میدان میں قابل تحسین کام سرانجام دیا ہے اور میں نے ایسی احادیث کو منضبط کیا ہے جن کے مطالعہ سے ایسا شخص جو صاحب بصیرت اور علم دوست ہے وہ بھی مطمئن ہوگا

لیکن اگر ان سے دریافت کیا جائے وہ کون سا اصول ہے جس پر آپ اپنے اجتہاد کی بنیاد رکھ رہے ہیں کیا وہ علم حدیث کے اصول ہیں جن سے صرف اتنی رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ سیرت نبویہ کی صحت اس سے معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا جواب وہ صرف یہ دیتے ہیں کہ صحت کیلئے صرف متعین شخص کی رائے پر اعتماد کرنا ہوتا ہے اس کے غلط ہونے میں کچھ شک نہیں اشارتا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس دلیل سے ایسی حدیث صحیح متصور ہوتی ہے حالانکہ اسکی اسناد صحت سے ہمکنار نہیں ہوتی اور ایسی حدیث جس کی اسناد صحیح ہے وہ ضعیف قرار پاتی ہے جیسا کہ میں نے اس بات کو ابھی مقدمہ میں واضح کیا ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اگر اس سے استفسار کیا جائے کہ اس نے فقہ السیرہ کے چوتھے ایڈیشن کے آغاز میں جس ضابطے کا ذکر کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس نے بقیہ ایڈیشنوں میں مثلاً دمشق وغیرہ کے دار القلم ایڈیشن میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے کہیں اسے یہ فکر دامن گیر تو نہیں ہوا کہ پہلے ایڈیشن میں اس کا ذکر تو اسلئے کیا گیا تا کہ اس کی کتاب عام مطالعہ کرنے والے لوگوں کے درمیان شہرت پذیر ہو جائے جو ایسے مؤلفین کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو سنت کی خدمت کرتے ہیں اور سنت سے مدافعت کرتے ہیں اور علمی قواعد کے تقاضوں کے مطابق احادیث ضعیفہ کو احادیث صحیحہ سے تمیز دیتے ہیں وہ ہرگز شخصی آراء پر اعتماد نہیں کرتے اور نہ ہی مختلف الخیال اہل علم سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ غزالی نے اسی ہی انداز کو اپنایا اللہ اس کو راہ ثواب پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی کتاب کے آخر میں غزالی نے ایک سرخی قائم کی ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ فقہاء اور محدثین کے درمیان سنت نبویہ کی حیثیت کیا ہے اس سرخی کے انعقاد سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ غزالی راہ اعتدال پر رواں دواں ہے اور محدثین اور ان کی قابل قدر مساعی کی اس کے نزدیک کچھ قدر و قیمت نہیں ہے حالانکہ وہ سالہا سال سے سنت نبویہ کی خدمت میں مصروف کار رہے اور صحیح احادیث کو ضعیف سے الگ کر دیا ہے اسی طرح اس کے نزدیک ائمہ فقہاء کی مساعی بھی قابل احترام نہیں ہیں جنہوں نے فقہ الحدیث

کے فن میں اصول وضع کئے اور اس سے فروع کا استنباط کر کے ایک علمی کام کیا ہم نے محسوس کیا کہ غزالی صاحب جس اصول کو چاہتا ہے اسے ذکر کر دیتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اسے ذکر نہیں کرتا کسی قانون اور کسی قاعدہ پر اس کی بنیاد نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم اور صاحب فضیلت لوگوں نے اس کے اس غلط انداز پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے اس کا رد کیا ہے، چنانچہ بہترین رد جو میری نظر سے گزرا وہ ڈاکٹر ربیع بن هادی المدخلی کا ہے جو ماہنامہ المجاہد الافغانیہ شمارہ نمبر ۱۹ میں اشاعت پذیر ہوا، نیز فاضل دوست صالح بن عبد العزیز بن محمد آل الشیخ نے اس کے رد میں المعیار لعلم الغزالی کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔

علامہ محمد سلطان معصومی کا بیان

علامہ صاحب اپنی کتاب هَدِيَّةُ السُّلطَان اِلٰی مُسلِمِی بِلَادِ يَابَان کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں: مشرق بعید ٹوکیو اور اوساکا (جاپان) کے مسلمانوں کی جانب سے ایک فتویٰ موصول ہوا جس میں انہوں نے استفسار کیا تھا کہ دین اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ کیا وہ شخص جو دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ چار مشہور مذاہب میں سے ایک مذہب کا پیروکار بنے؟ یعنی وہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذہب اختیار کرے یا یہ ضروری نہیں ہے اس سوال کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جب بابونیہ کے آزاد خیال لوگوں نے دین اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ٹوکیو میں مسلمانوں کی جمعیت سے استفسار کیا کہ ہمیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کون سا مذہب اختیار کرنا چاہئے اس پر ہندوستان کے علماء نے کہا کہ تمہیں امام ابوحنیفہ کا مذہب اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ امام ابوحنیفہ امت مسلمہ کے روشن چراغ تھے اور انڈونیشیا جاوا کے علماء نے کہا کہ امام شافعی کا مذہب اختیار کرنا چاہئے جب مسلمان ہونیوالے جاپانیوں نے اس اختلاف کا مظاہرہ دیکھا تو وہ حیرت زدہ ہوگئے انہیں سخت تعجب لاحق ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ اسلام میں مذاہب کا مسئلہ بڑا عجیب ہے اب ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کون سا مذہب اختیار کریں اس وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہونے سے محروم رہے

تیسرا شبہ: بعض مقلدین کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ جو لوگ اتباع سنت کی رٹ لگا رہے ہیں اور ائمہ کرام کے اقوال کے تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں جو سنت کے مخالف ہیں وہ دراصل مطلقاً ائمہ کرام کے اقوال تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور ان کے اجتہادات اور آراء

سے استفادہ کرنا پسند نہیں کرتے اسلام میں اس قسم کی منافرت کی کچھ گنجائش نہیں۔

جواب: ان لوگوں کی طرف سے یہ شوشہ جو کھڑا کیا جاتا ہے کہ ہم ائمہ کرام کے اجتہادات سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور ان کی آراء کو کچھ حیثیت نہیں دیتے اس کے غلط ہونے پر ہماری تحریریں شاہد ہیں ہم دراصل جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ یہ ہے کہ سنت کا تباع کیا جائے اور کسی فقہی مذہب کو دین اسلام نہ سمجھا جائے اور نہ اس کو کتاب وسنت کا نام دیا جائے، جب کسی مسئلہ میں اختلاف رونما ہو تو ہم اس کے حل کیلئے کتاب وسنت کو چھوڑ کر فقہی مذہب کی طرف رجوع کریں یا پیش آمدہ جدید مسائل کے حل میں فقہی مذاہب کی کتابوں سے استنباط کریں جیسا کہ موجودہ دور کے فقہاء نئے مسائل میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے جدید موشگافیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اختلاف کو رحمت قرار دیتے ہوئے مصلحت، رخصت، آسانی کی آڑ میں نت نئے شگوفے پیدا کر رہے ہیں اور جس امام کے قول میں آسانی ہے اسکے قول کی روشنی میں فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے جو شریعت اسلامیہ کی روح کے منافی ہے سلیمان تیمی کا قول کس قدر ہمارے نظریہ کی تائید کر رہا ہے۔

سلیمان تیمی کا قول: اگر آپ ہر عالم کی رخصت پر عمل کرنے لگیں تو آپ تمام قسم کے شر کو اپنے دامن میں لپیٹ لیں گے۔[1] عقبہ کہتے ہیں کہ سلیمان تیمی کے اس قول پر اجماع ہو چکا ہے جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔

البتہ جس مسئلہ میں کتاب وسنت خاموش ہیں یا ان میں وارد مسئلہ کسی وضاحت کا محتاج ہے تو ائمہ کے اقوال کا مطالعہ کرنا اور انکے اختلاف کا جائزہ لیکر حق معلوم کرنا اور فائدہ حاصل کرنا اور اقوال کی روشنی میں وضاحت سے ہم کنار ہونا یہ ایسے امور ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا، ہمارا اپنا اصول یہ ہے کہ ایسے حالات میں ہم ان سے فوائد اخذ کرتے ہیں اور دیگر علماء کو بھی رغبت دلاتے ہیں اس لئے کہ کتاب وسنت کے راستے پر چلنے والوں کیلئے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کا قول: اے میرے بھائیو! اصول کی حفاظت کرو اور ان کا خیال رکھو اور یقین کرلو کہ جو شخص سنن اور احکام کی حفاظت کا اہتمام کرے گا جو قرآن پاک میں منصوص ہیں اور

---

[1] جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۲/۹۱-۹۲

فقہاء کے اقوال پرغور وفکر کرے گا ان کی روشنی میں اجتہاد کرے گا اور غور وفکر کے دریچوں کو وا کرے گا سنت میں وارد جملے (جو ایک سے زیادہ معنی کے متحمل ہیں) ان کی تفسیر کرے گا اور کسی فقیہ کی تقلید سنت کی اتباع کی مانند نہیں کرے گا یعنی سنت کی اتباع تو بہر حال بلاتردد ضروری ہے اور جس طرح علماء نے سنن کی حفاظت اور اس میں تدبر کیا ہے وہ ان کے راہ سے اپنے آپ کو دور نہیں کرے گا بلکہ بحث ،فہم ،غور وفکر میں ان کی اقتداء کرے گا اور ان کی مساعی سے استفادہ کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کرے گا اور ان کے صحیح اقوال پر جو کہ بہر حال زیادہ ہیں ان کی وجہ سے ان کی تعریف کرے گا اور ان کی لغزش سے برأت نہیں کرے گا جیسا کہ خود انہوں نے بھی اپنے آپ کو بری نہیں سمجھا تو یہ انسان وہ طالب علم ہے جو سلف صالحین کی تعلیمات کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والا ہے راہ ثواب پر فائز ہے رشد وہدایت اس کی آنکھوں کے سامنے ہیں نبی ﷺ کی سنت اور آپ کے صحابہ کے طریق کی اتباع کرنے والا ہے۔[1]

اب اگر کوئی شخص کتاب وسنت میں غور وفکر نہیں کرتا اور ہمارے بیان کردہ دلائل سے روگردانی کرتا ہے اور سنن کے مقابلہ میں ائمہ کی آراء کو پیش کرتا ہے اور سنن کو اپنے مطمح نظر کے مطابق ڈھالتا ہے تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے لیکن جو شخص جہالت کا مجسمہ ہے اور تخریج کے میدان میں بلامعرفت گھوڑے دوڑاتا ہے تو وہ انتہا درجے کا گمراہ ہے بلکہ صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔

فَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ مَا بِهٖ خَفَاءُ

فَدَعْنِیْ عَنْ بُنَيَّاتِ الطَّرِيْقِ

''یہ حق ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے مجھے پگڈنڈیوں سے دور رکھو''

چوتھا شبہ: بعض مقلدین اس وہم میں مبتلاء ہیں کہ اتباع سنت اختیار کرنے میں امام کے مذہب کو ترک کرنا پڑتا ہے اور امام کے مذہب کو ترک کرنا اس کے مذہب کے غلط ہونے کے مترادف ہے اور کسی امام کو غلطی کی طرف منسوب کرنا اس کو مطعون کرنے کے مترادف ہے حالانکہ کسی عام مسلمان کو مطعون کرنے سے روکا گیا ہے تو ایک امام کو کیسے مطعون کرنا جائز ہوسکتا ہے؟۔

---

[1] جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۱۷۲/۲

جواب: ذکر کردہ وہم بالکل باطل ہے اگر تفقہ بالسنہ کا خیال رکھا جاتا تو یہ وہم بالکل پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور کسی عقلمند مسلمان کی زبان سے اس قسم کے کلمات نہیں نکل سکتے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:((**اذا حکم الحاکِمُ فاجتھد فاصاب فلهُ اجرانِ وَاذا حکمَ فاجتھد فاخطأ فله اجرٌ واحدٌ**))[1] ''جب فیصلہ کرنے والا صحیح اجتہاد کرتا ہے تو اس کو دو گنا ثواب ملتا ہے اور جب فیصلہ کرنے والا غلط اجتہاد کرتا ہے تو اس کو ایک ثواب حاصل ہوتا ہے''

اس حدیث کی روشنی میں شبہ **ھباءً مَّنثُورًا** ہو جاتا ہے اور یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ کسی قائل کا یہ کہنا کہ فلاں امام کا قول غلط ہے اس کا مطلب شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں یہ ہے کہ غلطی کی وجہ سے ایک ثواب کا حق دار ہے پس جب وہ امام اس انسان کے خیال میں اجرو ثواب کا حق دار ہے جو اس کے قول کو غلط کہہ رہا ہے تو اس کے قول کو غلط کہنے سے کب لازم آتا ہے کہ اس کے نزدیک امام مطعون ہے بلاشبہ یہ وہم باطل ہے اس سے رجوع کرنا ضروری ہے۔

یاد رکھئے وہ شخص جو کسی عام مسلمان کو خطا کی جانب منسوب کرتا ہے بلکہ صحابہ کرام تابعین ائمہ مجتہدین کو خطا کی طرف منسوب کرتا ہے اس کا یہ فعل قابل ملامت نہیں ہے اس لئے کہ ہم برملا اس بات کے اظہار میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتے ہیں کہ جلیل القدر ائمہ ایک دوسرے کو خطا کی جانب منسوب کرتے رہے اور بعض مسائل میں انکار کرتے رہے، (امام مزنی اور حافظ ابن رجب کی طرف سے تصریحات پہلے آ چکی ہیں) تو کیا کوئی عاقل انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ بعض ائمہ نے بعض کو مطعون قرار دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔[2]

کیا یہ واقعہ صحیح نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق کو خطا کی جانب منسوب کیا جب کہ اس نے ایک خواب کی تعبیر کی جو ایک صحابی کو نظر آیا تھا آپ ﷺ نے تعبیر کے ایک حصے کو صحیح اور دوسرے کو غلط قرار دیا تو کیا رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کو مطعون قرار دیا؟۔[3]

سخت تعجب کی بات ہے کہ یہ وہم انہیں اتباع سے روک رہا ہے جبکہ ان کے امام کا مذہب سنت کے خلاف ہے ان کے نزدیک اتباع سنت کرنا گویا کہ امام کو مطعون کرنا ہے اور سنت

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ۲۱ ح ۷۳۵۲، صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب ۶ ح ۱۵ [2] عربی کتاب ص ۶۲ میں امام مزنی کا قول اور ص ۵۴ میں حافظ ابن رجب کا قول ملاحظہ فرمائیں [3] صحیح بخاری ح ۷۰۴۶ کتاب التعبیر باب ۴۷، صحیح مسلم کتاب الرؤیا باب ۳ ح ۱۷، اس سبب کو معلوم کرنے کیلئے الصحیحہ ح ۱۲۱ کا مطالعہ کریں

کو چھوڑنا اور امام کی اتباع کرنا امام کی تعظیم اور اس کے احترام کے مترادف ہے یہی وجہ ہے کہ مقلدین اپنے امام کی تقلید پر مصر ہیں تاکہ موہوم طعن سے محفوظ رہ سکیں۔

یہ لوگ فراموش کر جاتے ہیں کہ وہ اس موہوم طعن سے بچنے میں اس سے شدید طعن میں گرفتار ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص ان سے کہے کہ اگر کسی امام کی اتباع امام کے احترام کو مستلزم ہے تو یہی فارمولا سنت کی اتباع پر بھی چسپاں کیوں نہیں کرتے اور کس بناء پر سنت کی مخالفت کی اجازت دیتے ہو اور اس کے مقابلہ میں امام کی اتباع پر زور دیتے ہو حالانکہ کوئی امام معصوم نہیں اور اس پر طعن لگانا باعث کفر نہیں لیکن انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور ان پر طعن کرنا کفر ہے، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ان کے نزدیک امام کی مخالفت تو طعن کے مترادف ہے لیکن رسول اللہ کی مخالفت جس کے طعن ہونے میں کوئی کلام نہیں وہ طعن کو مستلزم نہ ہو حالانکہ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں انبیاء کی مخالفت تو کفر ہے۔ **وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ**

ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ان مقلدین کے پاس ان واضح دلائل کا کچھ جواب نہیں ہے بعض مقلدین کی زبان سے صرف ایک کلمہ سننے میں آیا ہے کہ ہم سنت کو ترک اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے امام کے مذہب پر کلی اعتماد ہے اس لئے کہ وہ ہم سے سنت کے زیادہ واقف تھے ہم نے اس قسم کے ہفوات کا جواب مختصر انداز میں پیش کیا ہے اس پر غور و فکر کریں تو یہ وہم بھی ختم ہو جائے گا تاہم ان سے الگ اس کا فیصلہ کن جواب سنئے۔

فیصلہ کن جواب: ہم اس بات کا صاف صاف اظہار کرتے ہیں کہ صرف تمہارے مذہب کا امام ہی سنت سے زیادہ واقف نہ تھا یہاں تو سینکڑوں ایسے امام ہیں جو تمہارے امام سے زیادہ سنت سے واقف تھے، فرض کیجئے! اگر سنت صحیحہ تمہارے مذہب کے امام کے خلاف ہو اور سنت صحیحہ کے موافق کسی امام کا مذہب بھی ہو تو کیا ایسی صورت میں تمہارے نزدیک بھی سنت صحیحہ کے مطابق چلنا ضروری نہیں ہے اور اس کی مخالفت کرنا جائز ہے کیا سنت صحیحہ کی متابعت کرنے والے ائمہ کے معتقدین جب یہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے امام پر اعتماد ہے اس نے سنت صحیحہ کی روشنی میں یہ مسلک اختیار کیا ہے؟ تو آپ کا جواب کیا ہوگا! کیا امام کی اتباع ضروری ہوگی؟ جو سنت کی مخالفت کر رہا ہے یا اس امام کی اتباع ضروری ہوگی جو سنت کی موافقت کر رہا ہے۔

ضروری اعلان: مقدمہ کے آخر میں ایک اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت کو سنت صحیحہ ثابتہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اس کے مطابق نماز ادا کی جائے جو شخص اس کیفیت کے مطابق نماز ادا نہیں کرتا ہے وہ قطعاً معذور نہیں ہے ہم نے نماز کی کیفیت بیان کرنے کے سلسلہ میں ان چیزوں کو بیان نہیں کیا جن کے چھوڑنے پر علماء کا اتفاق تھا اور جن مسائل کو پیش کیا گیا ہے ان پر علماء کے ایک گروہ کی تصدیق موجود ہے۔

اور جن علماء نے ان مسائل کو تسلیم نہیں کیا ہے ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں اور عام مشہور قاعدہ کے مطابق ایک ثواب کے حق دار ہیں اس لئے کہ انہیں نص نہ پہنچی یا نص پہنچنے کا انداز ایسا تھا جو انہیں مطمئن نہ کر سکا اور ان کے ہاں نص کا حجت ہونا ثابت نہ ہو سکا یا کسی دیگر معقول عذر کی وجہ سے انہوں نے مخالفت کی لیکن ان کے بعد جن لوگوں کے سامنے حق ظاہر ہو گیا اور نصوص واضح ہو گئے انہیں ائمہ کی تقلید کرنے میں کچھ عذر نہیں اس لئے تقلید کو خیر باد کہنا ضروری ہے اور نص معصوم کی اتباع کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ (الانفال:۲۴) ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکم کو قبول کرو جب وہ تمہیں بلائیں اس لئے کہ وہ تمہارے دلوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور اس بات کو جان لو کہ اللہ کی ذات آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ ہی کی جانب تم جمع کئے جاؤ گے''

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ وهو نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

وصلى الله علىٰ محمد وعلىٰ آله وصحبه وسلم والحمد لله رب العالمين

محمد ناصر الدین الالبانی

دمشق ۱۳۸۱/۵/۲۰ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

رسول اکرم ﷺ کا نماز ادا فرمانے کا طریقہ

رخ کعبہ کی جانب کرنا

رسول اکرم ﷺ جب نماز ادا فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز فرض ہوتی یا نفل اپنا رخ کعبہ کی جانب فرماتے۔[1]

چنانچہ ایک قولی حدیث میں آپ نے ﷺ اس کا حکم اس صحابی کو بھی دیا (جس نے جلدی جلدی رکوع وسجود کر کے نماز ادا کی تھی) آپ ﷺ نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا جب تو نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے تو اچھے انداز سے وضو کرنا پھر قبلہ رخ کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہنا۔[2]

البتہ جب آپ ﷺ سفر میں سواری پر نفل اور وتر ادا کرنیکا ارادہ فرماتے تو جدھر سواری کا منہ ہوتا اسی طرف آپ ﷺ کا رخ ہوتا خواہ مشرق ہو یا مغرب کسی طرف اس کا رخ ہوتا۔[3]

قرآن کی آیت اس پر شاہد ہے: ﴿فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾[4]

''تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے''[5]

اور کبھی آپ ﷺ کا یہ معمول بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب آپ اونٹنی پر نوافل ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ کی جانب کرتے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع فرماتے اس کے بعد نوافل ادا فرماتے رہتے جس طرف بھی سواری کا رخ ہوتا۔[6]

رکوع وسجود سر کے اشارے کے ساتھ فرماتے البتہ سجدہ کی حالت میں بنسبت رکوع کے سر کو زیادہ جھکا لیتے۔[7]

---

[1] یہ کیفیت متواتر ہونے کی وجہ سے قطعی ہے اس لئے اس کی تخریج کی ضرورت نہیں آئندہ ایسی احادیث آئیں گی جو اس پر دلالت کرتی ہیں [2] صحیح بخاری ح ۷۵۷ کتاب الاذان باب ۹۵، صحیح مسلم ۱۱/۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۱، السراج، الارواء ح ۲۸۹ [3] صحیح بخاری ح ۱۰۰۰ کتاب الوتر باب ۶، صحیح مسلم ۱۴۹/۲ کتاب المسافرین باب ۳، السراج [4] البقرۃ: ۱۱۵ [5] صحیح مسلم ۱۴۹/۲ کتاب المسافرین باب ۳، ترمذی نے صحیح کہا [6] صحیح ابو داؤد ۲۲۶/۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۷۷، ابن حبان فی الثقات ۱۲/۱، الضیاء فی المختارۃ سند حسن ہے، ابن السکن نے صحیح کہا، خلاصۃ البدر المنیر لابن الملقن ۲۲/۱، ان سے پہلے عبدالحق اشبیلی نے اپنی کتاب احکام میں ح ۱۳۹۴ میں میری تحقیق کیساتھ دیکھئے مسائل احمد ۶۷/۱ بروایۃ ابن ھانی [7] مسند احمد ۱۷۴/۴، ترمذی نے صحیح کہا

لیکن جب فرض نماز ادا کرنا مقصود ہوتا تو سواری سے اتر آتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے۔[1]

خوف کی حالت میں اگر خطرہ شدید ہوتا تو آپ ﷺ نے امت کیلئے نماز خوف ادا کرنے کی اجازت فرمائی لیکن اس میں کچھ پابندی نہیں فرض نماز خواہ سواریوں پر خواہ پیدل چلتے ہوئے رخ قبلہ کی جانب رہے یا نہ رہے بہر حال ادا ہو جائے گی۔[2]

مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ فرمایا جب گھمسان کی جنگ ہو تو اس وقت اللّٰہ اکبر کہنے اور سر کے ساتھ اشارہ کرنے سے بھی فرض ادا ہو جاتے ہیں۔[3]

قبلہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ مشرق اور مغرب کے درمیان تمام سمت قبلہ ہے۔[4]

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللّٰہ ﷺ کی رفاقت میں تھے آسمان پر بادل چھا گیا تو قبلہ کے بارے میں ہمارا اختلاف ہو گیا ہم سب نے اجتہاد کیا اور تحری (ہم نے قبلہ کی سمت معلوم کرنے کی پوری کوشش کی) کے بعد ہر ایک نے الگ الگ قبلہ کی سمت معلوم کرکے اس کی جانب منہ کرکے نماز ادا کر لی اور ہم نے قبلہ رخ کو نشان زدہ کر دیا تاکہ صبح ہمیں معلوم ہو کہ کیا ہم نے قبلہ رخ نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ صبح ہونے پر معلوم ہوا کہ ہم نے قبلہ کی سمت نماز دا نہیں کی ہم نے تمام واقعہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہ لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تمہاری نماز ادا ہو گئی۔[5]

ارشاد ربانی ہے: ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾[6]

"(اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منہ مسجد حرام (بیت اللّٰہ) کی طرف پھیر لو" آیت نازل ہونے سے پہلے آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرتے تھے لیکن آیت کے نزول کے بعد بیت اللہ کی جانب منہ کرکے نماز ادا کر رہے تھے ایک دفعہ کا واقعہ

---

[1] صحیح بخاری ح ۴۰۰ کتاب الصلاۃ باب ۳۲ [2] صحیح بخاری ح ۹۴۳ کتاب صلاۃ الخوف باب ۲، صحیح مسلم ۲/۲۱۲ کتاب المسافرین باب ۵۶، ارواء الغلیل ح ۵۸۸ [3] بیہقی ۳/ ۲۵۵ سند صحیحین والی ہے

[4] صحیح ترمذی ۱/۱۰۹ اور حاکم ۱/۲۰۶ نے صحیح کہا، ارواء الغلیل ح ۲۹۲ [5] دار قطنی ۱/۲۷۱، حاکم، بیہقی، اس کا شاہد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے اور دوسرا شاہد طبرانی میں ہے، الارواء ح ۲۹۶ [6] البقرۃ: ۱۴۴

کہ لوگ قباء مقام میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے اچانک ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک پیغام لانے والا آیا جس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر آج رات قرآن پاک کی آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں آپ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے خبر دار! تم بھی اپنا رخ بیت اللہ کی جانب کرلو چنانچہ پہلے ان کا رخ شام کی جانب تھا اس کے کہنے پر تمام نمازیوں اور امام نے قبلہ کی جانب رخ کر لئے۔ [1]

قیام

ارشاد ربانی ہے:﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ﴾ [2] ''اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو'' کی روشنی میں آپ ﷺ فرض، نفل ہر نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد قیام فرماتے

سفر میں نفلی نماز سواری پر بیٹھ کر ادا فرماتے آپ نے اپنی امت کے لئے اس بات کو جاری فرمایا کہ وہ سخت خوف کے عالم میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہوئے نماز ادا کریں یا سوار ہو کر جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، ارشاد ربانی ہے:﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلٰوتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [3] ''سب نمازیں خصوصاً بیچ کی نماز (یعنی عصر) پورے التزام کیساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار جس حال میں ہو (نماز پڑھو) پھر جب امن (واطمینان) ہو جائے تو جس طریق سے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے اللہ کو یاد کرو''

صَلٰوةُ الْوُسْطٰى سے کون سی نماز مراد ہے؟ صحیح قول کے مطابق جمہور علماء کے ہاں عصر کی نماز ہے ان علماء میں امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد شامل ہیں اور اس مفہوم کی احادیث کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ [4]

اس سے پہلے بھی ایک بار آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی جب کہ آپ ﷺ بیمار تھے

---

[1] صحیح بخاری ح ۴۰۳ کتاب الصلاۃ باب ۳۱، صحیح مسلم ۶۶/۲، احمد، السراج، الطبرانی ۳/۱۰۸/۲، ابن سعد ۱/۲۴۳، الارواء ح ۲۹۰ [2] البقرۃ: ۲۳۸ [3] البقرۃ: ۲۳۸، ۲۳۹ [4] صحیح ترمذی ۱۱۴/۲، اس نے صحیح کہا۔ مسند امام احمد

اورصحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہوکرنمازادا کرنی چاہی آپ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئے نماز سے فارغ ہوکرآپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی رومیوں اور فارسیوں کا انداز اختیار کرنے لگے ہوکہ وہ اپنے بادشاہوں کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں جب کہ بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں تم نے اس طرح نہیں کرنا ہے امام کا تعین اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ بیٹھ کر نماز کی امامت کرائے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔[1]

بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں مجھے بواسیر کی تکلیف تھی میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (کیا مجھے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (ممکن ہو) تو کھڑے ہوکر نماز ادا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اگر بیٹھ کر بھی نماز ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر نماز ادا کر سکتے ہو۔[2]

بواسیر کا واحد باسور ہے اس لفظ کو باسور اور ناسور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے جب کہ باسور سے مقصود وہ ورم ہے جو دبر کے پوشیدہ حصہ میں ہوتا ہے اور ناسور سے مقصود وہ فاسد قسم کا پھوڑا ہے جو صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں فاسد مادہ موجود ہوتا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

نیز (عمران بن حصین) بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے انسان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا افضل ہے اور جو شخص بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے اس کو نصف ثواب ملے گا، خیال رہے کہ اس سے مراد وہ انسان ہے جو بیماری کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوسکتا۔[3]

علامہ خطابی کی تشریح: عمران بن حصین کی حدیث سے مراد بیمار آدمی ہے اور وہ مشقت کے ساتھ تو کھڑے ہوکر فرض نماز ادا کرنے کی سکت رکھتا ہے لیکن بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے تو اس کو نصف ثواب ملے گا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو ترغیب دلا رہے ہیں کہ نماز مشقت کے باوجود افضل یہی ہے کہ کھڑے

---

[1] صحیح بخاری ح ۶۸۸ کتاب الاذان باب ۵۱، صحیح مسلم ۱۸/۲، اسکی تخریج میری کتاب ارواء الغلیل ح ۳۹۴ کے تحت ہے [2] صحیح بخاری ح ۱۱۱۷ کتاب تقصیر الصلاۃ باب ۱۹، صحیح ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب ۱۸۰، ۱/ ۱۷۹، مسند احمد ۴/ ۴۲۶ [3] صحیح بخاری ح ۱۱۱۶ کتاب تقصیر الصلاۃ باب ۱۸، ابوداؤد ۱/ ۱۷۹، مسند احمد ۴/ ۴۲۶

ہوکرنماز ادا کی جائے حافظ ابن حجر نے علامہ خطابی کی تشریح کو سراہا ہے۔[1]

انس ﷛ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلے آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کو قیام کرنے والے کی بنسبت نصف ثواب ملے گا۔[2]

رسول اکرم ﷺ نے ایک بیمار کی عیادت فرمائی آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ گدے پر نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے گدے کو وہاں سے اٹھا دیا پھر اس نے لکڑی کے تختے پر نماز ادا کرنی چاہی آپ ﷺ نے اس کو وہاں سے دور کر دیا اور فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو زمین پر نماز ادا کرو وگرنہ اشارے سے ادا کرو البتہ سجود کی حالت میں سر کو رکوع سے نیچے رکھو۔[3]

لسان العرب میں ہے خشبـه ہر وہ لکڑی ہے جو باریک ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا اطلاق ہر لکڑی پر ہوتا ہے وہ باریک ہو یا سخت ہو، میں کہتا ہوں کہ حدیث دوسرے قول کی تائید کر رہی ہے جب کہ اس کی تفسیر پہلے قول کے مطابق بعید از امکان ہے۔

کشتی میں نماز کیسے ادا کی جائے

رسول اکرم ﷺ سے کشتی میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا اگر ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کی جائے۔[4]

فائدہ: خیال رہے ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے کا حکم کشتی میں سوار انسان کی نماز کے برابر ہے یعنی اگر نمازی کے لئے نماز میں قیام کرنا ممکن ہے تو قیام کے ساتھ نماز پڑھے وگرنہ بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز پڑھے البتہ رکوع وسجود صحیح ہو۔

رسول اکرم ﷺ جب بوڑھے ہو گئے تو آپ نے جائے نماز کے قریب ایک ستون تیار کرایا جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے۔[5]

---

[1] فتح الباری: ۴۶۸/۲ [2] مسند احمد ۴۳۳/۴، صحیح ابن ماجہ ۲۰۴/۱ کتاب الاقامۃ باب ۱۴۱ سند صحیح ہے

[3] الطبرانی، البزار ، ابن السماک ۲/۶۷، البیہقی سند صحیح ہے، الصحیحہ ح ۳۲۳ [4] البزار ۶۸، دار قطنی، السنن للمقدسی ۲/۸۲ حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [5] صحیح ابوداؤد ۱/۱۷۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۷۸، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا، الصحیحۃ ح ۳۱۹، الارواء ۳۸۳

رات کے نوافل کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ادا کرنا

رسول اکرم ﷺ کبھی رات بھر کھڑے ہو کر نوافل ادا فرماتے اور کبھی بیٹھ کر اور جب قرأت کھڑے ہو کر فرماتے تو قیام سے رکوع کی حالت میں منتقل ہوتے اور جب بیٹھ کر قرأت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع بھی فرماتے۔[1]

اور کبھی آپ بیٹھ کر قرأت فرماتے جب قرأت سے تیس یا چالیس آیات باقی ہوتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی تلاوت فرماتے پھر رکوع وسجود میں چلے جاتے اور دوسری رکعت میں بھی آپ کا یہی معمول ہوتا۔[2]

اپنی زندگی کے آخری سال میں آپ بیٹھ کر رات کے نوافل ادا کرتے اس لئے کہ آپ کچھ زیادہ ہی بوڑھے ہو چکے تھے۔[3] اور آپ ﷺ چوکڑی کی حالت میں بیٹھتے۔[4]

جوتے پہن کر نماز ادا کرنا اور اس کا حکم دینا

کبھی آپ نماز میں ننگے پاؤں کھڑے ہوتے اور کبھی آپ نے جوتا پہن رکھا ہوتا تھا۔[5]

امت کو اس کی اجازت عطا کرتے ہوئے فرمایا جب ایک تمہارا نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنا جوتا پہن لے یا اسے کھول کر اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے کسی کو اس سے ایذاء نہ پہنچے، ایک روایت میں آپ نے لوگوں کو جوتوں میں نماز ادا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا یہودیوں کی مخالفت کرو وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز ادا نہیں کرتے۔[6]

اور کبھی آپ نماز میں جوتوں کو اتار دیتے پھر اسی حالت میں نماز مکمل فرماتے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ہمیں نماز پڑھائی دوران نماز آپ ﷺ نے پاؤں سے جوتے اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ لئے، مقتدیوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء

---

[1] صحیح مسلم کتاب المسافرین باب ۱۵، صحیح ابو داؤد ۱/۷۹اکتاب الصلاۃ باب ۱۸۰ [2] صحیح بخاری ح۱۱۱۸کتاب تقصیر الصلاۃ باب ۲۰، صحیح مسلم ۲/۱۶۳کتاب المسافرین باب ۱۵ [3] صحیح مسلم کتاب المسافرین باب ۱۵، مسند احمد [4] نسائی، ابن خزیمہ ۱/۱۰۷/۲، السنن للمقدسی ۱/۸۰، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی [5] صحیح بوداؤد ۱/۱۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۹۰، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۷۰کتاب الاقامۃ باب ۶۶، بقول طحاوی حدیث متواتر ہے [6] صحیح بوداؤد ۱/۱۲۹ کتاب الصلاۃ باب ۹۱، الزوائد للبزار ص ۵۳، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

کرتے ہوئے جوتے اتار دیئے آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کس لئے جوتے اتارے انہوں نے جواب دیا جب ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے جوتے اتار دیئے ہیں تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس لئے جوتے اتارے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میرے جوتوں کے نچلے حصے میں نجاست ہے اس پر میں نے انہیں اتار دیا پس جب تم مسجد کا رخ کرو تو جوتوں کا اچھی طرح ملاحظہ کر لیا کرو اگر ان میں نجاست نظر آئے تو ان کو زمین پر اچھی طرح سے رگڑنا چاہئے پھر ان میں نماز ادا کرو۔[1]

جب آپ ﷺ نماز میں جوتا اتارتے تو بائیں جانب رکھتے۔[2]

اور فرماتے جب تم نماز ادا کرنا چاہو تو جوتے کو دائیں بائیں کسی جانب نہ رکھو بلکہ پاؤں کے درمیان رکھو اس لئے کہ جو تمہارا بائیں ہے وہ آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کا دائیں طرف ہوگا ہاں! اگر آپ کے بائیں جانب کوئی نمازی نہ ہو تو بائیں جانب رکھ سکتے ہو۔[3]

منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا

ایک بار رسول اکرم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی آپ ﷺ کے منبر کے تین درجے تھے آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی صحابہ نے آپ کی اقتدا میں تکبیر تحریمہ کہی رکوع بھی آپ ﷺ نے منبر پر کیا اس کے بعد آپ ﷺ نے سر اٹھایا البتہ سجدہ کرنے کے لئے پچھلے پاؤں اتر کر منبر کے اصل میں سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میں نے منبر پر قیام رکوع وغیرہ اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میرے نماز ادا کرنے کی کیفیت کا تمہیں پتہ چل جائے۔[4]

میں کہتا ہوں: منبر کے بارے میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کے تین درجے ہوں اس سے زیادہ نہ ہوں

---

[1] صحیح ابو داؤد ۱/۱۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۹۰، ابن خزیمہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی اور نووی نے موافقت کی ، الارواء ح ۲۸۴ [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۲۷ کتاب الصلاۃ باب ۹۰، سنن نسائی ۱/۸۹ کتاب القبلۃ باب ۲۴، ابن خزیمہ ۱/۱۱۰/۲ سند صحیح ہے [3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۹۱، ابن خزیمہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی ، نووی نے موافقت کی [4] صحیح بخاری ح ۹۱۷ کتاب الجمعۃ باب ۲۶، صحیح مسلم ۲/۷۴ باب ۱۰، ابن سعد ۱/۲۵۳، الارواء ح ۵۴۵

تین سے زیادہ درجات کا ہونا بنو امیہ کی بدعت ہے اکثر و بیشتر اس کے سبب صف بندی قائم نہیں رہتی اس میں انقطاع آ جاتا ہے لیکن صف ٹوٹنے سے بچاؤ اختیار کرنے کے لئے منبر کو مسجد کی غربی جانب میں یا اس کے لئے محراب بنانا یہ دوسری بدعت ہے نیز جنوبی سمت میں اس کو اونچائی میں رکھنا جیسے مینار ہوتا ہے پھر اس کے اوپر جانے کے لئے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے جو دیوار سے ملی ہو یہ بھی بدعت ہے جب کہ بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔[1]

نماز میں سُترہ کا واجب ہونا

رسول اکرم ﷺ بالکل سترہ کے قریب ہوتے آپ ﷺ اور دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا تھا۔[2]

اور آپ ﷺ کے سجدہ کی جگہ اور دیوار کے درمیان صرف بکری گزرنے کی گنجائش ہوتی۔[3]

اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ نماز ادا کرتے وقت آگے سترہ رکھنا ضروری ہے اور نمازی کے آگے سے کوئی انسان گزرنے نہ پائے اگر گزرنے والا مزاحمت کرے تو اس سے مزاحم ہو جانا چاہئے اس لئے کہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔[4]

نبی ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی شخص نماز ادا کرنے لگے تو وہ سترہ کے قریب ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان آگے سے گزر کر اس کی نماز کو فاسد بنا دے۔[5]

اور کبھی آپ ﷺ مسجد نبوی میں ستون کے قریب کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے (یعنی ستون سترہ ہوتا تھا)

میں کہتا ہوں: میں اس بات کا قائل ہوں کہ امام اور منفرد دونوں کیلئے سترہ رکھنا ضروری ہے جبکہ مسجد بڑی ہو ابن ھانی نے مسائل امام احمد بن حنبل ۱/۶۶ میں بیان کیا کہ مجھے ایک دن امام احمد نے دیکھا جبکہ میں نماز ادا کر رہا تھا اور میرے سامنے سترہ نہیں تھا میں جامع مسجد میں تھا تو اس نے حکم دیا کہ آپ اپنے آگے کوئی چیز بطور سترہ کے رکھیں چنانچہ میں نے ایک شخص کو اپنا سترہ بنایا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ مسجد چھوٹی ہو یا بڑی، سترہ بہر حال رکھا جائے یہ مسلک صحیح ہے لیکن جن شہروں میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا میں نے وہاں کی مساجد کے ائمہ اور

---

[1] فتح الباری ۲/ ۳۱ [3] صحیح بخاری ح ۵۰۶ باب ۹۷، مسند احمد ۲/ ۱۱۳ [3] صحیح بخاری ح ۴۹۶ کتاب الصلاۃ باب ۹۰، صحیح مسلم ۲/ ۵۸ کتاب الصلاۃ باب ۴۹ [4] صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۹۳/ ۱، سند جید ہے [5] صحیح ابو داؤد ۱/ ۱۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۰۸، زوائد للبزار ص ۵۴، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی، نووی نے اسکی موافقت کی

نمازیوں کو دیکھا کہ وہ سترے کا خیال نہیں رکھتے ہیں اور یہی حال مملکت سعودیہ میں بھی پیش آیا مجھے پہلی بار رجب ۱۴۱۰ھ میں سعودی عرب جانے کا اتفاق ہوا وہاں بھی یہی صورت حال دیکھنے میں آئی پس علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام الناس کو اس کی اہمیت بتائیں اور انہیں اس سنت کے احیاء کی ترغیب دلائیں اور انہیں بتائیں کہ یہ حکم دیگر مساجد کی طرح حرمین شریفین کو بھی شامل ہے۔

اور جب کھلے میدان میں نماز ادا فرماتے اور کوئی سترہ نہ ہوتا تو اپنے آگے نیزہ گاڑ لیتے پھر اس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔[1]

اور کبھی اپنی سواری کو عرضاً بٹھاتے تا کہ وہ سترہ کا کام دے پھر اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔[2]

جب کہ ایک حدیث میں اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے روکا گیا ہے (یہ اس وقت ہے جب اونٹ باڑے میں موجود ہوں)۔[3]

اور کبھی آپ ﷺ اونٹ کے پالان کو سامنے رکھ لیتے اور اسکی پچھلی لکڑی کو سترہ بناتے۔[4]

آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم نماز ادا کرتے وقت اپنے آگے اونٹ کے پالان کی پچھلی لکڑی کے بقدر طول میں کوئی چیز رکھ لو گے تو اس طرح باہر سے گزرنے والوں کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔[5]

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے ایک درخت کو سترہ بنایا۔[6]

اور کبھی آپ ﷺ اس چارپائی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے جس پر عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوتی تھیں اس نے اپنے اوپر چادر اوڑھ رکھی ہوتی تھی۔[7]

آپ ﷺ سترہ اور اپنے درمیان سے کسی چیز کو گزرنے نہ دیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی وہ آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنا چاہتی تھی آپ ﷺ نے پھرتی دکھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن مبارک دیوار کے ساتھ لگ گیا

---

[1] صحیح بخاری ح ۴۹۸-۵۰۲ کتاب الصلاۃ باب ۹۲، ۹۵، صحیح مسلم ۲/۵۹ کتاب الصلاۃ باب ۴۹ [2،3] صحیح بخاری ح ۵۰۷ کتاب الصلاۃ باب ۹۷، مسند احمد ۲/۱۲۹ [4] صحیح بخاری ح ۵۰۷ کتاب الصلاۃ باب ۹۷، ابن خزیمہ ۲/۹۲، مسند احمد [5] صحیح مسلم ۲/۵۴ کتاب الصلاۃ باب ۴۷، صحیح ابوداؤد ۱/۱۳۳ کتاب الصلاۃ باب ۱۰۳ [6] نسائی، مسند احمد ۶/۵ سند صحیح ہے [7] صحیح بخاری ح ۵۰۸ کتاب الصلاۃ باب ۹۹، صحیح مسلم ۲/۶۰ کتاب الصلاۃ باب ۵۱، ابویعلی ۳/۱۱۰۷، فوٹو مکتب اسلامی

تو بکری کو سترہ کے پیچھے سے گزرنا پڑا۔[1]

اسی طرح ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فرض نماز پڑھائی تو نماز میں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے کیا پھر پیچھے کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا نماز میں کوئی حادثہ ہو گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں البتہ شیطان میرے آگے سے گزرنا چاہتا تھا تو میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ اس کے منہ کا لعاب میرے ہاتھ کو لگ گیا، اللہ کی قسم! اگر میرے بھائی سلیمان نے مجھ سے پہلے جِنّات کو ماتحت کرنے کی دعا نہ کی ہوتی تو اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا جاتا اور بچے اس کو مدینہ منورہ کے بازاروں میں پھراتے، پس جس قدر ممکن ہو قبلہ کی جانب میں آپ کے آگے سے کوئی چیز گزرنے نہ پائے۔[2]

قادیانیوں کا انکار حدیث: مذکورہ حدیث معنی کے لحاظ سے صحیحین میں بھی ہے یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے قادیانیوں کو کافر قرار دیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جنوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے، قرآن پاک میں جہاں کہیں جنوں کا ذکر آتا ہے اس کی تحریف کرتے ہیں اس سے مراد انسان لیتے ہیں صراحتاً لغت عرب اور شریعت اسلامیہ کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (الجن:۱) ”اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا“ وہ کہتے ہیں کہ لغت عرب میں انس (یعنی بشر) اور جن مترادف الفاظ ہیں، ہرگز نہیں! اسی طرح سنت میں جہاں کہیں ان کا ذکر آتا ہے تو اس کی تاویل کی غلط گنجائش نکالتے ہیں انہیں اس سے کچھ ڈر اور خوف نہیں ہے کہ وہ دیدہ دلیری کے ساتھ صحیح متواتر احادیث بلکہ اجماع امت کے ساتھ ثابت شدہ مسائل میں رخنہ اندازی کریں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب تم لوگ نماز ادا کرتے وقت آگے سترہ کھڑا کر دو تو اگر کوئی شخص سترہ کے اندر سے گزرنا چاہے تو اس کی گردن سے پکڑ کر اس کو پیچھے دھکیلا جائے، ایک روایت میں ہے کہ دو بار تو اس کو ہاتھ سے روکا جائے اگر وہ نہ رکے تو اس سے ہاتھا پائی سے بھی گریز نہ کیا جائے وہ تو شیطان ہے۔[3]

---

[1] صحیح ابن خزیمہ ۱/۹۵/۱، الطبرانی ۳/۱۴۰/۳، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اس کی تائید کی [2] مسند احمد ۳/۸۲-۱/۴۱۳، دار قطنی، طبرانی سند صحیح ہے یہ حدیث معنی کے لحاظ سے صحیحین میں بیان ہوئی ہے اور صحیحین کے علاوہ کتب میں بھی متعدد صحابہ سے اس مفہوم کی روایات ذکر ہوئیں ہیں [3] صحیح بخاری ح ۵۰۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۰۰، صحیح مسلم ۲/۵۸ کتاب الصلاۃ باب ۵۰

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ کام کس قدر گناہ والا ہے تو وہ چالیس سال کھڑے رہنے کو آگے سے گزرنے پر پسند کرے۔[1]

کن چیزوں کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اگر نمازی کے آگے اونٹ کے پالان کی پچھلی لکڑی کے طول کے برابر سترہ نہ ہو تو حائضہ عورت،[2] گدھا، سیاہ کتا آگے سے گزر جائیں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ابوذر نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ سیاہ کتے کو خاص کیوں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔[3]

قبلہ کی جانب قبر کا ہونا

رسول اکرم ﷺ نے قبلہ کی جانب قبر ہونے کی صورت میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں نہ قبروں کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرو اور نہ قبروں پر بیٹھو۔[4]

نماز کے لئے نیت باندھنا

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اعمال کا صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے ہر آدمی کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا۔[5]

امام نووی فرماتے ہیں کہ نیت کا معنٰی قصد ہے یعنی نماز ادا کرنے والا اپنے ذہن میں نماز ادا کرنے کا قصد کرے یہ کہ وہ مثلاً ظہر کی نماز ہے یا یہ کہ وہ نفل نماز ہے یہ تصوّر تکبیر تحریمہ کیساتھ ذہن میں موجود ہو۔[6]

---

[1] صحیح بخاری ح ۵۱۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۰۲، صحیح مسلم ۵۹/۲ ح ۱۱۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۵۰، ابن خزیمہ ۹۴/۱/۱ [2] حائضہ سے مراد نوجوان عورت ہے اور قطع سے مراد باطل ہونا ہے اور یہ حدیث کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی ضعیف ہے، میں نے اس کی تحقیق تمام المنة ص ۳۰۶ وغیرہ میں کی ہے [3] صحیح مسلم ۵۹/۲ کتاب الصلاۃ باب ۵۰، صحیح ابوداؤد ۱۳۶/۱/ ۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۱، ابن خزیمہ ۹۵/۱/۲ [4] صحیح مسلم ۲/ ۶۲ کتاب الجنائز باب ۳۲، صحیح ابوداؤد ۶۲۲/۲ کتاب الجنائز باب ۷۶، ابن خزیمہ ۹۵/۱/۲، اس بارے میں میری کتاب تحذیر الساجد من اتخاذ القبور المساجد اور احکام الجنائز و بدعھا کا مطالعہ کریں، تحذیر الساجد کا اردو ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل کے شگفتہ قلم سے "قبروں پر مسجدیں اور اسلام" کے نام پر ہو چکا ہے، والحمد للہ علی ذلک [5] صحیح بخاری ح ۱ کتاب بدء الوحی باب ۱، صحیح مسلم ۴۸/۶ کتاب الامارۃ باب ۴۴ وغیرھما، الارواء ح ۲۲ [6] روضۃ الطالبین ۲۲۴/۱ طبع المکتب الاسلامی

تکبیر تحریمہ

رسول اکرم ﷺ اَللّٰه اکبر کے ساتھ نماز شروع فرماتے تھے۔[1]

اور جس آدمی نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی اس کو بھی آپ ﷺ نے اولاً وضو کا حکم دیا پھر فرمایا کہ وہ نماز کو اَللّٰه اکبر سے شروع کرے۔[2]

زبان کے ساتھ نیت کرنا: حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ صرف اَللّٰه اکبر کے ساتھ نماز شروع فرماتے اس کے علاوہ زبان پر وہ مشہور نیت کے الفاظ نہ لاتے جو آج کل مشہور ہیں اس لئے کہ زبان کے ساتھ نیت کے الفاظ بولنا ایسی بدعت ہے جس پر تمام ائمہ متفق ہیں البتہ ائمہ کا اختلاف اس میں ہے کہ تمام بدعات سیئہ ہوتی ہیں یا بعض بدعات حسنہ بھی ہوتی ہیں لیکن ہم اس نظریہ کے علمبردار ہیں کہ عبادت میں ہر بدعت سیئہ ہے اور اس کی گمراہی میں کچھ شک نہیں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے!((ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے)) یہاں تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں نماز کی چابی وضو ہے اور تکبیر تحریمہ کہنے سے نماز کے علاوہ دیگر تمام کام حرام ہو جاتے ہیں اور **السلام علیکم** کہنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔[3]

معلوم ہوا کہ نماز کا دروازہ بند تھا وضو کیساتھ ہم نے دروازہ کھولا اور تکبیر تحریمہ کہہ کر ہم نماز میں داخل ہوئے اور وہ سب کام کرنے حرام ہو گئے جو نماز سے پہلے حلال تھے اور **السلام علیکم** کہہ کر ہم نماز سے باہر آئے اور حرام کام حلال ہو گئے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ اونچی آواز سے کہتے تا کہ آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والوں کو بھی آواز پہنچ جائے۔[4]

اور جب آپ ﷺ بیمار ہو جاتے تو ابو بکر اونچی آواز کے ساتھ تکبیر کہتے تا کہ لوگوں تک آپ ﷺ کی تکبیر کی آواز پہنچ جائے۔[5] امام کی طرح مقتدی بھی اَللّٰه اکبر کہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب امام اَللّٰه اکبر کہے تو تم بھی اَللّٰه اکبر کہو۔[6]

---

[1] صحیح مسلم ۲/۵۴ کتاب الصلاۃ باب ۴۶، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۳۵ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ۱ [2] طبرانی سند صحیح ہے

[3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۲۳ کتاب الصلاۃ باب ۴۷، صحیح ترمذی ۱/۶ ۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۷۶، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، الارواء ح ۳۰۱ [4] مسند احمد ۵/۲۳۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

[5] صحیح مسلم ۲/۲۳ کتاب الصلاۃ باب ۲۱، سنن نسائی ۱/۹۲ کتاب الامامۃ باب ۱۴ [6] احمد، بیہقی سند صحیح ہے

رفع الیدین

رسول اکرم ﷺ کبھی تکبیر تحریمہ کے ساتھ کبھی تکبیر تحریمہ کے بعد[1]

اور کبھی تکبیر تحریمہ سے پہلے دونوں ہاتھوں کو شانوں اور کانوں تک بلند فرماتے۔[2]

رفع الیدین کرتے وقت آپ ﷺ کے ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوتی تھیں البتہ انگلیوں کے درمیان نہ فاصلہ کرنے کی کوشش فرماتے اور نہ ہی ان کو ملاتے بلکہ اپنی اصل حالت میں چھوڑتے تھے۔[3]

آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو شانوں کے برابر اٹھاتے۔[4] اور کبھی کانوں کے برابر اٹھاتے۔[5]

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور اس کا حکم دینا

رسول اکرم ﷺ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے۔[6] اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا کہ ہم روزہ افطار کرنے میں تاخیر نہ کریں البتہ سحری کا کھانا تاخیر سے کھائیں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں۔[7]

حدیث شریف میں ہے نبی ﷺ کا ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا وہ نماز ادا کر رہا تھا اس نے بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا آپ نے اسکے ہاتھ کو پکڑا اور دائیں کو بائیں پر رکھ دیا۔[8]

سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے باہر حصہ اسکے جوڑ اور کلائی پر رکھتے[9] اور صحابہ کرام کو بھی یہی فرماتے۔[10] اور کبھی آپ ﷺ دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کو تھامتے۔[11]

---

[1] صحیح بخاری ح ۷۳۸-۷۳۹، سنن نسائی ۱/ ۱۰۲ کتاب الافتتاح باب ۲ [2] صحیح بخاری ح ۷۳۹ کتاب الأذن باب ۸۶، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۴۰ باب ۱۱۸ [3] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۰، ابن خزیمہ ۱/ ۶۲/ ۲، ۶۴/ ۱، تمام، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [4] صحیح بخاری ح ۷۳۸ کتاب الاذان باب ۸۵، سنن نسائی ۱/ ۱۰۲ کتاب الافتتاح باب ۲ [5] صحیح مسلم ۲/ ۷ کتاب الصلاۃ باب ۹، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۴۳ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۹ [6] صحیح مسلم ۲/ ۱۳ کتاب الصلاۃ باب ۱۵، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۱، الارواء ح ۳۵۲ [7] ابن حبان، الضیاء سند صحیح ہے [8] مسند احمد ۳/ ۳۸۱، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۱ سند صحیح ہے [9] ابوداؤد، نسائی ۱/ ۱۰۵ کتاب الافتتاح باب ۸، ابن خزیمہ ۱/ ۵۴/ ۲ سند صحیح ہے، صحیح ابن حبان ح ۴۸۵ [10] مؤطا مالک ۱/ ۱۰۲ کتاب قصر الصلاۃ باب ۱۰، صحیح بخاری ح ۷۴۰ کتاب الاذان باب ۸۷، ابوعوانہ [11] نسائی ۱/ ۱۰۵ کتاب الافتتاح باب ۷ دارقطنی سند صحیح ہے

اور سینہ پر ہاتھ رکھتے۔[1] اور نماز میں پہلوؤں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرماتے۔[2]
یہ صلیب کے پرستاروں کا انداز ہے جس سے روکا گیا ہے۔[3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں کو پکڑا جائے یعنی تھاما جائے اس سے پہلی حدیث میں ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے، دونوں سنت ہیں لیکن متاخرین حنفیہ دونوں حدیثوں پر عمل پیرا ہو کر بیک وقت دائیں کو بائیں پر رکھتے ہیں دائیں ہاتھ کی چھنگلیا اور انگوٹھے کے ساتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے جوڑ کو پکڑتے اور دیگر تین انگلیوں کو بازو پر پھیلا کر رکھتے، اب کسی کو متاخرین کے اس قول سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔[4]

تنبیہ: متاخرین احناف کا یہ عمل بدعت ہے لہٰذا اس پر عمل نہ کیا جائے خیال رہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے سنت ہیں امام اسحاق بن راہویہ اس سنت پر عمل پیرا رہے۔

امام مروزی کا قول: اسحاق بن راہویہ ہمیں وتر کی نماز پڑھاتے دعائے قنوت کے لئے رفع یدین کرتے رکوع سے قبل دعائے قنوت فرماتے اور اپنے پستانوں یا ان کے نیچے ہاتھ باندھتے، اور اس جیسا قول قاضی عیاض مالکی کا بھی ہے وہ اپنی کتاب الاعلام کے باب **مستحبات الصلوٰۃ** (ص ۱۵ طبع رباط) میں کہتے ہیں: کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر گردن کے قریب رکھا جائے۔[5]

اور اس جیسا قول قاضی عیاض مالکی کا بھی ہے وہ اپنی کتاب الاعلام میں کہتے ہیں: کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر گردن کے قریب رکھا جائے۔[6] اسی طرح عبداللہ بن امام احمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو نماز ادا کرتے دیکھا وہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے۔[7]

سجدہ کرنے کی جگہ پر نظر کا رہنا

رسول اکرم ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو سر نیچا رکھتے آپ ﷺ کی نظر زمین پر

---

[1] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۱، صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲۴۵، مسند احمد، تاریخ اصبھان لابی الشیخ ص ۱۲۵، ترمذی نے اس کی ایک سند کو حسن کہا ہے، اور اسی معنیٰ کی حدیث مؤطا میں بھی ہے اور اگر غور کیا جائے تو اس طرح کی حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے، اس حدیث کے طرق کے بارے میں میں نے مفصل طور پر اپنی کتاب احکام الجنائز ص ۱۱۸ میں ذکر کیا ہے [2] صحیح بخاری ح ۱۲۱۹ کتاب العمل فی الصلاۃ باب ۱۷، صحیح مسلم ۲/ ۴۷ کتاب المساجد باب ۱۱، الارواء ح ۳۷۴ [3] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۷۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۶۱، سنن نسائی ۱/ ۱۰۶ باب ۱۰ وغیرہ [4] حاشیہ ابن عابدین علی الدرر ۱/ ۴۵۴ [5] المسائل ص ۲۲۲ [6] کتاب الاعلام باب مستحبات الصلوٰۃ ص ۱۵ طبع رباط [7] المسائل ص ۶۲، الارواء ح ۳۵۳

ہوتی، اور جب آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوتے تو نماز میں آپ ﷺ کی نظر سجدہ کی جگہ پر رہتی یہاں تک کہ کعبہ سے نکل جاتے۔ [1]

تنبیہ: ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ادا کرنے والے شخص کی نظر سجدہ کی جگہ پر رہے اور وہ نمازی جو نماز ادا کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اسلامی تعلیمات میں اس کا ثبوت نہیں ہے یہ ایسا تقویٰ ہے جس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے جبکہ بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے۔

نماز میں خشوع کی ترغیب

خشوع کی تاکید کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا مناسب نہیں ہے کہ گھر (یعنی کعبۃ اللہ) میں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو نمازی کو مشغول کرے جس سے نمازی کے خشوع میں کمی واقع ہو۔ [2]

رسول اکرم ﷺ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر اٹھانے سے منع فرماتے تھے۔ [3]

مزید اس فعل سے تاکید کے ساتھ روکتے ہوئے فرمایا نماز میں لوگوں کو آسمان کی جانب نظر اٹھانے سے رک جانا چاہئے یا پھر ان کی نظریں سلب ہو جائیں گی، اور ایک روایت میں ہے، یا ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔ [4]

ایک دوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم نماز ادا کرو تو التفات نہ کرو یاد رکھو! جب تک نمازی التفات نہیں کرتا اللہ کا چہرہ اس کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے۔ [5]

نیز آپ نے التفات سے روکتے ہوئے فرمایا کہ التفات کی صورت میں شیطان نمازی کو نماز سے دور کر دیتا ہے اور اس کی غفلت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ [6]

ارشاد نبوی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر ہمیشہ متوجہ رہتا ہے جب تک کہ بندہ نماز کی ادائیگی میں ادھر ادھر التفات نہیں کرتا لیکن جب اپنے چہرے کو پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیتے ہیں۔ [7]

---

[1] بیہقی ۲/ ۲۸۳، حاکم نے صحیح کہا پہلی حدیث کے دس شاہد ہیں دیکھئے ابن عساکر ۷/ ۲/۲۰۲، الارواء ح ۳۵۴ [2] صحیح ابوداؤد ۱/ ۳۸۱ باب ۹۴، مسند احمد ۴/ ۶۸ سند صحیح ہے [3] صحیح بخاری ح ۷۵۰ کتاب الاذان باب ۹۲، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۸۲ باب ۱۶۸ [4] صحیح بخاری ح ۷۵۰ کتاب الاذان باب ۹۲، صحیح مسلم ۲/ ۲۹ کتاب الصلاۃ باب ۲۶، السراج [5] ترمذی، حاکم دونوں نے صحیح کہا، صحیح الترغیب ص ۳۵۳ [6] صحیح بخاری ح ۷۵۱ کتاب الاذان باب ۹۳، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۷۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۶۴ [7] ابوداؤد وغیرہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے، صحیح الترغیب ح ۵۵۵

نیز نبی ﷺ نے تین باتوں سے منع کیا ہے پہلی بات کہ نماز میں سجدہ کرتے وقت مرغ کے چونچ مارنے کی طرح سجدہ کرنے سے احتراز کیا جائے دوسری بات جس طرح کتا اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر رکھتا ہے اس طرح نماز میں دونوں پاؤں کو پھیلایا نہ جائے اور تیسری بات یہ ہے کہ لومڑ کے سر پھیرنے کی طرح سر نہ پھیرا جائے۔ [1]

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں نماز کی ادائیگی اس طرح کرو جس طرح تم زندگی کی آخری نماز ادا کر رہے ہو، نیز جیسا کہ تم اللہ کو اپنے آگے دیکھ رہے ہو اگر یہ تصور قائم نہ ہو سکے تو پھر اس خیال کو اجاگر کرنے کی کوشش کرو کہ اللہ پاک آپ کو دیکھ رہا ہے۔ [2]

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص وقت پر فرض نماز ادا کرنے کے لئے اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کی ادائیگی میں خشوع وخضوع کا خیال رکھتا ہے رکوع وسجود صحیح کرتا ہے تو وہ نماز گزشتہ تمام نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے عمر بھر کی نمازوں کا یہی حکم ہے ہاں شرط یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ [3]

ایک بار نبی ﷺ نے ایک چادر اوڑھ کر نماز ادا فرمائی جس پر کچھ نقوش تھے نماز میں آپ کی نظر ان پر پڑی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا! یہ منقش چادر ابوجہم کے سپرد کر دو اور اسکی سادہ گاڑھے کی چادر میرے لئے لاؤ منقش چادر نے تو مجھے نماز سے غافل کر دیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ میری نظر نماز میں اسکے نقوش پر رہی، قریب تھا کہ میں فتنے میں مبتلا ہو جاتا۔ [4]

عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چادر تھی جس پر تصویریں کندہ تھیں وہ چادر انگیٹھی کی سجاوٹ کیلئے دیوار کیساتھ لگائی ہوئی تھی آپ نے نماز ادا فرمائی تو اس کی جانب آپ کی نظر اٹھتی رہی، آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا اس کو اتار دو اسلئے کہ اس پر کندہ تصویریں نماز میں مجھ پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ [5]

سوال: مذکورہ حدیث میں صرف چادر اتارنے کا حکم دیا گیا ہے تصویروں کو ختم کرنے کا حکم موجود نہیں ہے کیا تصویروں کو ختم کرنا ضروری نہیں؟۔

---

[1] مسند احمد ۲/۳۱۱، ابویعلیٰ، صحیح الترغیب ۵۵۶ [2] المخلص فی حدیث منتقاۃ، الطبرانی، الرویانی، المختار للضیاء، ابن ماجہ، احمد، ابن عساکر، ہیثمی نے اسنی المطالب میں صحیح کہا [3] صحیح مسلم ۱/۱۴۲ کتاب الطہارۃ باب ۴ [4] صحیح بخاری ح ۷۵۲ کتاب الاذان باب ۹۳، صحیح مسلم ۲/۷۷ کتاب المساجد، مؤطا مالک ۱/۹۸، الارواء ص ۳۷۶ [5] صحیح بخاری ح ۳۷۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۵، صحیح مسلم ۶/۱۵۹ کتاب اللباس باب ۲۵، ابوعوانہ

جواب: آپ ﷺ نے تصویروں کوختم کرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ تصویریں ذی الارواح کی نہیں تھیں ظاہر ہے کہ اگر تصویریں ذی الارواح کی ہوتیں تو آپ ان کے ختم کرنے بلکہ چادر پھاڑنے کا حکم فرماتے جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات میں اس قسم کی تصاویر کوختم کرنے کا حکم موجود ہے۔[1]

وضاحت: جس طرح تصویروں والے کپڑے پر نظر پڑنے سے خشوع میں کمی آتی ہے اسی طرح عین نماز کے وقت اگر کھانا موجود ہو یا آپ کو قضائے حاجت جانا ہو تو اس وقت نماز ادا کرنے سے پہلے کھانا کھا لیا جائے اور قضائے حاجت سے فارغ ہو لیا جائے تا کہ نماز کا خشوع باقی رہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ کھانے کی موجودگی اور قضائے حاجت کے تقاضے کے وقت نماز ادا نہیں ہوتی۔[2]

تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعائیں

رسول اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد مختلف قسم کی دعائیں پڑھا کرتے تھے جو اللہ کی حمد وثنا اور اس کی تمجید پر مشتمل ہوتی تھیں آپ نے ان دعاؤں کے پڑھنے کا اس انسان کو بھی حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کسی انسان کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اللہ کی کبریائی اس کی حمد وثناء کے کلمات نہیں کہتا اور جس قدر آسانی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرسکتا ہے کرے۔[3]

چنانچہ آپ سے ذیل کی دعائیں پڑھنا ثابت ہے: ۱۔﴿ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَا يَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِي مِنَ خَطَايَایَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَایَ بِالماء والثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ﴾

"اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری کر جیسے تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے اے اللہ! مجھے میری خطاؤں سے صاف کر جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے برف، پانی اور اولوں سے دھو دے"

فرض نماز میں اس کا پڑھنا ثابت ہے۔[4]

---

[1] تفصیل کیلئے فتح الباری (۳۲۱/۱۰) غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام ۱۳۱-۱۴۵ کا مطالعہ کریں

[2] صحیح مسلم ۶/۲ ۷ کتاب المساجد باب ۱۶، ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۰/۱۲ [3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۱ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے اس کی موافقت کی [4] صحیح بخاری ح ۶۳۶۸ کتاب الدعوات باب ۳۹، صحیح مسلم ۹۹/۲ کتاب المساجد باب ۲۷، الارواء ح ۸

۲-﴿ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ حَنِيفًا [مُسْلِمًا]وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لاَ شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ [سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ]، اَنْتَ رَبِّي وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي ،فَاغْفِرلِيْ ذُنُوبِي جَمِيْعًا اِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ وَ اهْدِنِي لِاَحْسَنِ الاَخْلاَقِ لاَ يَهْدِي لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لاَ يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ، لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ [وَالْمَهْدِيْ مَنْ هَدَيْتَ] اَنَابِكَ وَاِلَيْكَ [لاَ مَنْجَا وَ لاَ مَلْجَامِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ] تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ ﴾

''میں نے خودکواس ذات کی جانب متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں اسی کی جانب جھکنے والا ہوں اور میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری وفات اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کیلئے خود کو مطیع کرنے والوں میں سے پہلا ہوں، اے اللہ ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے تو میرے گناہوں کو معاف کر تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا مجھے اچھے اخلاق کی توفیق عطا کر تیرے علاوہ کوئی بھی مجھے اچھے اخلاق کی توفیق نہیں دے سکتا اور تو میرے برے اخلاق کو مجھ سے دور کر تیرے سوا کوئی بھی مجھ سے برے اخلاق کو دور نہیں کرسکتا اے اللہ ! میں حاضر ہوں میں (تیری بارگاہ میں) حاضر ہوں تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں لیکن شر کی نسبت تیری طرف نہیں کی جاسکتی میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری طرف میرا لوٹنا ہے، تجھ سے کوئی نجات اور پناہ کی جگہ نہیں ہے صرف تیری طرف ہے تیری ذات بابرکت اور بلند و بالا ہے میں تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں'' نبی ﷺ اس دعا کو فرض نماز اور نفل نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ [1]

اکثر روایات میں اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کے الفاظ وارد ہیں البتہ بعض روایات میں اَنَا مِنَ

[1] صحیح مسلم ح ۲۰۱ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۶، صحیح ابی داود ا/ ۱۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۲

الْمُسْلِمِيْنَ کے الفاظ بھی آتے ہیں لیکن بظاہر اس تبدیلی کو رواۃ کا تصرف کہنا ہی مناسب ہے اس لئے کہ اَنَااَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کے صحیح ہونے پر خارجی قرائن بھی موجود ہیں، بعض لوگوں کی جانب سے یہ سوال اٹھانا کہ اَنَااَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کے جملہ میں اس جملہ کو کہنے والا اپنے آپ کو پہلا مسلمان ثابت کر رہا ہے حالانکہ حقیقت اسکے برعکس ہے؟ یہ بات صحیح نہیں ہے اصل مقصود اور جملے کا مفہوم یہ ہے کہ کہنے والا دراصل یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اے **اللّٰہ** تیرے احکام کے سامنے میں نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اتنی جلدی کی ہے کہ میں اپنے آپ کو ہی اول نمبر سمجھتا ہوں اس طرح کا جملہ قرآن پاک میں ہے، جیسے ((قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ)) موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے قرآن پاک میں ہے کہ وہ ((اَنَااَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ)) کہتے تھے، ((عَبْدُكَ)) کا معنیٰ زُہری نے ''تیرے بغیر میں کسی کی عبادت نہیں کروں گا'' کیا ہے

لبیک اور سعدیک کا معنیٰ: میں تیری فرمانبرداری پر ایک بار ہی قائم نہیں ہوں بلکہ بار بار قائم رہنے کی گارنٹی دیتا ہوں، میں وہ شخص ہوں جو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے، جبکہ سعدیک سے مقصود یہ ہے کہ ''اے **اللّٰہ**! میں تیرے احکام کے مطابق خود کو ہمیشہ موافق رکھوں گا اور نہ صرف تیرے دین کی وہ دین جس کو تو نے پسند کیا ہے اس کی متابعت میں ہمیشہ پیروی کا انداز اپناتا رہوں گا''۔

وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ کی تشریح: حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں اگرچہ اللہ سبحانہ خیر وشر دونوں کا خالق ہے لیکن شر کی نسبت **اللّٰہ** سبحانہ کی جانب کرنا جائز نہیں اس لئے کہ **اللّٰہ** کے افعال میں شر نہیں ہے اس کے تمام افعال خیر ہیں اس لئے کہ **اللّٰہ** سبحانہ کے انعال اس کے عدل، فضل، حکمت پر موقوف ہیں اور یہ سب خیر ہیں ان میں شر کا وجود نہیں ہے اور شر کو اسی وقت شر کہا جاتا ہے جب اس کی نسبت کا **اللّٰہ** سبحانہ کی جانب سے انقطاع ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ **اللّٰہ** کے خلق اور فعل میں شر نہیں البتہ بعض مخلوقات میں شر ہے یہی وجہ ہے کہ **اللّٰہ** سبحانہ ظلم سے منزہ ہے اس لئے کہ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے محل میں جگہ نہ دینا تو **اللّٰہ** سبحانہ کے لئے سزاوار نہیں کہ وہ چیزوں کو ان کے مقام پر جگہ نہ دے جب وہ سب اپنے محل میں ہیں تو سب خیر ہوئے لہٰذا شر کی نسبت **اللّٰہ** کی جانب کرنا جائز نہیں۔

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے کہ اگر شر کی نسبت **اللّٰہ** سبحانہ کی جانب صحیح نہیں تو **اللّٰہ** سبحانہ نے شر کو کیوں پیدا فرمایا؟۔

جواب: حقیقت یہ ہے کہ **اللّٰہ** کا شر کو خلق کرنا بھی خیر ہے اس لئے کہ **اللّٰہ** کا خلق اور فعل خیر ہی ہیں اس لئے کہ خلق اور فعل **اللّٰہ** کے ساتھ قائم ہیں اور شر کا قیام **اللّٰہ** سبحانہ کے ساتھ محال ہے اور اس کا اتصاف بھی اس کے ساتھ محال ہے پس مخلوق میں جو شر ہے اس کی نسبت تو **اللّٰہ** کی طرف نہیں کی جاسکتی البتہ فعل اور خلق کی نسبت بلحاظ خیر کے **اللّٰہ** کی طرف کی جاسکتی ہے اس بحث میں مزید تحقیق کیلئے حافظ ابن القیم کی کتاب

شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والتعلیل (ص۱۷۸-۲۰۶) کا ملاحظہ فرمائیں

۳- اس دعا میں دوسری دعا والے الفاظ ہیں لیکن اَنْتَ رَبِّی وَاَنَا عَبْدُکَ کے الفاظ نہیں ہیں البتہ اس میں ذیل کے الفاظ آخر میں مذکور ہیں ﴿ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ حَنِيفًا [مُسْلِمًا]وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ اِنَّ صَلاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَااَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ [سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ]ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي ،فَاغْفِرلِيْ ذُنُوبِي جَمِيعًا اِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلاَّ اَنْتَ وَ اهْدِنِي لِاَحْسَنِ الاَخْلاقِ لاَ يَهْدِي لِاَحْسَنِهَا اِلاَّاَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لاَ يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ، لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّلَيْسَ اِلَيْكَ[وَالْمَهْدِي مَنْ هَدَيْتَ] اَنَابِكَ وَاِلَيْكَ [لاَ مَنْجَاَ وَ لاَ مَلْجَاَمِنْكَ اِلاَّ اِلَيْكَ] تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ ﴾

''میں نے خود کو اس ذات کی جانب متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں اسی کی جانب جھکنے والا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری وفات اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کیلئے خود کو مطیع کرنے والوں میں سے پہلا ہوں، اے اللہ ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں تیری تعریف کرتا ہوں میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے تو میرے سبھی گناہوں کو معاف کر تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا مجھے اچھے اخلاق کی توفیق عطا کر تیرے علاوہ کوئی بھی مجھے اچھے اخلاق کی توفیق نہیں دے سکتا اور تو میرے برے اخلاق کو مجھ سے دور کر تیرے سوا کوئی بھی مجھ سے برے اخلاق کو دور نہیں کرسکتا اے اللہ ! میں حاضر ہوں میں (تیری بارگاہ میں) حاضر ہوں تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں لیکن شر کی نسبت تیری طرف نہیں کی جاسکتی اور ہدایت یافتہ وہ ہے جس کو تو ہدایت عطا کرے میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری طرف میرا لوٹنا ہے نہیں ہے نجات اور پناہ کی جگہ تجھ سے مگر طرف ہے تیری ذات بابرکت اور بلند و بالا ہے میں تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں''۔

البتہ اس میں ذیل کے الفاظ آخر میں مذکور ہیں ((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ وَبِحَمْدِکَ)) ''اے اللہ تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے'' [1]

۴- اس دعا کے الفاظ بھی دوسری دعا کی طرح ہیں اور اسکے الفاظ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ تک ہیں ﴿ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا [مُسْلِمًا] وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِی وَ نُسُکِی وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾

''میں نے خود کو اس ذات کی جانب متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں اسی کی جانب جھکنے والا ہوں اور میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری وفات اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہانوں کو پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کیلئے خود کو مطیع کرنے والوں میں سے پہلا ہوں''

اسکے بعد ذیل کے الفاظ ہیں: ﴿ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ وَ اَحْسَنِ الْاَعْمَالِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِی سَیِّءَ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ لَا یَقِی سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ ﴾

''اے اللہ میری اچھے اخلاق کی جانب رہنمائی کر اور اچھے اعمال کی جانب بھی تو ہی رہنمائی کرتا ہے اور مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے محفوظ کر تیرے علاوہ کوئی برے اعمال سے بچ نہیں سکتا'' [2]

۵- ((سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ، وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ)) ''اے اللہ! تو پاک ہے ہم تیری ہی حمد وثنا کرتے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری شان بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔'' [3]

سبحانک کا معنیٰ: میں تجھے ہر قسم کے عیوب سے پاکیزہ قرار دیتا ہوں پاکیزہ قرار دینا اور ہم تیری تعریف کا لباس اوڑھے ہوئے ہیں اور تیرے نام کی برکات کثرت کے ساتھ ہیں جبکہ تیرے نام کے ذکر سے ہر بھلائی دستیاب ہوتی ہے اور تیرا جلال اور تیری عظمت بلند ہے۔

---

[1] سنن نسائی ۱/۱۰۷ کتاب الافتتاح باب ۱۸ سند صحیح ہے [2] سنن نسائی ۱/۱۰۶ کتاب الافتتاح باب ۱۵، دارقطنی سند صحیح ہے [3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۳، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے اس کی موافقت کی، امام عقیلی ص ۱۰۳ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد مضبوط طرق سے مروی ہے، الارواء ح ۳۴۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک کسی بندے کا زیادہ محبوب کام یہ ہے کہ وہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ... کے الفاظ کہے۔[1]

۶-((سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ ،وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ، وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ)) ''اے اللہ !تو پاک ہے ہم تیری ہی حمد وثنا کرتے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری شان بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے'' البتہ رات کی نفل نماز میں ذیل کے کلمات کا اضافہ ہے تین بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَر کَبِیْرا کے کلمات کہے۔[2]

۷- ((اَللّٰہُ اَکْبَر کَبِیْرَاوَالْحَمْدُلِلّٰہِ کَثِیْرَاوَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً))

''اللہ بہت بڑا کبریائی والا ہے تمام حمد اللہ کیلئے کثرت کیساتھ ہے صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہوں'' اس دعا کے بارے میں وارد ہے کہ ایک صحابی نے ان کلمات کیساتھ نماز شروع کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات کتنے عمدہ ہیں کہ ان کیلئے آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔[3]

۸- ((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًامُّبَارَ کًا فِیْہِ)) ''تمام تعریف اللہ کیلئے ہے کثرت کے ساتھ عمدہ کلمات کے ساتھ جن میں برکت عطا کی گئی ہو'' تعریف کرتا ہوں۔

ان کلمات کیساتھ ایک صحابی نے بھی اپنی نماز کا آغاز کیا آپ ﷺ نے ان کلمات کو سنکر فرمایا! میں نے دیکھا کہ بارہ فرشتے اس کوشش میں تھے کہ کون پہلے انہیں اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں پیش کرے[4]

۹- اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ [وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ] فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَ النَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌحَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَ بِکَ

---

[1] ابن مندہ فی التوحید ۲/۱۲۳ سند صحیح ہے، نسائی فی الیوم واللیلہ موقوفا ومرفوعا جامع المسانید لابن کثیر ج ۳ قسم ۲ ورقہ ۲/۲۳۵، ۲/۲۳۵، نسائی ح ۸۴۹-۸۵۰، الصحیحہ ح ۲۹۳۹ [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۳ ،طحاوی سند حسن ہے [3] صحیح مسلم ۲/۹۹ کتاب المساجد باب ۲۷، ابوعوانہ، ترمذی نے اس کو صحیح کہا، ابونعیم فی اخبار اصبہان ۱/۲۱۰، جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ ان دعائیہ کلمات کو نفل نماز میں بھی پڑھا کرتے تھے [4] صحیح مسلم ۲/۹۹ کتاب المساجد باب ۲۷، ابوعوانہ

خَاصَمْتُ، وَاِلَیْکَ حَکَمْتُ[اَنْتَ رَبُّنَاوَاِلَیْکَ الْمَصِیرُ فَاغْفِرْلِی مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَااَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ] [وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی]اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ[اَنْتَ اِلٰهِی] لَا اِلٰهَ اِلَّااَنْتَ [وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّابِکَ]﴾

''اے اللہ !تو ہی حمد وستائش کا مستحق ہےتو آسمانوں ،زمین اور جومخلوق ان میں ہے کو روشنی عطا کرنے والا ہے اور تو ہی حمد وستائش کا مستحق ہے تو ہی آسمانوں ،زمین اور جو بھی ان میں ہے برقرار رکھنے والا ہے تو ہی آسمانوں ،زمین اور جومخلوق ان میں ہے ان کا رب ہے اور تو ہی ہر قسم کی حمد وستائش کا حق دار ہے تیری ذات برحق ہے تیرے وعدے سچے ہیں تیری باتیں سچی ہیں اور (قیامت کے روز) تجھ سے ملاقات ضرور ہوگی جنت اور دوزخ برحق ہیں انبیاء علیہم السلام برحق تھے اور محمد ﷺ سچے پیغمبر تھے قیامت کا (آنا) برحق ہے اے اللہ! میں نے خود کو تیرے لئے مطیع کردیا اور تجھ پر میرا ایمان ہے تجھ پر ہی میرا توکل ہے تیری طرف ہی میرا لوٹنا ہے تیری مدد سے ہی میں جھگڑا کرتا ہوں اور تیری بارگاہ ہی میں معاملات پیش کرتا ہوں اے اللہ! تو میرے اگلے، پچھلے، پوشیدہ، ظاہر گناہوں کو معاف کر تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے تو ہی میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیرے سوا نیکی اور بدی کی طاقت کسی میں نہیں ہے''

یہ دعا آپ رات کے نوافل میں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ آنے والی دعائیں پڑھا کرتے تھے، لیکن فرض میں پڑھنے کی ممانعت ہے لیکن امام کے لئے جائز نہیں کیوں کہ اس طرح مقتدی اکتا سکتے ہیں۔[1]

۱۰-((اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیلَ وَمِیکَائِیلَ وَاِسْرَافِیلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیمَا کَانُوْافِیهِ یَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِی لِمَا اُخْتُلِفَ فِیهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ))

''اے اللہ جبرائیل میکائیل اسرافیل کے رب! تو آسمانوں زمین کا پیدا کرنے والا ہے پوشیدہ ظاہر کو جاننے والا ہے تو اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اختلاف کی صورت میں مجھے اپنے اذن کے ساتھ حق کی ہدایت فرما بے شک تو جس کو چاہتا ہے

[1] صحیح بخاری ح ۱۱۲۰ کتاب التہجد باب ۱، صحیح مسلم ۲/ ۱۸۴ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۵، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۴۷، دارمی، ابن نصر، ابوعوانہ

سیدھے راہ کی ہدایت کرتا ہے‘‘[1]

۱۱- دس بار اللہ اکبر دس بار الحمد للہ دس بار سبحان اللہ دس بار لا الہ الا اللہ دس بار استغفر اللہ کے کلمات کہتے، نیز دس بار ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ﴾ ’’اے اللہ! مجھے معاف کر مجھے ہدایت عطا فرما مجھے رزق عطا کر مجھے تندرستی عطا فرما‘‘ کہتے، اور دس بار ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الضِّیْقِ یَوْمَ الْحِسَابِ﴾

’’اے اللہ بے شک میں تیرے ساتھ قیامت کے دن تنگی سے پناہ مانگتا ہوں‘‘ کہتے۔[2]

۱۲:- تین بار اللہ اکبر کہنے کے بعد ﴿ذُوالْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظْمَةِ﴾ ’’بادشاہت، غلبہ، کبریائی اور عظمت کے مالک‘‘ کے کلمات کہتے۔[3]

قرأت کا بیان

دعائے استفتاح کے بعد شیطان سے اللہ کی پناہ میں ہونے کی دعا ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ﴾ ’’میں اللہ کے ساتھ شیطان مردود کے دیوانہ بنانے، متکبر بنانے اور برے اشعار کہنے سے پناہ مانگتا ہوں‘‘ فرماتے۔[4]

مفردات کی وضاحت: اَلْھَمْزُ کا معنیٰ ایک قسم کا جنون، اَلنَّفْخُ کا معنیٰ کبر و رعونت، اَلنَّفْثُ کا معنیٰ اشعار کہنا یہ تینوں معانی نبی ﷺ سے مرفوع صحیح مرسل سند کے ساتھ وارد ہیں اور اس شعر سے مراد برے اشعار ہیں اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةٌ)) ’’کچھ اشعار حکمت والے ہوتے ہیں‘‘

اور کبھی ذیل کے کلمات ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ ..﴾ فرماتے۔[5]

اسکے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تلاوت فرماتے اسے اونچی آواز سے تلاوت نہ کرتے[6]

---

[1] صحیح مسلم ۱/۱۸۵ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۵، ابوعوانہ [2] احمد و ابن ابی شیبہ (۲/۱۱۹/۱۲) صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۲، طبرانی فی الاوسط (۲/۶۲) ایک سند صحیح اور دوسری حسن ہے [3] طیالسی، صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۲ سند صحیح ہے [4] صحیح ابوداؤد ح ۷۶۴، صحیح ابن ماجہ ح ۸۰۷، دارقطنی، اور حاکم ۱/۲۳۵، ابن حبان ۲/۱۹۲، ذہبی نے اس کو صحیح کہا، الارواء ح ۳۴۲ [5] اس کو صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۳، صحیح ترمذی ۱/۷۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۷۹ ترمذی نے حسن سند کیساتھ بیان کیا، احمد مسائل ابن ھانی ۱/۵۰ الصلاۃ باب ۱۲۲، طبرانی فی الاوسط (۲/۶۲) ایک سند صحیح اور دوسری حسن ہے [6] صحیح بخاری ح ۷۴۳ کتاب الاذان باب ۸۹، صحیح مسلم ۲/۱۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۳، ابوعوانہ، طحاوی، احمد

آیت کوالگ الگ پڑھنا

پھر سورہ فاتحہ کی ہر آیت الگ الگ پڑھتے یعنی ﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ پڑھنے کے بعد ذرا تَوَقُّف (ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے) اختیار فرماتے پھر ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ''تمام حمد اللہ کیلئے ہے جو عالمین کا رب ہے'' پڑھتے، اس کے بعد توقف اختیار فرماتے پھر ﴿اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ''بہت رحم کرنے والا مہربان ہے'' کہتے پھر ذرا ٹھہرتے اور ﴿مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾ ''قیامت کے دن کا مالک ہے'' کہتے علی ھذا القیاس تمام سورت کی تلاوت کرتے آپ کا معمول ہی یہی تھا کہ قرآن کی ہر آیت پر توقف فرماتے اور مابعد کی آیت کو ماقبل کی آیت کے ساتھ نہیں ملاتے تھے۔[1]

علامہ ابوعمر الدانی کی وضاحت: مذکورہ حدیث کثرت طرق کے ساتھ مروی ہے اس مسئلہ میں اس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ائمہ سلف کی ایک جماعت اور متقدمین قراء ہر ہر آیت پر توقف فرماتے اگرچہ مابعد کی آیت معنیٰ کے لحاظ سے پہلی آیت کے ساتھ متعلق ہوتی پھر بھی اسے قطع کر کے پڑھتے تھے قرآن پاک کی قرأت میں مسنون طریقہ یہی ہے۔[2]

میں کہتا ہوں: لیکن اس دور میں جمہور قراء اس طرح تلاوت کرنے سے گریز کرتے ہیں اور یہی حال عوام کا ہے

اور کبھی آپ مَالِکِ یَومِ الدِّیۡنِ کی بجائے مَلِکِ یَومِ الدِّیۡنِ بھی پڑھ لیتے تھے، یہ قرأت بھی مَالِکِ کی طرح متواتر ہے۔[3]

سورت فاتحہ کی رکنیت اور اس کے فضائل کا بیان

رسول اکرم ﷺ سورت فاتحہ کی عظمت کا اظہار فرماتے ہیں کہ اس شخص کی نماز نہیں جو سورت فاتحہ اور اس سے زائد سورت نہیں پڑھتا۔[4]

بعض روایات میں ہے کہ وہ نماز نہیں جس میں سورت فاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔[5]

---

[1] صحیح ابوداؤد ح۴۰۰۱، السہمی ۶۴-۶۵ حاکم (۲۳۲/۱) نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، الارواء ح ۳۴۳
[2] المکتفی ۵/۲ [3] الرازی فی الفوائد، ابن ابی داؤد فی المصاحف ۷/۲، ابونعیم فی اخبار اصبہان ۱/۱۰۴، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [4] صحیح بخاری ح۷۵۶ کتاب الاذان باب ۹۵، صحیح مسلم ۹/۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۱، مسند ابوعوانہ ۱۲۴/۲، بیہقی ۳۸/۲، الارواء ح ۳۰۲ [5] سنن دارقطنی ۳۲۲/۱ نے صحیح کہا، صحیح ابن حبان، الارواء ح ۳۰۲

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص نماز ادا کرتا ہے لیکن اس میں سورت فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے ناقص ہے، ناقص ہے (تین بار کہا) مکمل نہیں ہے۔[1]

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے نماز (یعنی سورت فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کردیا ہے اس کا نصف حصہ میرا ہے اور نصف میرے بندے کا ہے اور میرا بندہ جو سوال کرتا ہے اس کو مل جاتا ہے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں سورت فاتحہ کی تلاوت کرو، چنانچہ

بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ پاک فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی

بندہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ پاک فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثنا کی،

بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ پاک فرماتے ہیں میرے بندے نے میری تعظیم کی،

بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اللہ پاک فرماتے ہیں یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو وہ سوال کرتا ہے،

بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ تو اللہ پاک فرماتے ہیں، یہ میرے بندے کے سوالات ہیں جن کو میں نے پورا کردیا۔[2]

رسول اکرم ﷺ فاتحہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل وغیرہ میں سورت فاتحہ جیسی کوئی سورت نازل نہیں فرمائی سورت فاتحہ کی فضیلت کیلئے یہی کافی ہے کہ اس کا وصف اَلسَّبْعُ الْمَثَانِي اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔[3]

امام باجی کا قول: سورت فاتحہ کو السبع المثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سات آیات ہیں اور اسے ہر رکعت میں دہرایا جاتا ہے اور اس کو القرآن العظیم تعظیماً کہا جاتا ہے اگرچہ قرآن پاک کے ہر جز کو قرآن پاک کہا جاسکتا ہے لیکن خاص طور پر سورت فاتحہ کو قرآن عظیم کہنا بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ کعبہ کو تعظیماً بیت اللہ کہا جاتا ہے اگرچہ تمام مسجدیں اللہ کا گھر ہیں یعنی بیوت اللہ ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم ۹/۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۱، ابوعوانہ [2] صحیح مسلم ۹/۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۱، ابوعوانہ، مالک، اس حدیث کا شاہد جابر کی حدیث السہمی کی تاریخ جرجان ح ۱۴۴ میں ہے [3] سنن نسائی ۱۱۰/۱ کتاب الافتتاح باب ۲۶، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

سورت فاتحہ کی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر آپ اس شخص کو (جس نے رکوع سجود صحیح نہیں کیا اور جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی، [1] کہا کہ وہ نماز میں سورت فاتحہ کی تلاوت کرے اور جو شخص اس کو زبانی یاد نہیں کر سکتا تھا آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کہا کہ تم ﴿سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ پڑھ لیا کرو۔ [2]
اسی طرح آپ نے اس انسان سے بھی کہا جس نے اچھی طرح نماز ادا نہیں کی تھی اگر تجھے قرآن یاد ہو تو قرآن پڑھو ورنہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کلمات کہنا کافی ہیں۔ [3]

جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کا حکم نہیں دیا چنانچہ آپ ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ نے قرأت فرمائی لیکن قرأت آپ ﷺ پر دشوار ہوگئی جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے استفسار کیا شاید تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو صحابہ کرام نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم جلدی جلدی قرأت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرأت نہ کیا کرو، ہاں فاتحہ کی قرأت کر سکتے ہو اس لئے کہ جو شخص اس کی قرأت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ [4]

---

[1] بخاری جزء القرأۃ خلف الامام سند صحیح ہے [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۰، ابن خزیمہ ۱/۸۰/۲ حاکم ۱/۲۴۱، طبرانی، ابن حبان ح ۴۷۷ اور حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی، الارواء ح ۳۰۳ [3] ابوداؤد ترمذی نے حسن کہا، اسکی سند صحیح ہے، صحیح ابوداؤد ح ۸۰۷ [4] بخاری جزء القرأۃ ص ۶۱ باب لا یجھر خلف الامام با لقرأۃ، ضعیف ابوداؤد ص ۸۱ ابواب تفریع استفتاح الصلاۃ بان ترک القرأۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب، مسند احمد، ضعیف ترمذی ح ۳۱۱ کتاب الصلاۃ باب ۴۹، دار قطنی نے اس کو حسن کہا ہے۔

جہری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قرأت منسوخ نہیں ہے (مترجم کی وضاحت)
شیخ البانی کا یہ رجحان درست نہیں کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قرأت منسوخ ہے اس لئے کہ اولاً تو حدیث کا وہ جملہ جس سے شیخ صاحب نے نسخ کا استدلال کیا ہے حدیث میں مدرج ہے زہری کے تلامذہ نے فانتھی الناس جملہ سے لے کر آخر تک کا جملہ زہری کا قرار دیا ہے
مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے اس جملہ کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے مزید برآں اگر یہ جملہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قرار دیا جائے تو پھر اس بات کو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پھر آپ ﷺ نے جہری نمازوں میں ہر قسم کی قرأت سے منع فرمایا جب کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ نے جہری قرأت کی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی آپ ﷺ نے نمازیوں سے استفسار کیا تم میں سے کوئی انسان میرے پیچھے پڑھتا رہا ہے ایک نمازی نے جواب دیا جی ہاں یارسول اللّٰہ ﷺ ! میں پڑھتا رہا ہوں اس پر آپ نے فرمایا میں بھی سوچتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ مجھ سے قرآن جھگڑتا

(گزشتہ سے پیوستہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جہری اور سری نمازوں میں قرأت کا حکم دیتے ہیں اس حکم کی نسبت صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے معلوم ہوا یہ جملہ ابوہریرہ کا نہیں ہے پھر خداج والی حدیث کے راوی بھی ابوہریرہ ہیں جس میں ہر نماز ادا کرنیوالے کیلئے سورت فاتحہ کی قرأت واجب ہے خواہ نماز ادا کرنیوالا امام ہو یا مقتدی یا منفرد ہو، نیز ابوہریرہ کا یہ قول اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ بھی امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کے وجوب پر دلالت کرتا ہے

امام ترمذیؒ فَانْتَهَى النَّاسُ (الخ) کے ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:-((وَلَيْسَ فِي هٰذَا الحديث مايدخل على ما راى القرأة خلف الامام لان ابا هريرة هو الذى روى عن النبى ﷺ هذا الحديث وروى ابى هريرة عن النبى ﷺ انه قال من صلىٰ صلوٰة لم يقرأفيهابام القرآن فهى خداج غير تمام فقال له حامل الحديث انى اكون احياناوراء الامام قال اقرأبهافى نفسك)) ”اس حدیث سے اس شخص کو ہرگز وسوسہ لاحق نہیں ہوسکتا جو امام کے پیچھے قرأت کا قائل ہے اس لئے کہ ابوہریرہ وہ راوی ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا، نیز اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا آپ نے فرمایا جس شخص نے نماز ادا کی اور اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ناقص ہے مکمل نہیں ہے اس حدیث کے ناقل نے ان سے دریافت کیا کہ جب میں امام کی اقتداء میں ہوں تو آپ نے فرمایا پوشیدہ ادا کرلیا کرو۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/۲۵۵)

شیخ البانی نے نسخ قرأۃ پر اذاقرء فانصتوا اور من كان له امام فقرأة الامام له قرأة سے بھی استدلال کیا ہے، مولانا عبدالرحمان مبارک پوری نے لکھا ہے کہ اذاقرء فانصتوا جملہ اکثر حفاظ کے نزدیک صحیح نہیں ہے مزید تحقیق کیلئے تحفۃ الاحوذی ۱/۲۵۹ کا مطالعہ کریں، اور فقرأة الامام له قرأة کے بارے میں مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں مزید تحقیق کیلئے تحقيق الكلام فى الفاتحة خلف الامام کا مطالعہ کریں اس مسئلہ میں بے نظیر کتاب ہے

اب ایک سوال ذہن میں بار بار آتا ہے کہ شیخ البانی جو فن رجال میں مسلم حیثیت کے مالک ہیں اور اعاظم رجال سے شمار ہوتے ہیں انہیں کیسے غلط فہمی ہوگئی اور انہیں پتہ نہ چلا کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے (قرآن پڑھا نہیں جارہا ہے)، ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ رسول اکرم ﷺ کی اقتداء میں قرأت سے رک گئے جب رسول اکرم ﷺ جہری قرأت فرماتے اور سری نمازوں میں جس میں امام قرأت جہری نہیں کرتا اس میں سری قرأت کرنے لگے۔ [1]

اس حدیث میں امام کی پیروی میں مقتدی کے قرأت نہ کرنے کو شامل کیا گیا ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے امام کا تعین اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ [2]

ایک دوسری حدیث میں مقتدی کے سننے کو کافی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ قرأت کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے امام کے پیچھے نماز ادا کرنے میں امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے لیکن اس کا تعلق جہری نمازوں سے ہے۔ [3]

(گزشتہ سے پیوستہ) یہ قول زہری کا ہے حدیث کا جملہ نہیں ہے اس پر ہم اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ لِکُلِّ جَوَادٍ کَبْوَۃٌ ''ہر تیز رو عمدہ گھوڑا گر بھی جاتا ہے یہ ضرب المثل ان پر صادق آتی ہے''

اس سلسلہ میں علامہ البانی کا ایک سہو پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین کرام کو یک گونہ اطمینان ہو سکے، کتاب السنہ لابن ابی عاصم ۲ /۵۰۴ پر حدیث نمبر ۱۰۵۹ میں راشد بن داؤد کا ذکر ہے اسکے بارے میں علامہ البانی نے کہا ((اسنادہ ضعیف لضعف راشد ابن داؤد قد تکلمت علیہ وخرجت حدیثہ فی الضعیفۃ ح۲۹۸۷)) راشد بن داؤد کے ضعف کی وجہ سے حدیث کی سند ضعیف ہے میں نے احادیث ضعیفہ ح ۲۹۸۷ میں اسکے ضعف پر کلام کیا ہے، لیکن آپ حیران ہوں گے جبکہ اسی راشد بن داؤد کے بارے میں احادیث ضعیفہ ۲/ ۱۴۴، ح ۱۶۱۱ میں فرماتے ہیں ((وفی راشد بن داؤد کلام یسیر لاینزل حدیثہ عن رتبۃ الحسن)) ''راشد بن داؤد پر معمولی کلام ہے اس کی حدیث حسن کے مرتبہ سے کم نہیں''

اب فیصلہ قارئین فرمالیں کہ کس طرح شیخ البانی سے سہو ہوا ہے اور کلام میں تضاد ہے اس کو بھی ہم شیخ البانی (رحمہ اللہ) کے شذوذ سے شمار کریں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب، مترجم عافاہ اللہ)

[1] مؤطا لک ۱/ ۵۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۰، مسند حمیدی ح ۹۵۳-۹۷۴، بخاری فی جزء القراءۃ ح ۱۷۴، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۵۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۸، مسند احمد ۲/ ۲۴۰، المحالمی ۶/ ۱۳۹/ ۱، ترمذی نے حسن کہا، ابوحاتم رازی، ابن حبان اور ابن القیم نے صحیح کہا [2] ابن ابی شیبہ ۱/ ۹۷/ ۱، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۲۰ کتاب الصلاۃ باب ۶۹، صحیح مسلم ۲/ ۲۰، ابوعوانہ ۲/ ۱۱۰، مسند الرویانی ۲۴/ ۱۱۹/ ۱، الارواء ح ۳۳۲، ۳۹۴ [3] ابن ابی شیبہ ۱/ ۹۷/ ۱، دار قطنی ح ۱۲۶، صحیح ابن ماجہ ۱/ ۱۴۱، طحاوی، مسند احمد (۳/ ۳۳۹) میں کثیر طرق مسندہ مرسلہ کیساتھ وارد ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کو قوی کہا ہے جیسا کہ الفروع لابن الہادی ق ۲/ ۴۸ میں بوصیری نے اسکے بعض طرق کو صحیح کہا ہے مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ارواء الغلیل ح ۵۰۰

سِرّی نمازوں میں مقتدی پر قرأت واجب ہونے کا بیان

رسول اکرم ﷺ نے سری نمازوں میں مقتدیوں کو حکم دیا کہ وہ قرأت کریں، جابر فرماتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ کیساتھ کسی ایک سورت کی تلاوت کرتے تھے اور ظہر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کی تلاوت کرتے تھے۔ [1]

لیکن اس طرح قرأت نہ ہو کہ امام کو کچھ تشویش لاحق ہو ایک دفعہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ ﷺ نے صحابہ سے استفسار کیا تم میں سے کس نے ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ﴾ تلاوت کی تھی؟ ایک آدمی نے جواب دیا! جی! میں نے تلاوت کی تھی اور میرا ارادہ نیک تھا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ ایک انسان مجھے اضطراب میں ڈال رہا ہے (یعنی اس کی قرأت سے میری توجہ ادھر ہو گئی)۔ [2]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے جہری قرأت کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید خلط ملط کر دیا ہے۔ [3]

نیز آپ نے فرمایا نمازی اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے تم قرآن پاک اونچی آواز کے ساتھ تلاوت کر کے اپنے ساتھیوں کو اضطراب میں نہ ڈالو۔ [4]

سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کی مشروعیت کے قدیم قول میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد قائل ہیں شیخ ملا علی قاری اور بعض دیگر مشائخ اسی کو پسند کرتے ہیں امام زہری امام مالک عبداللہ بن مبارک امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین کی جماعت کا یہی قول ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن پاک سے ایک حرف تلاوت کرتا ہے اس کو ایک نیکی حاصل ہوتی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ الـــم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔ [5]

---

[1] صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۰ کتاب الاقامۃ باب ۱۱ سند صحیح ہے، الارواء ح ۵۰۶ [2] صحیح مسلم ح ۷۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۲، ابوعوانہ، السراج [3] بخاری فی جزء القرأۃ، مسند احمد ۱/۴۵۱، السراج سند حسن ہے [4] مؤطا مالک ۱/۵۱ کتاب الصلاۃ باب ۶، بخاری فی افعال العباد سند حسن ہے [5] صحیح ترمذی ۹/۳ کتاب فضائل القرآن باب ۱۶، مستدرک حاکم ۱/۵۶۶، سند صحیح ہے، الآجری فی آداب حملۃ القرآن، الصحیحہ ح ۶۶۰

اس مضمون کی حدیث کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اسکے منہ کو آگ سے بھرا جائیگا موضوع ہے۔[1]

آمین بلند آواز سے کہنا

رسول اللہ ﷺ جب فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔[2]

رسول اکرم ﷺ مقتدیوں کو آمین کہنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب امام وَلَا الضَّالِّين کہے تو تم آمین کہو، یاد رکھو! جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، بعض روایات میں ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، ایک روایت میں ہے کہ جب تم نماز میں آمین کہتے ہو اور فرشتے آسمانوں میں آمین کہتے ہیں اور دونوں کی آمین میں موافقت ہو جائے تو آمین کہنے والوں کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[3]

نسائی اور دارمی کی حدیث میں اضافہ ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں اسے ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ ان کا وہم ہے اور اس سے باطل ہو جاتا ہے ان لوگوں کا حدیث کے ساتھ استدلال کرنا کہ امام آمین نہ کہے جیسا کہ امام مالک (رحمہ اللہ) سے روایت کیا گیا ہے اور اسی لئے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ تو واضح بات ہے کہ امام آمین کہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی شہادت ایک دوسرا لفظ ادا کر رہا ہے ابن عبدالبر نے التمہید (۱۳/۷) میں کہا ہے کہ یہی قول جمہور مسلمانوں کا ہے اور ان میں امام مالک (رحمہ اللہ) بھی شامل ہیں جب کہ مدینہ منورہ کے اہل علم امام مالک سے بیان کرتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے ابو ہریرہ کی حدیث کی وجہ اور وائل بن حجر کی حدیث کے باعث جو اس سے پہلے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ تم آمین کہو اللہ تمہیں محبوب جانے گا۔[4]

نیز آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے یہودی جس قدر سلام اور امام کے پیچھے آمین پر تم سے حسد میں مبتلاء ہیں اس قدر کسی دوسرے عمل میں نہیں ہیں۔[5]

فائدہ: امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے مقتدی جہری نمازوں میں امام کے آمین کہنے کے ساتھ ہی آمین کہیں امام سے پہلے آمین نہ کہیں جیسا کہ اکثر نمازیوں کا وطیرہ ہے اور نہ امام کے بعد آمین کہیں۔[6]

---

[1] الاحادیث الضعیفہ ح ۵۶۹ [2] بخاری فی جزء القرأۃ، صحیح ابوداؤد ۱/۸۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۷۳ اسند صحیح ہے [3] صحیح بخاری ح ۷۸۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۳، صحیح مسلم ۲/۱۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۹، نسائی، دارمی [4] مسلم، ابوعوانہ [5] صحیح الادب المفرد ح ۹۸۸ باب ۳۹۵، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۲ کتاب الاقامۃ باب ۱۴، صحیح ابن خزیمہ ۱/۷۳، احمد، السراج، دو صحیح اسناد کیساتھ [6] الاحادیث الضعیفہ ح ۹۵۲، صحیح الترغیب والترھیب ۱/۲۰۵

سورت فاتحہ کے بعد کی قراءت کا بیان

رسول اکرم ﷺ سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت تلاوت فرماتے کبھی آپ ﷺ کی تلاوت لمبی ہوتی تھی اور کبھی آپ ﷺ سفر کے عارضہ یا کھانسی، بیماری، یا کسی بچے کے رونے کی وجہ سے مختصر تلاوت فرماتے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں قرأت ہلکی فرمائی ایک دوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو اس میں قرآن پاک سے نہایت مختصر چھوٹی سورت تلاوت فرمائی آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا یارسول اللہ! ﷺ آپ نے ہلکی قرأت کیوں فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی میں نے خیال کیا کہ اس کی والدہ ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہے تو میں نے اچھا جانا کہ بچے کیلئے اس کی والدہ کو جلد فارغ کردوں۔[1]

بچوں کو مسجد میں لانا: سابقہ حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے اس سلسلہ میں ایک مشہور حدیث بیان کیجاتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ [بچوں کو مسجدوں سے دور رکھو] یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے استدلال کے لائق نہیں، ابن الجوزی، ھیثمی، منذری، حافظ ابن حجر، عسقلانی، بوصیری، نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے عبدالحق اشبیلی نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے میں نماز شروع کرتا ہوں میرا ارادہ نماز کو طول دینے کا ہوتا ہے لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکا کردیتا ہوں اس لئے کہ میرا احساس یہ ہوتا ہے کہ کہیں بچے کے رونے سے والدہ مزید پریشانی میں مبتلاء نہ ہوجائے۔[2]

سورت فاتحہ کے بعد سورت کے ملانے کے بارے میں آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ شروع سے سورت کی تلاوت فرماتے اور عام طور پر اسے ختم فرماتے (اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو بعد میں آئیں گی انشاءاللہ)۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر سورت کو رکوع اور سجود سے اس کا حصہ دو۔[3]

ایک روایت میں ہے کہ ایک سورت ایک رکعت میں پڑھو۔[4]

---

[1] مسند احمد ۳/۲۵۷ سند صحیح ہے، ایک اور روایت کو ابن ابی داؤد نے المصاحف ۴/ ۱۴/ ۲ میں بیان کیا ہے [2] صحیح بخاری ح ۷۰۹ کتاب الاذان باب ۶۵، صحیح مسلم ۲/ ۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۳۸ [3] ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۰/۱، مسند احمد ۵/۵۹، عبدالغنی المقدسی فی السنن ۹/ ۲ سند صحیح ہے [4] ابن نصر، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/ ۲۰۴ سند صحیح ہے

☆ میرے نزدیک اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر رکعت میں مکمل سورت پڑھو تا کہ اس سورت کے باعث رکعت کا حصہ مکمل ہو اور یہ حکم استحباب کا ہے اس کی دلیل اس کے بعد ذکر ہو رہی ہے۔

لیکن کبھی ایک سورت دو رکعت میں تقسیم کر کے پڑھتے تھے اور کبھی کامل سورت ہی کو دوسری رکعت میں بھی پڑھتے تھے۔[1]

اور کبھی ایک رکعت میں دو سورتیں یا اس سے زیادہ ملا کر پڑھتے تھے۔[2]

ایک انصاری مسجد قباء میں امامت کراتے ان کا معمول تھا کہ سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت کے ملانے سے قبل قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت فرماتے ہر رکعت میں اسی طرح کرتے مقتدیوں نے اس سے کہا کہ تو پہلے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد کی تلاوت کرتا ہے پھر اسکے ساتھ دوسری سورت ملاتا ہے کیا ایک سورت کی تلاوت کافی نہیں ہے؟ اگر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت کافی نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دو اور دوسری سورت کی تلاوت کر و اس نے جواب دیا میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت نہیں چھوڑ سکتا، اگر تم مجھے امام رکھنا پسند کرتے ہو تو ٹھیک ہے اور اگر تمہیں پسند نہیں تو میں تمہاری امامت چھوڑنے کیلئے تیار ہوں، مقتدیوں کی نظر میں وہ سب سے افضل تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسکی موجودگی میں کوئی دوسرا ان کی امامت کرائے، رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کر دیا آپ نے امام سے کہا کہ تم مقتدیوں کی بات کیوں تسلیم نہیں کرتے ہو اور اس سورت کو ہر رکعت میں کیوں لازم کرتے ہو اس نے جواب دیا مجھے اس سورت کیساتھ محبت ہے آپ نے فرمایا اس سورت کے ساتھ تیری محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔[3]

آپ کا معانی میں باہم متناسب سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا

رسول اکرم ﷺ کبھی مفصل کی ان سورتوں کو جو معانی میں متناسب ہوتیں ایک رکعت میں ملا کر پڑھتے تھے مثلاً سورت الرحمن (۵۵:۷۸) اور والنجم (۵۳:۶۲) ایک رکعت میں،

اقتربت (۵۴:۵۵) اور الحاقه (۶۹:۵۲) ایک رکعت میں،

الطور (۵۲:۴۹) اور الذاریات (۵۱:۶۰) ایک رکعت میں،

اِذَاوَقَعَت (۵۶:۹۶) اور نون (۶۸:۵۲) ایک رکعت میں،

---

[1] احمد، ابویعلیٰ میں دو طریق سے ہے، القرأۃ فی صلاۃ الفجر میں دیکھئے [2] اس کی تخریج بعد میں آئے گی
[3] صحیح بخاری ح ۷۷۴ کتاب الاذان باب ۱۰۶ نے معلق بیان کیا، ترمذی نے موصولاً اور صحیح بیان کیا

سَأَلَ سَائِلٌ (۷۰:۴۴)اور النازعات (۷۹:۴۶)ایک رکعت میں،
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۸۳:۳۶)اور عبس (۸۰:۴۲)ایک رکعت میں،
المدثر (۷۴:۵۶)اور المزمل (۷۳:۲۰)ایک رکعت میں،
هل اتیٰ (۷۶:۳۱)اور لا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ (۷۵:۴۰)ایک رکعت میں،
عم يتساء لون (۷۸:۴۰)اور المرسلات (۷۷:۵۰)ایک رکعت میں،
الدخان (۴۴:۵۹)اوراِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۸۱:۲۹)ایک رکعت میں تلاوت فرماتے۔[1]

مذکورۃ الصدر سورتوں کی ترتیب سے بخوبی اندازہ ہورہا ہے کہ سورتوں کی قرأت میں ترتیب مصحف کا خیال رکھنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ آپ نے بھی تقدیم تاخیر کے ساتھ سورتیں تلاوت کی ہیں اسی طرح نوافل میں سورتوں کی قرأت میں ترتیب مصحف کا خیال رکھنا ضروری نہیں اگرچہ افضل یہی ہے کہ ترتیب مصحف کا خیال رکھا جائے۔

مفصل سورتوں کی طرح کبھی آپ سات لمبی سورتیں مثلاً البقرۃ ، النساء، آل عمران رات کے نوافل کی ایک رکعت میں جمع فرماتے ،اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ملحوظ خاطر رکھا جائے آپ ﷺ فرماتے ہیں افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام کیا جائے۔[2]

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز یا غیر نماز نفل یا فرض میں جب آپ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى تلاوت فرماتے تو سُبْحٰنَكَ فَبَلٰى کہتے اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کا جملہ کہتے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فرماتے۔[3]

اس حدیث کے الفاظ مطلق ہیں قرأت خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے علاوہ ہو اور نماز خواہ نفلی ہو خواہ فرض ہو جبکہ ابوموسیٰ اشعری،اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ دونوں جب فرض نماز میں ان دونوں کی تلاوت کرتے تو جواب کے کلمات فرماتے ،البتہ عمر،اور علی رضی اللہ عنہما سے مطلقاً منقول ہے۔[4]

کیا صرف فاتحہ پر اقتصار جائز ہے؟

معاذ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء [آخری] کی نماز ادا کرتے وہاں سے واپس

---

[1] صحیح بخاری ح ۷۷۵ کتاب الاذان باب ۱۰۶، صحیح مسلم ۲/۲۵ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۴۸ [2] صحیح مسلم ۲/۱۷۵ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۱ ،شرح معانی الآثار للطحاوی ۲/۲۰۵ [3] ضعیف ابوداؤد باب ۱۵۵، البیھقی سند صحیح ہے [4] ابن ابی شیبہ ۲/۱۳۲/۲

آ کر (محلّہ میں) اسی نماز کی جماعت کراتے ایک دن انہوں نے عشاء کی نماز کی امامت کرائی تو [ان کی قوم بنی سلمہ سے سلیم نامی] ایک نوجوان بھی شریک ہوا اس نے طویل قرأت سے اکتا کر [جماعت چھوڑ کر] [مسجد کے کونے میں] نماز ادا کی اونٹ کی نکیل کو پکڑا اور گھر روانہ ہو گیا جب معاذ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا چکا تو اس سے اس کا ذکر کیا گیا اس نے کہا یقیناً وہ منافق ہے میں اس کے اس رویہ سے رسول اکرم ﷺ کو مطلع کروں گا (نوجوان کو پتہ چلا تو اس نے بھی کہا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے رسول **اللہ** ﷺ کو خبردار کروں گا چنانچہ وہ دونوں صبح سویرے رسول **اللہ** ﷺ کی خدمت میں پہنچے جب معاذ نے نوجوان کی شکایت لگائی تو نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا یا رسول **اللہ** یہ شخص طویل عرصہ تک آپ ﷺ کے پاس ٹھرا رہتا ہے وہاں سے واپس آتا ہے تو لمبی قرأت پڑھنی شروع کر دیتا ہے۔

اس پر نبی ﷺ نے (معاذ کو ڈانٹ پلاتے ہوئے) کہا اے معاذ رضی اللہ عنہ تو فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے، اور نوجوان سے دریافت کیا کہ اے میرے بھتیجے! جب تو نماز ادا کرتا ہے تو تو کیسے قرأت کرتا ہے اس نے جواب دیا میں سورت فاتحہ پڑھتا ہوں **اللہ** تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں مجھے نہیں پتہ کہ آپ کیا قرأت کرتے رہتے ہیں؟ اور معاذ کیا کرتا رہتا ہے، رسول **اللہ** ﷺ نے فرمایا میں اور معاذ بھی جنت اور دوزخ کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں نوجوان نے (ذرا بگڑ کر) کہا معاذ کو جلد پتہ چل جائے گا جب دشمن (اس کے سر پر) آ کھڑا ہو گا (ان دنوں اس قسم کی خبریں برابر آ رہی تھیں کہ دشمن حملہ آور ہونے والا ہے) راوی بیان کرتا ہے (اس کے بعد) جلد ہی دشمن حملہ آور ہوا جس میں وہ نوجوان شہید ہو گیا، اس پر رسول **اللہ** ﷺ نے معاذ سے دریافت کیا میرے اور تیرے مخالف کا کیا بنا اس نے کہا، یا رسول **اللہ** ﷺ! وہ سچا انسان تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی وہ تو میدان جنگ میں واقعی شہید ہو گیا ہے۔[1]

اس مسئلہ میں کہ سورت فاتحہ پر اقتصار کرنا جائز ہے میرے علم میں معاذ کی حدیث سے پہلے ایک دوسری حدیث تھی جو مسند احمد اور مسند حارث بن ابی اسامہ اور بیہقی میں ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول **اللہ** ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی جس میں آپ نے سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی دوسری

---

[1] صحیح ابن خزیمہ ح ۱۶۳۴، بیہقی سند صحیح ہے، صحیح ابوداؤد ح ۷۵۸، اصل قصہ صحیحین میں مروی ہے پہلا زائد حصہ ایک روایت کے مطابق مسلم میں ہے اور دوسرا حصہ احمد ۵ / ۷۴ میں ہے، تیسرا اور چوتھا زائد حصہ بخاری میں ہے

سورت تلاوت نہ فرمائی میں نے اس کتاب کے سابقہ ایڈیشنوں میں اس کوحسن قرار دیا تھا لیکن اب تحقیق کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ روایت حسن کے درجہ پر نہیں ہے اس لئے کہ اس روایت میں علی حنظلہ دوسی راوی ضعیف ہے میں حیران ہوں کہ اتنی فاش غلطی کا میں کیسے مرتکب ہوا اور اس کا ضعف کیوں نہ معلوم ہوسکا، شاید میں نے اس راوی کو کوئی دوسرا راوی سمجھ لیا تھا بہر حال میں **اللّٰہ** کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے اس غلطی پر متنبہ کیا اور میں نے ضروری سمجھا کہ اس ایڈیشن میں فی الفور غلطی کا ازالہ کیا جائے، مزید **اللّٰہ** کی حمد وثنا کرتا ہوں کہ مجھے معاذ کی حدیث پر آ گاہی حاصل ہوگئی جو اس مسئلہ میں واضح دلالت کررہی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

کن نمازوں میں جہری اور کن میں سری قراءت مسنون ہے

رسول اکرم ﷺ صبح کی نماز اور مغرب عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اونچی قرأت فرماتے اور ظہر، عصر، مغرب کی تیسری، اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں قرأت سری فرماتے۔

اس مسئلہ میں کثرت کے ساتھ احادیث صحیحہ موجود ہیں امام نووی کے قول کے مطابق اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے، بعض احادیث آ رہی ہیں۔ [1]

صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سِرّی قرأت کا علم ہمیں آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے حرکت کرنے سے ہوتا تھا۔ [2]

نیز کبھی کبھی آپ ﷺ سِرّی قرأت سے ایک آیت اونچی آواز سے بھی پڑھ لیتے تھے۔ [3]

نیز آپ ﷺ جمعہ، عیدین، [4] استسقاء [5] اور کسوف کی نماز میں جہری قرأت فرماتے۔ [6]

رات کے نوافل میں جہری اور سری قراءت دونوں طرح سے ہے

رسول اکرم ﷺ رات کے نوافل میں کبھی سِرّی اور کبھی جہری قرأت فرماتے۔ [7]

نیز جب آپ ﷺ گھر میں نوافل ادا کرتے تو حجرہ میں آپ ﷺ کی قرأت سنائی دیتی

---

[1] ارواء الغلیل ح ۳۴۵ [2] صحیح بخاری ح ۷۶۱ کتاب الاذان باب ۹۷، صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۰ [3] صحیح بخاری ح ۷۶۲ کتاب الاذان باب ۹۷، صحیح مسلم ۲/۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [4] صحیح مسلم ۳/۱۶ کتاب الجمعۃ باب ۱۶۰، صحیح ابوداؤد ۱/۲۰۸ کتاب الصلاۃ باب ۲۴۳ [5] صحیح بخاری ح ۱۰۲۴ کتاب الاستسقاء باب ۱۶، صحیح ابوداؤد ۱/۲۲۰ کتاب الصلاۃ باب ۲۶۴ [6] صحیح بخاری ح ۱۰۶۵ کتاب الکسوف باب ۱۹، صحیح مسلم ۳/۲۹ کتاب الکسوف باب ۱ [7] بخاری فی افعال العباد، صحیح مسلم ۲/۱۹۲ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۳۳

تھی [1] کبھی اتنی اونچی آواز کے ساتھ قرأت فرماتے کہ حجرہ سے باہر لوگ چھت پر ہوتے ان کو بھی آواز سنائی دیتی۔ [2]

دن کے نوافل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سِرّی، جہری کچھ بھی صحیح سند کے ساتھ منقول نہیں۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دن کے نوافل میں سِرّی قرأت فرماتے تھے، نیز ایک ضعیف حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن حذافہ کے پاس سے گزرے وہ دن میں نوافل پڑھ رہا تھا اور ان میں اونچی قرأت کر رہا تھا آپ ﷺ نے اس سے کہا اے عبداللہ! اللہ تعالیٰ تو بہر حال تیری قرأت سن رہے ہیں ہمیں سنانے کی کوشش نہ کرو۔

رسول اکرم ﷺ نے ابوبکر، عمر کو بھی اسی طرح کا حکم دیا تھا جب ایک رات آپ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ابوبکر نوافل پڑھ رہے ہیں ان کی قرأت کی آواز نہایت مخفی تھی لیکن عمر نوافل میں اونچی آواز کے ساتھ قرأت کر رہے تھے جب وہ دونوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ابوبکر سے کہا اے ابوبکر میں رات تیرے پاس سے گزرا تو پست آواز سے نوافل پڑھ رہا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس سے میں سرگوشی کر رہا تھا اس تک میری آواز پہنچ رہی تھی پھر آپ نے عمر سے کہا رات تیرے پاس سے میرا گزر ہوا تو اونچی آواز کے ساتھ نوافل پڑھ رہا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سوئے ہوؤں کو بیدار کرنا چاہتا تھا اور شیطان کو بھگانے کا ارادہ رکھتا تھا اس پر آپ ﷺ نے ابوبکر کو ذرا اونچی آواز سے اور عمر کو نیچی آواز سے پڑھنے کا حکم دیا۔ [3]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے اونچی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا اس انسان کی طرح ہے جو اعلانیہ صدقہ خیرات کرنے والا ہے اور پست آواز کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے والا اس انسان کی طرح ہے جو در پردہ صدقہ دینے والا ہے۔ [4]

نمازوں میں آپ ﷺ کی قرأت کا بیان

رسول اکرم ﷺ مختلف نمازوں میں مختلف سورتیں تلاوت فرماتے اس سلسلہ میں

---

[1] صحیح ابوداؤد ۱/۲۴۶ کتاب الصلاۃ باب ۳۱۶، والترمذی فی الشمائل سند حسن ہے [2] سنن نسائی ۱/۱۹۷ کتاب قیام اللیل باب ۲۱، ترمذی فی الشمائل، البیھقی فی الدلائل سند حسن ہے [3،4] صحیح ابوداؤد ۱/۲۴۷، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اس کی موافقت کی

تفصیلاً جن نمازوں میں آپ ﷺ نے جو سورت تلاوت فرمائی ہم اس کا ذکر کرتے ہیں۔

۱-فجر کی نماز کی قرأت: رسول اکرم ﷺ فجر کی نماز میں طِوَالِ مُفَصَّل (قرآن کی آخری منزل کی) سورتیں پڑھا کرتے تھے۔[۱]

کبھی سورہ الواقعہ (۵۶:۹۶) اور اس جیسی سورتوں کو دو رکعتوں میں تقسیم فرما کر پڑھ لیتے تھے۔[۲]

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۃ الطور (۵۲:۴۹) تلاوت فرمائی۔[۳]

کبھی آپ ﷺ سورۃ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْد (۵۰:۴۵) اور اس جیسی سورتوں کو فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں پڑھتے۔[۴]

اور کبھی قصار المفصل مثلاً سورۃ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۸۱:۱۵) تلاوت فرماتے۔[۵]

ایک بار آپ ﷺ نے سورۃ اِذَا زُلْزِلَت (۹۹:۸) دونوں رکعتوں میں تلاوت فرمائی، راوی کا بیان ہے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ آپ نے بھول کر ایسا کیا یا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کا اعادہ کیا۔[۶]

لیکن بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے عمداً ایسا کیا تا کہ اس کی مشروعیت ثابت ہو۔

ایک بار آپ ﷺ نے سفر میں فجر کی پہلی رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق (۱۱۳:۵) اور دوسری رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۱۱۴:۶) تلاوت فرمائی۔[۷]

آپ ﷺ نے عقبہ بن عامر سے کہا نماز میں مُعَوِّذَتَیْن تلاوت کیا کرو، ان جیسی کوئی سورت نہیں جن کے ساتھ کسی پناہ لینے والے نے پناہ لی ہو۔[۸]

اور کبھی آپ ﷺ اس سے زیادہ ساٹھ آیات یا اس سے بھی زیادہ قرأت فرماتے، البتہ ایک راوی کا بیان ہے ''کہ میں نہیں جانتا! کہ اتنی قرأت دونوں رکعتوں میں ہوتی تھی یا

---

[۱] سنن نسائی ۱/۱۷۱، مسند احمد سند صحیح ہے [۲] مسند احمد، ابن خزیمہ ۱/۶۹/۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [۳] صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۱۰۵، صحیح مسلم [۴] صحیح مسلم ۲/۳۹ کتاب الصلاۃ باب ۳۵، صحیح ترمذی ۱/۹۷ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۵، الارواء ح ۳۴۵ [۵] صحیح مسلم ۲/۳۹ کتاب الصلاۃ باب ۳۵، صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۶ [۶] صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۵، البیھقی سند صحیح ہے [۷] صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۴ کتاب الصلاۃ باب ۳۵۴، ابن خزیمہ ۱/۶۹/۲، ابن بشران فی الامالی، ابن ابی شیبہ ۱۲/۶/۱۷۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [۸] صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۵ کتاب الصلاۃ باب ۳۵۴، مسند احمد ۳/۱۴۷ سند صحیح ہے

ایک رکعت میں ہوتی تھی ''۔[1]

آپ ﷺ سورۃ الروم (۳۰:۶۰) کی تلاوت کرتے تھے۔[2]

اور کبھی سورۃ یٰس (۳۶:۸۳) کی تلاوت کرتے تھے۔[3]

ایک بار آپ ﷺ نے مکہ میں صبح کی نماز میں سورۃ المؤمنین (۲۳:۱۱۸) پڑھنی شروع کی جب موسیٰ، ہارون ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هَارُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ ﴾ یا عیسیٰ (اور عیسیٰ کا ذکر اس سابقہ آیت کے چار آیات کے بعد وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ آيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ﴾ کے ذکر پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آنی شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں آپ ﷺ رکوع میں چلے گئے۔[4]

اور کبھی صبح کی نماز کی سورۃ الصافات (۷۷:۱۸۲) کے ساتھ امامت کراتے۔[5]

جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَه (۳۲:۳۰) اور دوسری رکعت میں سورۃ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ (۷۶:۳۱) تلاوت فرماتے۔[6]

پہلی رکعت میں آپ ﷺ کی قرأت لمبی ہوتی تھی اور دوسری رکعت میں تھوڑی قرأت کرتے۔[7]

فجر کی سنتوں میں قرأت

رسول اکرم ﷺ فجر کی سنت کی دونوں رکعتوں میں نہایت ہلکی قرأت فرماتے۔[8]

یہاں تک کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مجھے شک گزرتا کہ شاید آپ ﷺ نے سورت فاتحہ بھی نہیں پڑھی ہے۔[9]

اور کبھی آپ ﷺ پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ

---

[1] صحیح بخاری ح ۷۷۱ کتاب الاذان باب ۱۰۴، صحیح مسلم ۲/۴۰ کتاب الصلاۃ باب ۳۵ [2] سنن نسائی ۱/۱۱۶ کتاب الافتتاح باب ۴۱، مسند احمد ۵/ ۳۶۳ ۳، بزار، سند جید ہے، سورہ روم کے بارے میں حدیث کی سند جید ہے دراصل میں نے تمام المنه فی التعليق علىٰ فقه السنه ص ۱۸۵ پر اور اسکے علاوہ بعض کتب میں اس کے خلاف کلام کی تھی لیکن اب آخر میں میری رائے یہ ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے [3] احمد سند صحیح ہے [4] صحیح بخاری تعلیقاً مع الفتح الباری ۲/۲۱۱، صحیح مسلم ۲/۳۹ کتاب الصلاۃ باب ۳۵، الارواء ح ۳۹۷ [5] مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ، المقدسی فی المختارہ [6] صحیح بخاری ح ۸۹۱ کتاب الجمعۃ باب ۱۰، صحیح مسلم ۳/۱۶ کتاب الجمعۃ باب ۱۶ [7] صحیح بخاری ح ۷۷۶ کتاب الاذان باب ۱۰۷، صحیح مسلم ۲/۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [8] مسند احمد ۶/۴۰-۲/۲۵۶ سند صحیح ہے [9] صحیح بخاری ح ۱۱۷۱ کتاب الاذان باب ۲۸، صحیح مسلم ۲/۱۶۰ کتاب المسافرین باب ۱۳

اِلَیۡنَا (۲:۱۳۶) پوری آیت تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں قُلۡ یٰاَھۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ (۳:۶۴) پوری آیت تلاوت فرماتے۔ [۱]

اور کبھی اس کی جگہ پر (یعنی دوسری رکعت میں قُلۡ یٰاَھۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ کے بدلہ میں) فَلَمَّا اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡھُمُ الۡکُفۡرَ (۵۲:۲۳) پوری آیت پڑھتے تھے۔ [۲]

اور کبھی آپ ﷺ پہلی رکعت میں قُلۡ یٰاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ اور دوسری رکعت میں قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھتے تھے۔ [۳] رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں بڑی عمدہ سورتیں ہیں۔ [۴]

چنانچہ آپ نے ایک آدمی (صحابی) سے سنا کہ وہ پہلی رکعت میں پہلی سورت قُلۡ یٰاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ) پڑھ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ بندہ اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے، اور پھر دوسری رکعت میں دوسری سورت (قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد) پڑھ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہے۔ [۵]

ظہر کی نماز میں قرأت

رسول اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی سی دو سورتیں ملاتے تھے البتہ پہلی رکعت کی قرأت بہ نسبت دوسری رکعت کی قرأت کے لمبی ہوتی تھی۔ [۶]

اور کبھی اس قدر قرأت طویل ہو جاتی کہ ادھر ظہر کی جماعت کی اقامت ہوئی تو ایک شخص اپنے گھر سے بقیع قبرستان کی جانب قضائے حاجت کیلئے گیا وہاں سے فارغ ہو کر گھر پہنچا وضو بنایا پھر مسجد کا رخ کیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں ہی ہیں (گویا کہ اتنی لمبی قرأت فرماتے تھے)۔ [۷]

صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پہلی رکعت کو اتنا لمبا اس لئے فرماتے تھے تا کہ

---

۱ صحیح مسلم ۲/۱۶۱ کتاب المسافرین باب ۱۳، ابن خزیمہ، حاکم ۲ صحیح مسلم ۲/۱۶۱ کتاب المسافرین باب ۱۳، صحیح ابوداؤد/۱ ۲۴۴ کتاب الصلاۃ باب ۲۹۳ ۴ صحیح ابن ماجہ ۱/۱۸۹ کتاب الاقامۃ باب ۱۰۲، ابن خزیمہ ۵ الطحاوی، صحیح ابن حبان، ابن بشران، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو الاحادیث العالیات نمبر ۱۶ میں حسن کہا ہے ۶ صحیح بخاری ح ۷۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۲/۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۳۴
۷ صحیح مسلم ۲/۳۸ کتاب الصلاۃ باب ۳۴، بخاری فی جزء القراۃ

نمازی پہلی رکعت میں ہی شریک ہوسکیں۔[1]

آپ ﷺ ایک رکعت میں قریباً تیس آیات الٓمٓ تنزیل السجدہ (۳۰:۲۲) کے بقدر قرأت فرماتے اس میں سورت فاتحہ بھی شامل ہے۔[2]

اور کبھی آپ ﷺ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اوراس جیسی سورتیں قرأت فرماتے۔[3] اور کبھی اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ اوراس جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔[4] ظہر اور عصر کی نمازوں میں آپ ﷺ کی قرأت کا علم آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے حرکت کرنے سے ہوتا تھا۔[5]

ظہر،عصر کی نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد قرأت

رسول اکرم ﷺ ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں پہلی دونوں رکعتوں سے تقریباً کم (نصف) قرأت فرماتے یعنی پندرہ آیات کے بقدر قرأت فرماتے۔[6]

معلوم ہوا کہ آخری دونوں رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد قرأت مسنون ہے چنانچہ صحابہ کی ایک جماعت جن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں اسی نظریہ کے قائل ہیں، امام شافعی (رحمہ اللہ) کا بھی یہی قول ہے، متاخرین علماء میں سے علامہ ابوالحسنات لکھنوی بھی اس کے قائل ہیں، مزید وہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض فقہائے حنفیہ کا یہ کہنا کہ آخری دو رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے سجدہ سہو لازم ہوجاتا ہے، نہایت حیران کن بات ہے، ان لوگوں کے اس خیال کا رد ابراہیم حلبی اور ابن امیر حاج وغیرہ نے بہترین انداز میں کیا ہے، پس معلوم ہوا، کہ ان لوگوں کو یہ حدیث نہیں پہنچی اگر انہیں حدیث کا علم ہوجاتا تو کبھی سجدہ سہو کرنے کا حکم نہ لگاتے۔[7]

اور کبھی آپ ﷺ ان آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ کی قرأت فرماتے۔[8]

---

[1] صحیح ابوداؤد/۱ ۱۵۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۰ سند صحیح ہے ابن خزیمہ ۱/ ۱۶۵/۱ [2] مسند احمد، صحیح مسلم ۲/ ۳۸ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [3] صحیح ابوداؤد/۱ ۱۵۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۳، صحیح ترمذی ۱/ ۹۷ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۶ ترمذی نے صحیح کہا، ابن خزیمہ ۱/ ۶۷/ ۲ [4] صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۶۷/ ۲ [5] صحیح بخاری ح ۷۷۷ کتاب الاذان باب ۱۰۷، صحیح ابوداؤد/۱ ۱۵۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۰ [6] مسند احمد، صحیح مسلم ۲/ ۳۸ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [7] التعلیق الممجد علیٰ مؤطا امام محمد ص ۱۰۲ [8] صحیح بخاری ح ۷۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۲/ ۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۳۴

ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی قرأت واجب ہے

رسول اکرم ﷺ نے اس انسان کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی کہ وہ ہر رکعت میں فاتحہ کی قرأت کرے اس سے پہلے آپ نے اسے پہلی رکعت میں فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دیا تھا۔[1]

آپ ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی نماز کی تمام رکعتوں میں ایسا کرو، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر ہر رکعت میں فاتحہ کی قرأت کرے۔[2]

ان سِرّی نمازوں میں کبھی آپ ﷺ کوئی آیت اونچی سنا دیتے تھے۔[3]

صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سِرّی نمازوں میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (۱۹:۸۷) اور ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَه (۲۶:۸۸) نیچی آواز سے پڑھتے ہوئے سنی۔[4]

اور کبھی آپ ﷺ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (۲۲:۸۵)، وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ (۱۷:۸۶) اور ان جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔[5]

اور کبھی وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی (۲۱:۹۲) اور اس جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔[6]

عصر کی نماز کی قرأت

رسول اکرم ﷺ عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد دوسری سورت بھی ملاتے تھے اور بہ نسبت دوسری رکعت کے پہلی رکعت کی قرأت لمبی ہوتی تھی۔[7] صحابہ کرام کی رائے یہ ہے کہ آپ کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ نمازی پہلی رکعت ہی میں شامل ہو جائیں۔[8]

تقریباً ہر رکعت میں آپ ﷺ پندرہ آیات تلاوت فرماتے گویا عصر کی پہلی دو رکعتوں

---

[1] صحیح ابوداؤد/۱ ۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، مسند احمد سند قوی ہے [2] صحیح بخاری ح ۷۵۷ کتاب الاذان باب ۹۵، صحیح مسلم ۲/ ۱۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱، مسند احمد سند جید ہے [3] صحیح بخاری ح ۷۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۲/ ۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [4] صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲/۶۷، الضیاء المقدسی فی المختارہ سند صحیح ہے [5] بخاری فی جزء القراۃ، صحیح ترمذی ۱/ ۹۷ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۶ ترمذی نے صحیح کہا [6] صحیح ابوداؤد/۱ ۱۵۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۲، طیالسی [7] صحیح بخاری ح ۷۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۲/ ۳۹ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [8] صحیح ابوداؤد/۱ ۱۵۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۰ سند صحیح ہے، ابن خزیمہ

کی قرأت ظہر کی نماز کی قرأت کی بہ نسبت نصف ہوتی تھی اور آخری دونوں رکعتیں پہلی دونوں رکعتوں سے قرأت کے لحاظ سے آدھی ہوتی تھیں۔[1]

آپ ﷺ دونوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے، اور کبھی آپ کوئی آیت اونچی آواز میں لوگوں (صحابہ) کو سناتے تھے اور ظہر کی نماز میں جن سورتوں کے پڑھنے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے عصر کی نماز میں بھی ان سورتوں کی آپ تلاوت فرماتے تھے۔[2]

مغرب کی نماز میں قرأت

رسول اکرم ﷺ کبھی مغرب کی نماز میں قِصَارِ مُفَصَّلُ (سورة البينه سے لے کر سورة الناس تک) سورتیں تلاوت فرماتے تھے۔[3]

صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرتے اور ان کے ساتھ سلام پھیرتے (یعنی نماز سے فارغ ہوتے)، نماز سے لوٹنے والے کو تیر اندازی کرتے ہوئے اتنی روشنی ہوتی تھی کہ اسے تیر کے گرنے کی جگہ نظر آتی تھی۔[4]

آپ ﷺ نے سفر میں مغرب کی نماز میں بھی دوسری رکعت میں سورت والتین تلاوت فرمائی۔[5]

اور کبھی آپ ﷺ طِوَالِ مُفَصَّل (سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ الانشقاق تک)، اوساط مفصل اور کبھی اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تلاوت فرماتے۔[6]

اور کبھی آپ والطور (۵۲:۴۹)[7] اور کبھی والمرسلات (۷۷:۵۰) تلاوت فرماتے خیال رہے کہ والمرسلات آپ نے اپنی آخری نماز میں تلاوت فرمائی۔[8]

اور کبھی آپ دو لمبی سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورت الاعراف (۷:۲۰۶) (بالاتفاق الاعراف یا الانعام علی الارجح جیسا کہ فتح الباری میں ہے) دو رکعتوں میں تلاوت فرماتے۔[9]

---

[1] مسند احمد ۳/۲، صحیح مسلم ۲/۳۸ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [2] صحیح بخاری ح ۷۵۹ کتاب الاذان باب ۹۶، صحیح مسلم ۲/۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۳۴ [3] نسائی ۱/۱۹ کتاب السجود باب ۱۵، مسند احمد ۲/۳۰۰ [4] صحیح بخاری ح ۵۵۹ کتاب مواقیت الصلاۃ باب ۱۸، صحیح مسلم ۱/۱۱۴ کتاب المساجد باب ۳۸ [5] طیالسی، مسند احمد سند صحیح ہے [6] ابن خزیمہ ۱/۱۶۶/۲، طبرانی، مقدسی سند صحیح ہے [7]، [8] صحیح بخاری ح ۷۶۵ کتاب الاذان باب ۹۹، صحیح مسلم ۲/۴۱ کتاب الصلاۃ باب ۳۵ [9] صحیح بخاری ح ۷۶۴ کتاب الاذان باب ۹۸، صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۳ کتاب الصلاۃ باب ۱۳۳، ابن خزیمہ ۱/۶۸/۱، احمد السراج، المخلص

اور کبھی آپ ﷺ دونوں رکعتوں میں الانفال (۸: ۷۵) تلاوت فرماتے۔ [1]

مغرب کی سنتوں کی قرأت

مغرب کے بعد کی سنتوں میں آپ ﷺ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ (۱۰۹: ۶) اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد (۱۱۲: ۴) تلاوت فرماتے۔ [2]

عشاء کی نماز کی قرأت

رسول اکرم ﷺ عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اَوْسَاطِ مُفَصَّل (سورۃ البروج سے لے کر سورۃ البینہ تک) تلاوت فرماتے۔ [3]

چنانچہ وَالشَّمْسِ وَضُحَاھَا (۹۱: ۱۵) اور اس جیسی سورتیں تلاوت فرماتے۔ [4]

اور کبھی اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ تلاوت فرماتے اور اس میں سجدہ کرتے۔ [5]

ایک دفعہ آپ ﷺ نے سفر میں پہلی رکعت میں وَالتِّیْنِ تلاوت فرمائی۔ [6]

آپ ﷺ نے اس نماز میں لمبی قرأت سے منع فرمایا جب معاذ نے اپنے ساتھیوں کو عشاء کی نماز پڑھائی اور لمبی قرأت پڑھی تو ایک انصاری جماعت سے نکلا اور اس نے الگ نماز پڑھ لی معاذ کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ وہ منافق ہے اور جب انصاری کو پتہ چلا کہ معاذ نے اس کو منافق کہا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کے پاس معاذ کے خلاف شکایت لگائی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ! تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو جب تم جماعت کراؤ تو ﴿وَالشَّمْسِ﴾ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی﴾ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ﴾ اور ﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی﴾ کی تلاوت کرو اس لئے کہ تیری اقتداء میں بوڑھے کمزور ضرورت مند نماز ادا کرتے ہیں۔ [7]

---

[1] طبرانی کبیر سند صحیح ہے [2] مسند احمد ۹۹/۲، المقدسی، سنن نسائی ۱۲۰/۱ کتاب الافتتاح باب ۶۸، ابن نصر، طبرانی [3] سنن نسائی ۱۱۹/۱ کتاب الافتتاح باب ۶۱، مسند احمد ۳۰۰/۲ سند صحیح ہے [4] مسند احمد، صحیح ترمذی ۹۹/۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۸ حدیث حسن ہے [5، 6] صحیح بخاری ح ۷۶۶ کتاب الاذان، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ، نسائی [7] صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۶۱، صحیح مسلم ۴۱/۲ کتاب الصلاۃ باب القرأۃ فی العشاء، سنن نسائی ۱۲۰/۱ کتاب الافتتاح باب القرأۃ فی العشاء، ارواء الغلیل ح ۲۹۵

رات کے نوافل کا بیان

رسول اکرم ﷺ کبھی نوافل میں جہری اور کبھی سری قرأت پڑھتے۔[1]

اور کبھی مختصر قرأت پڑھتے اور کبھی لمبی قرأت پڑھتے اور کبھی بہت ہی لمبی قرأت پڑھتے چنانچہ عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں! کہ میں ایک رات نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا آپ ﷺ مسلسل قیام میں رہے یہاں تک کہ میں نے کچھ غلط خیال کیا کسی نے پوچھا آپ نے کیا غلط خیال کیا اس نے جواب دیا میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ میں نماز توڑ کر بیٹھ جاؤں اور نبی ﷺ کی اقتداء چھوڑ دوں۔[2]

حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نفل نماز میں شریک ہوا آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ شروع کی میں نے محسوس کیا کہ سو آیات پڑھ کر رکوع میں چلے جائیں گے لیکن آپ ﷺ پڑھتے چلے گئے میں نے خیال کیا کہ سورۃ البقرۃ کو دو رکعتوں میں تقسیم کریں گے لیکن آپ ﷺ پڑھتے رہے پھر میں نے خیال کیا کہ سورۃ البقرۃ ختم کر کے رکوع میں چلے جائیں گے لیکن آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ کو ختم کر کے سورۃ النساء شروع کر دی، پڑھتے رہے یہاں تک کہ اسے ختم کرلیا پھر سورہ آل عمران کو پڑھنا شروع کر دیا اس کو بھی ختم کر ڈالا نہایت آہستگی سے پڑھتے جاتے تھے، جب ایسی آیات کے پاس سے گزرتے جن میں سبحان اللہ کہنے کا حکم ہوتا تو سبحان اللہ کہتے اگر کچھ مانگنے کا ذکر ہوتا تو سوال فرماتے اگر پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو اعوذ باللہ پڑھتے (سورہ آل عمران ختم کر کے) پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا۔[3]

اسی طرح ایک رات آپ ﷺ بیمار تھے باوجود اس کے آپ ﷺ نے سات طویل سورتیں تلاوت فرمائیں۔[4]

معلوم ہوا کہ نمازوں میں قرآن پاک کی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری نہیں جبکہ آپ ﷺ نے سورہ آل عمران کی تلاوت سورۃ النساء کے بعد کی ہے حالانکہ آل عمران قرآن پاک میں النساء سے پہلے ہے ،سات لمبی سورتیں یہ ہیں البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، التوبہ۔

---

[1] سنن نسائی ۱/۱۹۷ کتاب قیام اللیل باب ۲۱ سند صحیح ہے [2] صحیح بخاری کتاب التہجد، صحیح مسلم ۲/۱۸۶ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۷ [3] صحیح مسلم ۲/۱۸۶ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۷، سنن نسائی ۱/۱۹۸ کتاب قیام اللیل باب ۲۹ [4] ابویعلیٰ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اور کبھی آپ ﷺ ان سورتوں میں سے ایک رکعت میں ایک سورت تلاوت فرماتے۔[1]

مکمل قرآن پاک کتنی مدت میں ختم کرنا چاہیئے؟

لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کبھی آپ نے ایک رکعت میں مکمل قرآن پاک ختم کیا ہو۔[2]

بلکہ آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا چنانچہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمرو سے فرمایا! ایک ماہ میں قرآن پاک ختم کر لیا کرو اس نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ تلاوت کرنے کی طاقت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا! تو بیس دن میں ختم کر لیا کرو اس نے کہا مجھ میں مزید طاقت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا! اچھا سات دن میں مکمل کر لیا کرو اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔[3]

پھر آپ ﷺ نے اس کو پانچ دنوں میں ختم کرنے کی اجازت فرمائی۔[4]

پھر آپ ﷺ نے اس کو تین دنوں میں ختم کرنے کی اجازت فرمائی۔[5]

اور اس کو اس سے کم دنوں میں ختم کرنے سے منع فرمایا۔[6]

اور اس کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تین دن سے کم میں ختم کیا وہ قرآن پاک کے سمجھنے سے محروم رہا۔[7]

بعض الفاظ یوں ہیں قرآن پاک سے اس شخص کو کچھ سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی جو تین دن سے کم میں قرآن پاک ختم کرتا ہے۔[8]

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عام طور پر ہر عبادت کرنے والا انسان نشاط کی کیفیت میں خوش و خرم رہتا ہے اور ہر وہ شخص جو برائیوں میں محو رہتا ہے بالآخر وہ سستی و کاہلی میں مدہوش رہتا ہے گویا کہ ایک شخص سنت کی جانب رواں دواں ہے جب کہ دوسرا شخص بدعت میں جکڑا ہوا ہے چنانچہ جس شخص کا قدم سنت کی جانب ہے وہ ہدایت کی جانب ہے اور جس شخص کا قدم سنت کے مخالف ہے تو وہ خائب و خاسر ہے۔[9]

---

[1] ابوداؤد، نسائی سند صحیح ہے [2] صحیح مسلم ۲/۱۷۱ باب جامع صلاۃ اللیل، ابوداؤد [3] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب ۳۴، صحیح مسلم ۳/۱۶۲ کتاب الصیام باب ۳۲ [4] سنن نسائی ۱/۲۶۷ باب صیام خمسة ایام من الشھر ترمذی نے صحیح کہا [5] صحیح بخاری کتاب الصیام باب ۵۸، مسند احمد [6] دارمی، سنن سعید بن منصور سند صحیح ہے [7] مسند احمد ۲/۱۶۴-۱۶۵ سند صحیح ہے [8] دارمی، صحیح ترمذی ۳/۱۷ ابواب القرائات باب ۴ ترمذی نے صحیح کہا [9] مسند احمد ۲/۱۵۸، صحیح ابن حبان

امام طحاوی کا قول: اس حدیث سے مراد معاملات کی ادائیگی میں تیزی مقصود ہے جن اعمال کے ادا کرنے میں مسلمان ارادہ کرتے ہیں کہ ان کی ادائیگی میں وہ **اللہ** کا قرب حاصل کریں جب کہ رسول **اللہ** کو ان معاملات میں تیزی مقصود نہ تھی بلکہ میانہ روی مقصود تھی اور اس کی ادائیگی سے آسانی کے ساتھ نکلنا تھا نیز آپ نے حکم دیا کہ اعمال صالحہ کے ساتھ خود کو وابستہ رکھا جائے کہ ان پر ہمیشگی قائم رہے اور ان کا لزوم باقی رہے یہاں تک کہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری دیں اور **اللہ** کی ذات سے ان کی ملاقات ہو چنانچہ اس کی وضاحت میں نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا سب سے افضل عمل **اللہ** کے ہاں وہ عمل ہے جس میں دوام ہوا گرچہ کم ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث جس کے شروع میں یہ قول ہے کہ ''یہ حدیث مروی ہے'' حالانکہ وہ حدیث صحیح، متفق علیہ ہے اور عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) اس کی راوی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول **اللہ** ﷺ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہیں فرماتے تھے۔[1]

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ایک رات میں دو سو آیات نوافل میں تلاوت کرتا ہے وہ اطاعت گزار مخلص لوگوں کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔[2]

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ہر رات سورہ بنی اسرائیل (۱۱۱:۱۷) اور الزمر (۷۵:۳۹) تلاوت فرماتے تھے۔[3]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص ایک رات میں نوافل میں سو آیات تلاوت کرتا ہے وہ غفلت شعار لوگوں کی فہرست میں شمار نہیں ہوتا ہے۔[4]

اور کبھی آپ ﷺ ہر رکعت میں پچاس آیات یا اس سے زیادہ تلاوت فرماتے۔[5]

اور کبھی **یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ** (۲۰:۷۳) کے بقدر تلاوت فرماتے۔[6]

لیکن آپ ﷺ تمام رات نوافل نہیں پڑھا کرتے تھے ہاں کبھی کبھی ایسا ہو جاتا تھا۔[7]

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا ہمیشہ یا اکثر طور پر تمام رات بیدار رہنا سنت نبوی کے خلاف ہے اگر تمام رات بیدار رہنا فضیلت کا کام ہوتا تو آپ ضرور بیدار رہتے اس لئے کہ بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے۔

---

[1] ابن سعد، ۳۷۶/۱/۱، ابوالشیخ فی اخلاق النبی ﷺ ص ۲۸۱ [2] دارمی حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [3] مسند احمد، ابن نصر سند صحیح ہے [4] دارمی، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [5] صحیح بخاری، ابوداؤد [6] مسند احمد، صحیح ابوداؤد ۲۶۲/۱ کتاب قرأۃ القرآن سند صحیح ہے [7] صحیح مسلم ۱۷۰/۲ کتاب صلاۃ المسافرین باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض، ابوداؤد

کیا امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) نے ۴۰ سال عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہے؟

امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی ہے اس کا کچھ اصل نہیں علامہ فیروز آبادی نے الرد علی المعترض (۱:۴۴) میں اس کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے اس کو واضح جھوٹ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کے واقعات کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی درست نہیں اور نہ ہی اس واقعہ سے ان کے مقام میں کچھ اضافہ ہوتا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ امام صاحب جیسا آدمی افضل عمل بجالائے اس لئے ہر نماز کیلئے نیا وضو کرنا بہر حال اس سے افضل ہے کہ پہلے وضو کے ساتھ ہی دوسری نماز ادا کی جائے اس کے ساتھ ساتھ اگر اس واقعہ کو درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ امام صاحب مسلسل چالیس سال رات بھر بیدار رہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان اتنا لمبا عرصہ جاگتا رہے زیادہ سے زیادہ اس واقعہ کے بارے میں ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بعض متعصب جاہل قسم کے لوگوں کا وضع کردہ ہے اس قسم کے خرافات ذکر کرنے سے امام صاحب کی شان دوبالا نہیں ہوتی بلکہ کئی قسم کے شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے ایک رات آپ ﷺ کے ساتھ رہے اس کا بیان ہے کہ آپ ﷺ تمام رات بیدار رہے اور نوافل ادا کرتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی جب آپ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو خباب نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آج رات جس طرح آپ ﷺ نے نوافل پڑھے ہیں اس سے پہلے میں نے کبھی آپ ﷺ کو اس طرح نماز ادا کرتے نہیں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کہنا بالکل درست ہے اور جان لو کہ نماز ایسی عبادت ہے جس میں اشتیاق کو اللہ کے ساتھ بڑھایا جائے اور اس کے عذاب سے پناہ مانگی جائے چنانچہ میں نے اپنے پروردگار سے تین باتوں کا سوال کیا جن میں سے دو باتوں کو پزیرائی حاصل ہوئی ایک بات کو تسلیم نہ کیا گیا ایک سوال یہ کیا کہ اللہ تعالی ہمیں اس طرح تباہ و برباد نہ کرے جس طرح اس نے پہلی امتوں کو تباہ و برباد کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا پھر میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا ہم پر ہمارے دشمن کو غلبہ حاصل نہ ہو یہ بھی قبول کرلیا گیا پھر میں نے سوال کیا کہ امت محمدیہ میں اختلاف رونما نہ ہو لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا۔[1]

---

[1] سنن نسائی ۱/۱۹۵ کتاب قیام اللیل وتطوع النهار باب ۱۶، مسند احمد ۵/۱۰۹-۱۰۸، الطبرانی ۱/۱۸۷/۲، صحیح ترمذی ۲/۲۳۴ ابواب الفتن باب ۱۳ ترمذی نے صحیح کہا

ایک رات آپ ﷺ صبح تک قیام فرماتے رہے لیکن صرف اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ:۱۱۸) آیت ہی تمام نماز میں یہاں تک کہ رکوع وسجود میں بھی یہی آیت تلاوت کرتے رہے اور دعا میں بھی یہی آیت دہراتے رہے صبح کی نماز کے بعد ابوذر نے آپ ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ آپ رات بھر یہی آیت تلاوت کرتے رہے بلکہ رکوع اور سجور اور دعا میں بھی یہی آیت دہراتے رہے حالانکہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو تمام قرآن کا علم دیا ہے اگر ہمارے جیسا اس طرح نوافل ادا کرتا تو ہم اس پر ٹوٹ پڑتے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اس رات اپنی امت کے لئے شفاعت کرنے کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سوال کو شرف قبول عطا فرمایا ان شاء اللہ ہر وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھراتا اس کو میری سفارش سے فائدہ پہنچے گا۔[1]

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے استفسار کیا یارسول اللہ ﷺ میرا ایک پڑوسی ہے جو رات بھر قیام کرتا ہے لیکن بار بار صرف قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد (۱۱۲:۴) کو ہی دہراتا رہتا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری آیت تلاوت نہیں کرتا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت ثلث ۱/۳ قرآن کے برابر ہے۔[2]

نماز وتر

رسول اکرم ﷺ وتر نماز کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (۸۷:۱۹) اور دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ (۱۰۹:۶) اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد (۱۱۲:۴) تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[3]

اور کبھی تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد کے ساتھ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق (۱۱۳:۵) اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۱۱۴:۶) کا اضافہ فرماتے۔[4]

---

[1] سنن نسائی ۱/۱۲۲ کتاب الافتتاح باب تردد الآیة، ابن خزیمہ ۱/۲۷۰، مسند احمد ۵/۱۴۹، ابن نصر، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [2] مسند احمد ۳/۱۵، صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب ۱۳ [3] سنن نسائی ۱/۲۰۳ باب نوع الآخر من القراۃ فی الوتر، حاکم نے صحیح کہا [4] صحیح ترمذی ۲/۱۴۴ ابواب الوتر باب ۳۳۵، ابوالعباس الاصم ج ۲ ح ۱۱۷، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک رکعت نماز وتر پڑھی اس میں سو آیات سورۃ النساء (۴:۱۷۶) سے تلاوت فرمائیں۔[1]

اور وتر کے بعد دو رکعتوں میں اِذَا زُلْزِلَت (۹۹:۸) اور قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ (۱۰۹:۶) تلاوت فرماتے تھے۔[2]

خیال رہے کہ وتر کے بعد دو نفل ادا کرنا مسلم وغیرہ میں مذکور ہے لیکن ایک دوسری روایت کہ (تم رات کے نوافل کے آخر میں وتر پڑھو) کے مخالف ہے ان دونوں کے درمیان علماء نے مطابقت پیدا کرنے کیلئے مختلف توجیھات ذکر کی ہیں میرے نزدیک کوئی بھی توجیہ اہمیت کی حامل نہیں ہے لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ وتروں کے بعد دو نفل نہ پڑھے جائیں، بعدازاں مجھے ایک صحیح حدیث سے آگاہی ہوئی جس میں وتر کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنے کا حکم تھا پھر اس حکم کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا عمل بھی مؤید ہوا لہٰذا وتر نماز کے بعد دو نفل نماز ادا کرنا تمام لوگوں کیلئے جائز ہے البتہ آپ کا ارشاد کہ اپنی آخری نماز وتر نماز سمجھو اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا پس تضاد ختم ہو گیا۔[3] والحمد للہ علیٰ توفیقہ

نماز جمعہ

رسول اکرم ﷺ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ (۶۲:۱۱) اور دوسری میں اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ (۶۳:۱۱) اور کبھی اس کی جگہ ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃ (۸۸:۲۶) تلاوت فرماتے۔[4]

اور کبھی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (۸۷:۱۹) اور دوسری میں ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃ (۸۸:۲۶) تلاوت فرماتے۔[5]

نماز عید

کبھی آپ ﷺ نماز عید کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (۸۷:۱۹) اور دوسری میں ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃ (۸۸:۲۶) تلاوت فرماتے، اور کبھی ان دونوں

---

[1] سنن نسائی ۱/۲۰۳ کتاب قیام اللیل باب القرأۃ فی الوتر، مسند احمد ۴/۴۱۹ سند صحیح ہے [2] احمد، ابن نصر، طحاوی ۱/۲۰۲، ابن خزیمہ، ابن حبان سند صحیح ہے [3] الاحادیث الصحیحہ ح ۱۹۹۳ [4] صحیح مسلم ۳/۱۵ باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعۃ، صحیح ابوداؤد ۱/۲۰۸ باب ما یقرأ فی الجمعۃ، ارواء الغلیل ح ۳۴۵ [5] صحیح ابوداؤد ۱/۲۰۹ باب ما یقرأ فی الجمعۃ

میں قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ(۵۰:۵۴)اوراِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ(۵۴:۵۵) تلاوت فرماتے۔ [1]

نماز جنازہ

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد فاتحۃ الکتاب اس کے بعد کوئی ایک سورت پڑھی جائے۔ [2] اور پہلی تکبیر کے بعد سری (خاموش) قرأت کیساتھ پڑھی جائے۔ [3]

امام شافعی، احمد، اسحاق بن راھویہ (رحمہم اللہ) کا قول ہے کہ صرف سورت فاتحہ پڑھی جائے متاخرین احناف کا بھی یہی مسلک ہے البتہ شوافع کے نزدیک سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت کو بھی ملایا جائے اور یہی درست ہے۔

قرأت آہستہ آہستہ اور اچھی آواز سے کرنے کا بیان

رسول اکرم ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے، جلدی جلدی اور تیز پڑھنے سے کنارہ کشی فرماتے بلکہ ایک ایک حرف الگ الگ کر کے (وضاحت کے ساتھ) پڑھتے۔ [4]

سورت کو اس آہستگی سے تلاوت کرتے کہ یوں معلوم ہوتا کہ ایک چھوٹی سورت لمبی سورت سے بھی زیادہ لمبی ہوگئی ہے۔ [5]

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن کے حافظ کو کہا جائے گا کہ تم قرآن پاک پڑھتے جاؤ اور سیڑھیوں پر چڑھتے جاؤ اور جس طرح تم دنیا میں آہستہ آہستہ پڑھا کرتے تھے اسی طرح پڑھتے جاؤ، آپ کی منزل وہاں ہے جہاں آپ کا قرآن ختم (آخری آیت) ہوگا۔ [6]

رسول اکرم ﷺ حروف مد کو لمبا کر کے پڑھتے تھے مثلاً بِسْمِ اللّٰـــہ کو لمبا کر کے

---

[1] صحیح مسلم ۲۱/۳ کتاب صلاۃ العیدین باب ما یقرأ بہ فی صلاۃ العیدین، صحیح ابوداود ۲۱۴/۱ باب ما یقرأ فی الاضحیٰ والفطر [2] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ۶۵، صحیح ابوداود ۶۱۶/۲ ابواب الجنائز باب ۵۹، سنن نسائی ۲۲۸/۱ کتاب الجنائز باب الدعاء فی الجنازۃ، ابن الجارود، اور یہ زیادتی شاذ قرار نہیں دی جا سکتی جیسا کہ شیخ تویجری نے کہا ہے مقدمۃ الکتاب ص ۶-۸ میں دیکھیے [3] سنن نسائی ۲۲۸/۱ کتاب الجنائز باب الدعاء فی الجنازۃ، طحاوی سند صحیح ہے [4] ابن المبارک فی الزھد ۱۶۲/۱، الکواکب ص ۵۷۵، ابوداود، مسند احمد ۲۹۴/۶ سند صحیح ہے [5] صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً، مالک
[6] صحیح ابوداود ۲۷۵/۱ ابواب الوتر، صحیح ترمذی ۱۰/۳ ابواب فضائل القرآن باب ۱۸ ترمذی نے صحیح کہا

پڑھتے اور اَلرَّحْمٰنِ کو لمبا کر کے پڑھتے اور اَلرَّحِیْمِ کو لمبا کر کے پڑھتے تھے۔ [1]

اور نضید جیسے الفاظ کو بھی لمبا کر کے پڑھتے تھے۔ [2]

تمام آیتوں کے آخر پر وقف فرماتے اس کا ذکر پہلے (سورت فاتحہ کی قرأت میں) ہو چکا ہے۔

اور نبی ﷺ کبھی قرأت میں اپنی آواز کو حلق میں دہراتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن کیا جب آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے کہ سورۃ الفتح کی قرأت لچکدار انداز میں فرمائی۔ [3]

ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے آواز کے دہرانے کی کیفیت کو (آ آ آ) کے کہنے کیساتھ بیان کیا ہے۔

حافظ ابن حجر آ آ آ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ہمزہ مفتوحہ ہوگا اور اس کا الف ساکن ہوگا پھر اس کے بعد دوسرا مفتوح ہمزہ ہوگا ملا علی قاری نے ابن حجر کے علاوہ سے بھی اسی طرح کی بات نقل کی ہے اسکے بعد فرماتے ہیں کہ زیادہ واضح یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے شک یہ تین الف ممدودہ ہیں۔

اور رسول اکرم ﷺ قرآن کو اچھی آواز سے پڑھنے کا حکم فرماتے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قرآن کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھو اس لئے کہ خوبصورت آواز سے قرآن میں مزید حسن پیدا ہوتا ہے۔ [4]

خیال رہے کہ مذکورہ حدیث میں بعض راویوں نے تبدیلی کی ہے چنانچہ انہوں نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ تم قرآن پاک کیساتھ اپنی آوازوں کو خوش نما بناؤ لیکن یہ مقلوب روایت رِوَایَۃً اور دِرَایَۃً غلط ہے اور جن لوگوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے وہ راہ صواب سے دور ہیں جبکہ وہ اس مسئلہ میں صحیح اور واضح حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث مقلوب حدیث کی صحیح مثال ہے تفصیل احادیث الضعیفہ ح ۵۳۲۸ میں ملاحظہ فرمائیں

قرآن پاک کو نہایت خوبصورت آواز میں پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ جب تم اس شخص کی قرأت کو سنو تو تم اسکے بارے میں خیال کرو کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ ہے۔ [5]

---

[1] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب ۲۹، صحیح ابوداؤد ۱/ ۵ ۲۷ ابواب الوتر باب ۲۰ [2] بخاری فی افعال العباد سند صحیح ہے [3] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب ۳۰، صحیح مسلم ۲/ ۱۹۳ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۳۴

[4] صحیح بخاری تعلیقاً کتاب التوحید باب ۵۲، صحیح ابوداؤد ۱/ ۵ ۲۷ کتاب تفریع ابواب الوتر باب ۳۵۵، دارمی، حاکم، تمام الرازی دو سندیں صحیح ہیں [5] حدیث صحیح ہے ابن المبارک فی الزھد ۱/ ۱۶۲، الکواکب ص ۵۷۵، دارمی ابن نصر الطبرانی، ابونعیم فی اخبار اصبہان، الضیاء فی المختارہ

رسول اللہ ﷺ اچھی آواز (ترنم) کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیتے، نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کو ذہن میں محفوظ کرو اور خوبصورت آواز سے پڑھو مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اونٹ کے گھٹنوں کی رسی اگر کھول دی جائے تو وہ اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا جتنی تیزی سے قرآن پاک حافظہ سے نکل جاتا ہے۔ [1]

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص خوبصورت آواز اور ترنم کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا وہ ہم سے نہیں ہے۔ [2]

تنبیہ واعتراض: ابن الاثیر نے جامع الاصول (۴۵۷/۲) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی بخاری میں ہے چنانچہ اس پر حاشیہ میں استاذ عبد القادر ارناؤط اور اسکے معاونین نے اعتراض اٹھایا ہے کہ علامہ البانی نے صفة صلاة النبی ﷺ میں اس حدیث کو ابوداؤد کیجانب منسوب کیا ہے حالانکہ یہ حدیث صحیح بخاری میں مذکور ہے جبکہ اہل علم کا طریق یہ ہے، کہ جب کوئی حدیث صحیح ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کتاب میں مذکور ہو تو وہاں کسی دوسری کتاب کا حوالہ دینا درست نہیں۔

جواب: آپ کا اعتراض درست ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب میں نے اس کتاب کو ترتیب دیا تھا تو مجھے اس بات کا علم تھا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری میں موجود ہے میں نے ارادۃ اس حدیث کو بخاری کی طرف منسوب نہیں کیا نہ عدم علم کی بناء پر ایسا ہوا ہے اور نہ ہی مجھ سے سہو ہوا ہے اگر مجھے علم نہ ہوتا یا مجھ سے سہواً ایسا ہوتا تو اتنا لمبا عرصہ گزرنے پر بھی جبکہ کتاب کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں مجھے ضرور پتہ چل جاتا لیکن الحمد للہ نہ تو مجھ سے بھول ہوئی ہے اور نہ میں اس سے ناواقف تھا مجھے علی وجہ البصیرت اس بات کا علم تھا کہ اس حدیث کے راوی ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ان سے خطا ہوگئی ہے جب انہوں نے اس حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس لئے کہ اس روایت کو ابو عاصم نے ابن جریج سے اس نے ابن شہاب سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا چنانچہ ثقہ راویوں نے اس حدیث کو ابن جریج سے اسی سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ماأذن الله لشیء کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان الفاظ کیساتھ آگے یہ حدیث ذکر ہو رہی ہے اور ابن جریج کے اس لفظ پر کثیر فقیہ راویوں نے متابعت کی ہے ان تمام نے ابن جریج کی طرح اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے۔

اور یحیی بن ابی کثیر، محمد بن عمرو، محمد بن ابراہیم التیمی، عمرو بن دینار سمیت تمام ثقہ راویوں نے اس

---

[1] دارمی، مسند احمد ۱۴۶/۴ اسند صحیح ہے [2] صحیح ابوداؤد ۲۷۶/۱ تفریع ابواب الوتر باب ۳۵۵، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی

حدیث کوابوسلمہ عن ابی ہریرہ کی سند کے ساتھ روایت کرنے پر امام زہری کی متابعت کی ہے، پس ان تمام ثقہ رواۃ اور محدثین کا ایک سند پر متفق ہونا بہت بڑی دلیل ہے کہ ابو عاصم سے ان الفاظ کے نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے اور پھر وہ ان الفاظ کے بیان کرنے میں متفرد ہے، اس قسم کی حدیث محدثین کے ہاں شاذ کہلاتی ہے اس لئے حافظ ابو بکر نیشاپوری نے وثوق کیساتھ کہا ہے کہ ان الفاظ کے بیان کرنے میں ابو عاصم کو وہم ہو گیا ہے جبکہ ابن جریج سے دوسرے الفاظ کیساتھ روایت کرنے والے کثیر راوی ہیں۔

میں کہتا ہوں: دوسرے الفاظ کیساتھ روایت کرنے میں زہری کی متابعت کرنیوالے بھی کثیر تعداد میں ہیں اسی لئے خطیب بغدادی نے ابو عاصم کے وہم پر ابو بکر نیشاپوری سے اتفاق کیا ہے اور ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۴۲۹/۱۳ میں اس لفظ کے وہم ہونے کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے اس کا علم بعض اوقات بعض اہل علم کو نہیں ہوتا اگر اسے علم ہوتا تو وہ اتنی بڑی جرأت نہ کرتا کہ صحیح بخاری کے راویوں میں سے کسی راوی کو خطا کی جانب منسوب کرنے کی جرأت کرتا۔

اس حدیث پر میں اپنی تحقیق تقریباً بیس سال پیشتر پیش کر چکا ہوں اب میں نے اس ایڈیشن میں ضروری سمجھا کہ اس کا ذکر کر دیا جائے تا کہ انصاف کے طالبوں کو علم ہو جائے کہ میری تحقیق ادھوری ہے یا مجھ پر اعتراض کرنیوالوں کی تحقیق ناقص ہے وہ لوگ جو حدیث کا علم رکھتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اعتراض غلط ہے کیا معترض یہ چاہتا ہے کہ میں اسکی خطا پر متنبہ نہ کرتا اور اسکے ساتھ میں بھی خطا کار بن جاتا اس قدر طویل حاشیہ تحریر کرنا میری عادت کے خلاف ہے میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ اتنا طویل حاشیہ تحریر نہیں کروں گا لیکن معترض اللہ اسے معاف کرے وہ اتنی لمبی تحریر کا باعث بنا ہے۔ **واللہ المستعان**

بعدازاں میں نے معلوم کیا کہ شیخ شعیب ارناؤط جو برادر مکرم شیخ عبدالقادر کیساتھ ذکر کردہ تنقید پر تعاون کر رہے ہیں جس کا رد بہترین تحقیق کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے شاید ایسی تحقیق کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہ آئے اس تجاہل عارفانہ کے ہوتے ہوئے اور میری تحقیق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے **شرح السنہ** تالیف شیخ بغوی میں اس حدیث کو ابو ہریرہ سے مروی معلول حدیث کے پیش نظر صحیح قرار دیا اور اس کی صحت پر متقدمین حفاظ کی شہادت پیش کی ہے۔

سب کچھ اس نے اس لئے کیا تا کہ اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ اس نے البانی سے استفادہ کیا ہے اور ممکن ہے کہ مکتب اسلامی کے مدیر جو اس کتاب سے متأثر ہیں انہیں بھی اس کے تجاہل عارفانہ کا علم نہ ہو سکا ہو وگرنہ اگر اسے علم ہے تو پھر مزید اس پر کتمان علم کا گناہ واقع ہوگا اس لئے کہ وہ کتاب کی تحقیق میں اس کے ساتھ شریک تھے جیسا کہ مقدمہ میں اس کا ذکر ہے اور جیسا کہ کتاب کے پہلے ایڈیشن میں یہ بات مذکور ہے وگرنہ اس کی تحقیق تو صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے حقیقت سے دور ہے اس کفت میں **اللہ**

کی قسم میں نہیں جانتا ہوں کہ دونوں گناہوں میں سے کون سا گناہ بڑا ہے۔

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی آواز پر اس قدر کان نہیں لگاتا جس قدر وہ اچھی آواز اور مترنم انداز نبی کے ساتھ اونچی آواز میں قرآن پاک پڑھنے پر لگاتا ہے۔

امام منذری کا قول: اللہ تعالیٰ کسی انسان کے کلام کو اس طرح نہیں سنتا جس طرح کہ اچھی اور مترنم آواز کے ساتھ قرآن پاک کی قرأت کرنے والے کی آواز کو سنتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن پاک گانے کے انداز میں پڑھا جائے البتہ سفیان بن عیینہ جمہور علماء کے خلاف اس نظریہ کے حامل ہیں کہ قرآن مجید کو گانے کے انداز میں پڑھا جائے، جب کہ یہ بات معنیٰ کے لحاظ سے غلط ہے۔

ارشادِ نبوی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں ہے گزشتہ رات میں تیرا قرآن سن رہا تھا تیری آواز بہت خوبصورت تھی جس طرح داؤد علیہ السلام کی آواز خوبصورت تھی اس پر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے آپ ﷺ کے وہاں تشریف رکھنے کا علم ہو جاتا تو میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت آواز کے ساتھ قرأت کرتا۔[1]

علماء بیان کرتے ہیں کہ ذکر کردہ حدیث میں مَزَامِیر جمع ہے اس کا واحد مِزْمَار ہے اس سے مراد خوبصورت آواز ہے اس کا مادہ زمر ہے جس کا معنیٰ گانا ہے اور آل داؤد سے مقصود داؤد علیہ السلام ہیں اس لئے کہ آل فلان کے لفظ کا اطلاق اس کے وجود پر بھی ہوتا ہے اور داؤد علیہ السلام خوبصورت آواز والے تھے۔[2]

امام کو لقمہ دینا

جب امام پر قرأت مشتبہ ہو جائے تو مقتدی کے لئے لقمہ دینا جائز ہے چنانچہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز کی جماعت کرائی آپ ﷺ نے اس میں جہری قرأت فرمائی آپ ﷺ پر التباس (خلط ملط) ہو گیا آپ ﷺ رک گئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ابی بن کعب سے فرمایا تو ہمارے ساتھ نماز میں شریک تھا اس نے اثبات میں جواب دیا آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو نے مجھ کو لقمہ کیوں نہ دیا۔[3]

---

[1] عبدالرزاق فی الامالی ۲/۴۴/۱، صحیح بخاری ح ۵۸۵ اکتاب التوحید باب ۵۲، صحیح مسلم ۲/۱۹۲ کتاب صلاۃ المسافرین باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، ابن نصر، حاکم [2] نووی شرح مسلم ۱/۲۶۸ باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن [3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۷۱ تفریع ابواب السجود باب الفتح علی الامام، ابن حبان، طبرانی، ابن عساکر ۲/۲۹۶/۲، الضیاء فی المختارہ سند صحیح ہے

وسوسہ ختم کرنے کیلئے اعوذ باللہ پڑھنا اور تھوکنا

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا! یا رسول اللہ ﷺ ! شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے وہ قرأت میں التباس پیدا کرتا ہے آپ نے فرمایا اس شیطان کا نام خِنزَب ہے جب تجھے اس کا خیال آئے تو اعوذ باللہ کے کلمات پڑھو اور بائیں جانب تین بار تھوکو، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: کہ ایسا کرنے سے مجھ پر شیطان کا التباس میں ڈالنا ختم ہوگیا۔ [1] اَلتَّفلُ: تھوک ہوا نکالنے کی طرح ہو کم لعاب کیساتھ تھوک نکالی جائے ؟

امام نووی کا قول: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وسوسہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی شیطان سے پناہ طلب کرنا اور تین دفعہ تھوڑے سے لعاب کے ساتھ تھوکنا مستحب ہے۔

رکوع کا بیان

رسول اکرم ﷺ جب قیام کی حالت میں قرأت سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر خاموش رہتے، [2] علامہ ابن القیم فرماتے ہیں آپ ﷺ صرف اتنی دیر خاموش رہتے کہ آپ کا سانس صحیح ہوجائے۔ پھر رفع الیدین کرتے جس کا ذکر تکبیر تحریمہ میں ہو چکا ہے، [3] اور اللہ اکبر کہتے، [4] پھر رکوع میں چلے جاتے۔ [5]

خیال رہے کہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت آپ ﷺ سے رفع الیدین کرنا تواتر کے ساتھ ثابت ہے تینوں ائمہ جمہور محدثین اور فقہاء کا یہی مسلک ہے، چنانچہ ابن عساکر (۲/۷۸/۱۵) کی روایت کے مطابق امام مالک زندگی بھر رفع الیدین کرتے رہے بعض احناف ائمہ بھی اسکے قائل ہیں چنانچہ امام ابو یوسف کے شاگرد عصام بن یوسف رفع الیدین کیا کرتے تھے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد اپنے مسائل (ص ۶۰) میں اپنے والد سے وہ عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا کہ نماز میں رفع الیدین کرنے سے ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کی شاہد حدیث قدسی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نیک کام کرنے کا ارادہ کرے پھر اسے کر گزرے تو اسکے نامہ اعمال میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک ثواب ملتا ہے۔ [6]

---

[1] صحیح مسلم ۷/۲۱ کتاب السلام باب التعوذ من الشیطان الوسوسة فی الصلاۃ، مسند احمد ۴/۲۱۶

[2] ابو داؤد، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [3] [4] [5] صحیح بخاری ح ۷۵۹ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ۲/۶۔۷ کتاب الصلاۃ باب ۹-۱۰ [6] صحیح بخاری ح ۷۴۳۱ کتاب التوحید باب ۳۵، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اذا ھم العبد بحسنة، صحیح الترغیب ح ۱۶

رسول اکرم ﷺ نے اس انسان سے کہا (جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی) کہ کسی کی نماز اس وقت تک پوری نہیں کہلا سکتی جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اچھی طرح وضو نہ کرے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے کیفیت یہ ہو کہ تمام اعضاء میں جھکاؤ اور اطمینان موجود ہو۔ [1]

رکوع کی کیفیت کا بیان

نبی ﷺ رکوع کی حالت میں اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔ [2]

اور اپنے صحابہ کو اس طرح کرنے کا حکم دیتے۔ [3]

نیز آپ ﷺ نے اس انسان کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی کہ تو رکوع کی حالت میں اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ، آپ کی ہتھیلیاں آپ ﷺ کے گھٹنوں پر یوں رکھی ہوتی تھیں جیسا کہ آپ ﷺ نے گھٹنوں کو پکڑا ہوا ہے۔ [4]

رکوع کی حالت میں آپ ﷺ کے ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان فاصلہ ہوتا تھا۔ [5]

اسی طرح آپ ﷺ نے نماز جلدی ادا کرنے والے کو بھی حکم دیتے ہوئے کہا کہ تو رکوع کی حالت میں اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ اور انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھ اور اس طرح تمہاری کیفیت ہو کہ ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔ [6]

رسول اکرم ﷺ رکوع کی حالت میں اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھتے تھے۔ [7]

نیز اپنی کمر کو پھیلا کر رکھتے اور نہ ہی اس میں زیادہ جھکاؤ ہوتا اور نہ ہی اس میں اونچائی ہوتی۔ [8]

یہاں تک کہ اگر آپ ﷺ کی کمر پر پانی والا برتن رکھا ہوا ہو تو وہ محفوظ رہے۔ [9]

---

[1] صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، سنن نسائی ۱/ ۱۳۳ کتاب الافتتاح باب الرخصة فی ترک الذکر فی السجود، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [2] صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۱۱۸، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹ [3] صحیح بخاری ح ۱۵۷ کتاب الاذان باب ۱۱۸، صحیح مسلم کتاب المساجد ح ۲۹ [4] صحیح بخاری ح ۱۶۵ کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸

[5] حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی، طیالسی، صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸ ح ۸۰۹

[6] صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان [7] صحیح ترمذی ۱/ ۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۹۱، صحیح ابن خزیمہ [8] صحیح بخاری کتاب الاذان باب استواء الظهر فی الرکوع، بیہقی سند صحیح ہے [9] طبرانی کبیر و صغیر، زوائد المسند لعبد اللہ بن احمد ۱/ ۱۲۳، صحیح ابن ماجہ ۱/ ۱۴۴ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ۱۶

نیز آپ ﷺ نے اس انسان سے فرمایا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی کہ رکوع کی حالت میں تیری ہتھیلیاں تیرے گھٹنوں پر ہوں اور تیری کمر تنی ہوئی ہو اور رکوع کی حالت اطمینان بخش ہو۔ [1]

نیز رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ رکوع کی حالت میں نہ تو اپنے سر کو زیادہ نیچا کرتے اور نہ ہی اسے بلند رکھتے۔ [2] البتہ درمیانی کیفیت ہوتی تھی۔ [3]

رکوع میں اطمینان واجب ہے

رسول اکرم ﷺ رکوع میں اطمینان فرماتے تھے، اور جلدی نماز ادا کرنے والے کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ رکوع وسجود پورا کرو مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم کو پیچھے سے دیکھتا ہوں جب تم رکوع میں ہوتے ہو اور جب تم سجدے میں ہوتے ہو۔ [4]

میں کہتا ہوں: خیال رہے کہ آپ ﷺ کا نماز کی حالت میں پیچھے سے صحابہ کو دیکھنا حقیقت پر مبنی ہے اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے نیز یہ خصوصیت صرف نماز کی حالت میں ہے عام حالات میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع وسجود جلدی کر رہا تھا یعنی وہ ٹھونگیں مار رہا تھا جیسے کوّا خون میں ٹھونگیں مارتا ہے اس شخص کی مثال ہے جو رکوع وسجود پورا نہیں کرتا اور ٹھونگیں مارتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ انسان اسی حالت میں فوت ہو گیا تو اس کا فوت ہونا ملت اسلام پر نہیں ہے یہ اپنی نماز میں جس طرح ٹھونگیں مارتا ہے اس بھوکے انسان کی طرح ہے جو ایک کھجور اور دو کھجوریں کھاتا ہے جس طرح اس کو ایک دو کھجوریں کھانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اس طرح اس کو بھی ایسی نماز سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ [5]

---

[1] مسند احمد ۲۸۷/۱، صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸ سند صحیح ہے [2] صحیح ابوداؤد ۱۴۱/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸، بخاری فی جزء القراءۃ سند صحیح ہے [3] صحیح مسلم ۲۰۵/۱ کتاب الصلاۃ باب ۴۶، ابوعوانہ
[4] صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۸۸، صحیح مسلم ۱۸۲/۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۴ [5] مسند ابویعلیٰ ۳۴۰-۳۴۹/ ۱، آجری فی الاربعین، بیہقی، طبرانی ۱/۱۹۲/۱، الضیاء فی المنتقی ۱/۲۸۶، ابن عساکر ۲/۲۲۶/۲-۱/۴۱۴-۲/۷۶ سند صحیح ہے، ابن خزیمہ نے صحیح کہا ۱/۸۲/۱، اس حدیث کا پہلا حصہ ابن بطۃ کے نزدیک الابانۃ ۵/ ۱/۴۳ میں شاہد مرسل کی صورت میں موجود ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے اس بات سے منع فرمایا کہ میں مرغ کے ٹھونگیں مارنے کی طرح نماز میں ٹھونگیں ماروں اور یوں گردن پھیروں جیسے لومڑ اپنی گردن پھیرتا ہے اور میں یوں بیٹھوں جیسے بندر بیٹھتا ہے۔[1]

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں بدترین قسم کا چور وہ انسان ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا نماز میں چوری کیسے ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری نماز میں چوری یہ ہے کہ اس کے رکوع و سجود کو پورا نہ کیا جائے۔[2]

رسول اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے آنکھ کے کنارے سے ایک آدمی کے بارے میں محسوس کیا کہ رکوع وسجود میں اسکی کمر سیدھی نہیں ہے تو جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا اے مسلمانو! اس انسان کی نماز نہیں ہوتی جو رکوع، سجود میں کمر درست نہیں رکھتا۔[3]

ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس انسان کی نماز پوری نہیں جو رکوع وسجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا۔[4]

رکوع کی دعائیں

رسول اکرم ﷺ رکوع میں مختلف قسم کے اذکار اور دعائیں پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ذیل کی دعائیں ثابت ہیں۔

۱- **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ** تین بار اور کبھی اس سے زیادہ بار تکرار کے ساتھ یہ کلمات کہتے[5]

میں کہتا ہوں: صریح احادیث سے اس بات کا پتہ چل رہا ہے کہ نبی ﷺ کا قیام، رکوع، سجود برابر ہوتا تھا

---

[1] طیالسی، مسند احمد ۲/۳۱۱، ابن ابی شیبہ حدیث حسن ہے، میں نے اس کا ذکر **الاحکام للحافظ عبد الحق اشبیلی** کے حاشیہ ح ۱۳۴۸ میں کیا ہے [2] ابن ابی شیبہ ۱/۸۹/۲، طبرانی، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی [3] ابن ابی شیبہ ۱/۸۹/۱، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۴ کتاب الاقامۃ باب ۱۶، مسند احمد ۴/۲۳ سند صحیح ہے **الاحادیث الصحیحہ** ۲۵۳۶ [4] ابوعوانہ صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹ **السهمی** (۶۱) سنن دارقطنی (۱/۳۴۸) نے اس کو صحیح کہا [5] مسند احمد ۱/۳۷۱، ابوداؤد صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۷ کتاب الاقامۃ باب ۲۰، سنن دارقطنی ۱/۳۴۲، طحاوی، بزار، ابن خزیمہ ح ۶۰۴، یہ روایت سات صحابہ کرام سے مروی ہے اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو تین دفعہ ﴿**سبحان ربی العظیم**﴾ کے قائل نہیں ہیں جیسے حافظ ابن قیم وغیرہ ہیں

جیسا کہ آئندہ فصل میں آئے گا۔

ایک بار تو آپ ﷺ نے رات کے نوافل میں اس قدر تکرار کیا کہ آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام کے برابر تھا اور قیام میں آپ ﷺ نے تین لمبی سورتیں تلاوت فرمائی تھیں یعنی ﴿البقرہ﴾ اور ﴿النساء﴾ اور ﴿آل عمران﴾ اور کہیں کہیں دعا اور استغفار کے کلمات بھی آپ ﷺ نے پڑھے جیسا کہ رات کے نوافل کے باب میں گزر چکا ہے۔

۲- سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ

''میرا پروردگار عظمت والا پاک ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں'' تین بار کہتے۔[۱]

۳- سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ

''پاک ہے نہایت پاک ہے فرشتوں اور جبریل کا رب ہے''[۲]

۴- سُبْحَانَکَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی

''اے اللہ تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں اے اللہ مجھے معاف فرما''[۳]

یہ دعا رکوع وسجود میں اکثر کہا کرتے اور قرآن پاک کی تاویل فرماتے یعنی:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا﴾ ''آپ اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہوئے اسکی پاکیزگی بیان کرو اور اس سے بخشش مانگو بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے'' کی طرف اشارہ تھا جس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

۵-﴿اَللّٰهُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ اَنْتَ رَبِّی خَشَعَ لَکَ سَمْعِی وَبَصَرِیْ وَمُخِّی وَعَظْمِی وَعِظَامِی وَعَصَبِی وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ قَدَمِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اے اللہ! میں نے تیرے لئے رکوع کیا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تیرے لئے فرماں بردار ہو گیا تو میرا پروردگار ہے تیرے لئے میرے کان میری آنکھیں میرا مغز میری ہڈیاں اور میرے اعصاب اور جس کو میرے قدموں نے اٹھایا ہے اس اللہ کیلئے جو رب العلمین ہے فرماں بردار ہو گئے ہیں۔[۴]

---

[۱] حدیث صحیح ہے ابوداؤد، سنن دارقطنی ۱/ ۳۴۲، مسند احمد طبرانی، بیہقی [۲] صحیح مسلم ۱/ ۲۰۲ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، ابوعوانہ [۳] صحیح بخاری ح ۷۹۴ کتاب الاذان باب ۱۲۳، صحیح مسلم ح ۲۱۷ کتاب الصلاۃ باب ۴۲
[۴] صحیح مسلم ح ۲۰۱ کتاب صلاۃ المسافرین باب ۲۶، ابوعوانہ، طحاوی، سنن دارقطنی ۱/ ۳۴۲

۶-﴿اَللّٰهُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ اَنْتَ رَبِّی خَشَعَ سَمْعِی وَبَصَرِیْ وَدَمِی وَلَحْمِی وَعَظْمِی وَعَصَبِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اے اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تیرے لئے فرماں بردار ہو گیا تو میرا پروردگار ہے تیرے لئے میرے کان، میری آنکھیں، میرا خون میرا گوشت، میری ہڈیاں، میرے اعصاب تمام جہانوں کے پروردگار اللہ کیلئے خشوع کرتے ہیں''۔[1]

۷-سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظْمَةِ ''وہ ذات پاک ہے جو جلالی، جمالی صفات والی ہے اور کبریائی، عظمت والی ہے'' یہ دعا نفل نماز میں بھی پڑھا کرتے تھے۔[2]

فائدہ: کیا رکوع میں ان تمام اذکار کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے علامہ ابن القیم متردد ہیں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے، البتہ امام نووی تمام اذکار کے جمع کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، نواب صدیق حسن خان نزل الابرار ص۸۴ میں رقمطراز ہیں ان تمام اذکار کو جمع کرنے کی کوئی دلیل نہیں نظر نہیں آتی رسول اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ ان اذکار میں سے کوئی ایک پڑھتے تھے پس کسی بدعت کے ارتکاب سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ سنت کا اتباع کیا جائے۔

یہی بات درست ہے ان شاء اللہ تعالیٰ البتہ سنت میں اس رکن اور دیگر ارکان کا لمبا کرنا ثابت ہے یہاں تک کہ قیام کے قریب ہو جائے جب نماز ادا کرنے والا انسان اس سنت میں نبی ﷺ کی اقتداء کا ارادہ کرے تو اسے امام نووی کے قول کے مطابق تمام اذکار کو جمع کرنا چاہئے اور اس کو ابن نصر قیام اللیل (ص۷۶) میں ابن جریج عطاء سے بیان کرتے ہیں وگرنہ بعض اذکار میں تکرار کا جو انداز منصوص ہے اسی کو اختیار کیا جائے اور یہ بات سنت کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم

رکوع کی مقدار کا بیان

رسول اکرم ﷺ کے رکوع کے بعد قیام سجدہ اور دونوں سجدو ں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً ایک جیسی ہوتی تھی۔[3]

رکوع میں قرآن پاک پڑھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ رکوع اور سجود میں قرآن پاک پڑھنے سے منع فرماتے تھے، آپ ﷺ کا ارشاد

---

[1] سنن نسائی کتاب الافتتاح ۱/۱۲۵ سند صحیح ہے [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۲، سنن نسائی ۱/۱۲۵ سند صحیح ہے [3] صحیح بخاری ح ۷۹۲ کتاب الاذان باب ۱۲۱، صحیح مسلم ح ۱۹۳ باب ۳۸، ارواء ح ۳۳۱

ہے خبردار مجھے رکوع وسجود میں قرآن پاک پڑھنے سے روکا گیا ہے پس تم رکوع میں اللہ عزوجل کی تعظیم کرو اور سجدہ میں تم الحاح کیساتھ دعا کرو لائق ہے کہ تمہاری دعا کو شرف قبولیت حاصل ہو۔[1]

☆منع کا حکم مطلقاً فرض نفل دونوں کو شامل ہے، ابن عساکر (۱/۲۹۹/۱۷) میں زائد لفظ موجود ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ نفل نماز میں قرآن پاک کا پڑھنا منع نہیں ہے لیکن یہ زیادتی شاذ یا منکر ہے ابن عساکر نے اس کو معلول قرار دیا ہے اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

رکوع سے سیدھے کھڑے ہونے اور اس میں اذکار کا بیان

رسول اکرم ﷺ رکوع سے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کلمات کہتے۔[2]

اور اس بات کا حکم آپ نے اس انسان کو دیا جس نے جلدی جلدی رکوع، سجود کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کسی انسان کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے اس کے بعد رکوع کرے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے۔[3]

اور جب آپ اپنے سر کو رکوع سے اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ کمر کا ہر مہرہ اپنی جگہ پر لوٹ آتا تھا۔[4]

پھر اسی حالت میں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہے، آپ نے ان کلمات کے کہنے کا ہر نمازی کو حکم دیا خواہ وہ مقتدی ہو یا امام ہو آپ ﷺ کا ارشاد ہے تم اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔[5]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے امام بنانے سے مقصود یہ ہے کہ اسکی اقتداء کیجائے لیکن جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہو، اللہ تمہاری بات کو سن رہا ہے اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کی زبان پر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کہا ہے۔[6]

تنبیہ: خیال رہے کہ یہ حدیث اس بات پر دال نہیں ہے کہ مقتدی امام کیساتھ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ میں

---

[1] صحیح مسلم ح ۲۱۱ کتاب الصلاۃ باب ۴۱، ابوعوانہ [2] صحیح بخاری ح ۷۹۶ کتاب الاذان باب ۱۲۴، صحیح مسلم ح ۲۰۲ کتاب الصلاۃ باب ۴۰ [3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی [4] صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸
[5] صحیح بخاری ح ۶۳۱ کتاب الاذان باب ۱۸، مسند احمد ۵/۵۳ [6] صحیح مسلم ح ۸۸ کتاب الصلاۃ باب ۲۰، ابوعوانہ، مسند احمد ۲/۲۰۰، صحیح ابوداؤد ۱/۱۲۰ کتاب الصلاۃ باب ۶۹

شریک نہیں ہوسکتا جیسا کہ اس بات پر بھی دال نہیں ہے کہ امام مقتدی کیساتھ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کہنے میں شریک نہیں ہوسکتا اس لئے حدیث اس بیان پر مشتمل نہیں ہے کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت امام اور مقتدی کون سے کلمات کہیں بلکہ اس بات کے بیان کرنے کیلئے حدیث ذکر کی گئی ہے کہ مقتدی کا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کہنا امام کے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کے بعد ہو اسکی تائید اس بات سے ہو رہی ہے کہ نبی ﷺ امام ہونے کی حالت میں بھی رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کے کلمات کہا کرتے تھے اسی طرح نبی ﷺ کی عام حدیث کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو، اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مقتدی امام کی طرح سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہے پس ہم بعض ان اہل علم حضرات کو اس مسئلہ پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں جنہوں نے ہم سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی تھی ہم سمجھتے ہیں کہ جس قدر ہم نے ذکر کر دیا ہے وہی کافی ہے اور جو شخص زیادہ وضاحت کا متلاشی ہے وہ حافظ سیوطی کی الحاوی للفتاویٰ (۵۲۹/۱) کا مطالعہ کرے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں مقتدی کیلئے رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کہنے کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[1]

جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت آپ ﷺ رفع الیدین کرتے تھے اور آپ ﷺ بحالت قیام درج ذیل دعائیں پڑھتے تھے۔[2]

یہ رفع الیدین نبی ﷺ سے تواتر کیساتھ ثابت ہے اور جمہور محدثین اور بعض احناف اسی کے قائل ہیں۔[3]

۱۔ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد "اے ہمارے پروردگار اور تیرے ہی لئے تعریف ہے"[4]

۲۔ اور کبھی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد (واؤ کے بغیر) پڑھتے تھے۔[5]

۳۔ آپ کبھی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد پڑھتے۔[6]

۴۔ اور کبھی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد پڑھتے (واؤ کے بغیر)۔[7]

جبکہ حافظ ابن القیم نے اس روایت کی صحت کا انکار کیا ہے جس میں (اَللّٰھُمَّ) اور (و) دونوں جمع ہیں

---

۱ صحیح بخاری ح ۷۹۶ کتاب الاذان، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب ۱۸ ح ۷۱، ترمذی نے صحیح کہا

۲ صحیح بخاری ح ۷۳۶ کتاب الاذان باب ۸۴، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ ح ۲۵ باب ۹ ۳ التعلیق السابق ص ۱۰۲۔۱۰۳

۴،۵ صحیح بخاری ح ۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ح ۷۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۹

۶،۷ صحیح بخاری ح ۷۹۵ کتاب الاذان باب ۱۲۴، مسند احمد ۲/ ۴۵۳

، دراصل ان کوسہو ہو گیا ہے جبکہ یہ الفاظ صحیح بخاری مسند احمد اور نسائی میں دوطریق سے ابو ہریرہ سے مروی ہیں اور دارمی میں عبداللہ بن عمر سے جبکہ بیہقی میں ابوسعید خدری اور نسائی میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے۔

اس سلسلے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کہو اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پہلے گناہ معاف ہو گئے۔[1]

اور کبھی آپ ﷺ اس سے زائد الفاظ پڑھتے وہ یہ ہیں۔

۵- ﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ﴾

''تیرے لئے آسمانوں زمین اور اسکے بعد جس قدر تو چاہے کہ وہ بھر جائے اسکے مطابق حمد ہے''[2]

۶- اور کبھی یہ الفاظ پڑھتے: ﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَھُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ﴾

''تیرے لئے آسمانوں زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور اس کے بعد جس قدر تو چاہے کہ وہ بھر جائے اس کے مطابق حمد ہے''[3]

۷- اور کبھی یہ الفاظ پڑھتے: ﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، اَھْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ﴾

''اے حمد وثنا اور تمجید کے لائق! جس کو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور دولت والے کو تجھ سے دولت فائدہ نہیں دے سکتی''[4]

۸- اور کبھی یہ الفاظ پڑھتے: ﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَابَیْنَھُمَاوَ مِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَھْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَ کُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ﴾

''اے اللہ! ہمارے پروردگار تیرے لئے اتنی حمد وستائش ہے جس سے آسمان زمین اور ان کے

---

[1] صحیح بخاری ح ۷۹۶ کتاب الاذان باب ۱۲۵، صحیح مسلم ح ۸۸ کتاب الصلاۃ باب ۲۰، صحیح ترمذی ۱/۸۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۹۶ ترمذی نے صحیح کہا [2،3] صحیح مسلم ح ۲۰۲، ۲۰۳ کتاب الصلاۃ باب ۴۰، ابوعوانہ

[4] صحیح مسلم کتاب الصلاۃ ح ۲۰۶، ابوعوانہ

درمیان کا خلا بھر جائے اور اس کے علاوہ اتنی جس سے ہر وہ چیز بھر جائے جو تو چاہے، اے اللہ! اے حمد وثنا اور تمجید کے لائق! تیرے بندے جو کلمات کہتے ہیں ان میں سب سے زیادہ درست کلمات یہ ہیں اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ! جس کو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور دولت والے کو تجھ سے دولت فائدہ نہیں دے سکتی۔ [1]

۹-اور کبھی رات کے نوافل میں ذیل کے کلمات پڑھتے: ﴿لِرَبِّيَ الْحَمْدُ، لِرَبِّيَ الْحَمْدُ﴾

''میرا رب تعریف والا ہے، میرا رب تعریف والا ہے''

ان کلمات کو بار بار پڑھتے یہاں تک کہ رکوع کے بعد کا یہ قیام رکوع سے پہلے قیام کے برابر ہوتا جس میں آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ تلاوت فرمائی تھی۔ [2]

۱۰-﴿رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى﴾ ''اے ہمارے رب تیرے لئے تعریف ہے ہم کثرت کے ساتھ تعریف کرتے ہیں پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو برکات سے بھری ہو''

ایک دفعہ ایک صحابی جو آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا اس نے آپ ﷺ کے رکوع سے سر اٹھانے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہنے کے بعد مندرجہ بالا کلمات پڑھے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت کیا! ابھی ابھی کس نے نماز میں اونچی آواز کے ساتھ یہ کلمات کہے ہیں! ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کہے ہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تیس سے زائد فرشتے دیکھے جو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں تھے کہ کون ان کلمات کو پہلے تحریر کرے۔ [3]

رکوع کے بعد والے قیام کے طویل ہونے اور اس میں اطمینان کے واجب ہونے کا بیان

رسول اکرم ﷺ کا یہ قیام تقریباً رکوع کے برابر ہوتا تھا جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر آچکا

---

[1] صحیح مسلم ح ۲۰۵ باب ما یقول اذا رفع رأسه من الرکوع ابوعوانہ، صحیح ابوداؤد ۱/۱۵۹ تفریع ابواب الصفوف باب ۱۴۵ [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۲، سنن نسائی ۱/۱۲۷ کتاب الافتتاح باب ما یقول فی قیامہ ذلک سند صحیح ہے، ارواء الغلیل ح ۳۳۵ [3] مؤطا مالک ۱/۱۳۸ کتاب القرآن باب ۷، صحیح بخاری ح ۷۹۹ باب ۱۲۶، صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۲۲

ہے بلکہ کبھی آپ اتنا لمبا قیام فرماتے کہ بعض صحابہ کرام اس وسوسہ میں مبتلاء ہو جاتے کہ شاید آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔ [1]

آپ ﷺ سے اس قیام میں اطمینان کا حکم مروی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس انسان سے بھی کہا تھا جس نے جلدی جلدی بلا اطمینان رکوع وسجود کر لیا تھا اس کو آپ ﷺ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تو رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے کہ ہر عضو اپنے مقام پر آ جائے ایک روایت میں ہے کہ جب تو رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی کمر کو برابر کرے اور اپنے سر کو بلند کرے یہاں تک کہ تمام ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر درست ہو جائیں اور آپ ﷺ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ کسی انسان کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اطمینان کو لازم نہیں کرتا۔ [2]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کی نماز کو قبولیت نہیں بخشتے جو رکوع اور سجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا۔ [3]

تنبیہ: رکوع کے بعد قیام میں اطمینان کا واجب ہونا تو ثابت ہے لیکن اہل حجاز سے بعض قابل احترام اہل علم اس حدیث (المسیء صلاتہ) سے استدلال کرتے ہوئے اس قیام میں ہاتھ باندھنے کو ثابت کرنا نہایت مشکل اور بعید از امکان ہے بلکہ اس کا اثبات باطل ہے اس لئے کہ کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ اس قیام میں ہاتھ باندھے جائیں، دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کیساتھ پکڑنے کی تفسیر رکوع کے بعد کیسے درست ہے یہ بھی تب ہے اگر اس پر اس مقام میں حدیث کے الفاظ کا مجموعہ موافقت کرے، پس کیسے دلالت کر سکتا ہے جبکہ اس کی تو ظاہری دلالت اس کے مخالف ہے مزید برآں ذکر کردہ ہاتھوں کے رکھنے کا حدیث سے بظاہر معلوم نہیں ہو رہا ہے جبکہ ہڈیوں سے مقصود کمر کی ہڈیاں ہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ اس کی تائید آپ ﷺ کے عمل سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ آپ سیدھے برابر کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ہر مہرہ اپنے مقام پر واپس آ جاتا تھا۔ فَتَامَّل مُنصِفًا ''پس آپ اس پر منصفانہ انداز کے ساتھ غور وفکر کریں''

چنانچہ مجھے قطعاً شک نہیں ہے کہ اس قیام میں ہاتھ باندھنے ایسی بدعت ہے جو گمراہی سے ہمکنار ہے اگر اس کا کچھ ثبوت ہوتا تو کہیں اس کا ذکر ہوتا مزید اس سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ سلف صالحین

---

[1] صحیح بخاری ح ۸۰۰ کتاب الاذان باب ۱۲۷، صحیح مسلم ۲/۴۵، مسند احمد ۳/۲۲۷، الارواء ح ۳۰۷

[2] صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح مسلم نے پہلے حصہ کو، دوسرے حصہ کو دارمی کتاب الصلاۃ باب ۷۸، حاکم، شافعی، مسند احمد ۴/۳۴۰ نے بیان کیا [3] مسند احمد ۲/۵۲۵، طبرانی فی الکبیر سند صحیح ہے

میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے، اور نہ اس کا ذکر ائمہ حدیث میں سے کسی نے کیا ہے۔ واللہ اعلم

البتہ شیخ تویجری نے اپنے رسالہ کے ص ۱۸، ۱۹ میں امام احمد (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد قیام میں ہاتھوں کو باندھنا اور چھوڑ دینا دونوں درست ہیں لیکن یہ ان کا اپنا اجتہاد اور قول ہے مرفوع حدیث نہیں ہے اور اجتہاد کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے لہذا جب کسی کام کے بدعت ہونے پر صحیح حدیث موجود ہو جیسا کہ اس مسئلہ میں موجود ہے تو کسی امام کا قول اس کو بدعت ہونے سے باز نہیں رکھ سکتا جیسا کہ یہ قاعدہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کی بعض کتابوں میں مذکور ہے بلکہ مجھے تو امام احمد (رحمہ اللہ) کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس قیام میں ہاتھ باندھنے سنت کے ساتھ ثابت نہیں جب کہ انہوں نے ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے کا اختیار دیا ہے، پس کیا امام احمد (رحمہ اللہ) رکوع سے پہلے قیام میں اس طرح کا اختیار دے سکتے ہیں، معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ باندھنے مسنون نہیں ہیں اگر چہ اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت تھی لیکن گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

ایک اہم مبحث: علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں علمی اور تحقیقی حلقوں میں ان کی علمی کاوشوں کو بنظر تحسین دیکھا جاتا ہے بالخصوص علم الرجال میں انہیں جو درک حاصل ہے موجودہ علمی دنیا میں انکے پائے کا عالم شاید نہ مل سکے لیکن بشر ہونے کے ناطے سے ان سے بھی غلطی کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ **العصمة لله**

چنانچہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو ان کا بدعت شنیعہ قرار دینا درست نہیں مزید اصرار کہ ہاتھ باندھنے کے بارے میں کوئی حدیث نہیں حقیقت کے خلاف ہے جب کہ بخاری شریف میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں مذکورہ حدیث حکماً مرفوع ہے، جب اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ نماز میں انسان کو چار حالتوں میں سابقہ پڑتا ہے اور ان حالتوں میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ رکوع کی حالت میں ہاتھ گھٹنوں اور رانوں پر رکھے جائیں چوتھی حالت قیام کی ہے، خواہ قیام رکوع سے پہلے ہو یا بعد کا تو اس عام حدیث کے مفہوم کو قیام پر محمول کیا جائے گا، جب کہ سنن نسائی کی حدیث میں قیام کا لفظ صراحتاً موجود ہے، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز میں قیام فرماتے تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پیٹھ ہاتھ کے جوڑ اور کلائی پر رکھتے اس میں رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد کے قیام میں کچھ فرق نہیں حدیث کے الفاظ دونوں کو شامل ہیں اور ارسال کی دلیل تو صرف تعامل ہے اور تعامل دلیل نہیں، پاک وہند کے بعض علماء علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی رائے کے موافق

ہیں ان میں حافظ عبداللہ روپڑی، پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری اور پیر محب اللہ شاہ راشدی (رحمہم اللہ) قابل ذکر ہیں جبکہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے قائل دارالافتاء ریاض سعودی عرب کے مفتئ اعظم الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، سید بدیع الدین شاہ راشدی پیر آف جھنڈا (رحمہم اللہ) اور شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کراچی (حفظہ اللہ) و دیگر علماء ہیں، بہرحال اس مسئلہ کو متنازع بنایا جائے اور نہ محاذ آرائی کی جائے۔

سجدہ کرنے کا بیان

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ اَللّٰہُ اکبر کہہ کر سجدہ میں گر جاتے۔[1]

چنانچہ اس بات کا حکم دیتے ہوئے آپ ﷺ نے اس انسان سے کہا جس نے رکوع وسجود وغیرہ میں اطمینان نہیں کیا تھا کسی انسان کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہہ کر سیدھا کھڑا نہیں ہو جاتا پھر اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر سجدہ میں نہیں جاتا اور سجدہ میں اطمینان نہیں کرتا۔[2]

رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا جب سجدہ میں جانے کا ارادہ کرتے تو اَللّٰـہُ اَکْبَر کہتے اور سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے پھر سجدہ کرتے۔[3]

اور کبھی سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع الیدین کرتے۔[4]

اس حدیث میں جس رفع الیدین کا ذکر ہے وہ دس صحابہ سے مروی ہے اور ابن عمر، ابن عباس، حسن بصری، طاؤس، عبداللہ بن طاؤس ابن عمر کا غلام نافع، سالم بن نافع، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار، عطاء اس کو جائز سمجھتے ہیں، عبدالرحمٰن بن مھدی نے اس کو سنت کہا ہے امام احمد بن حنبل نے اس سنت پر عمل کیا ہے امام مالک، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

سجدہ میں گرتے ہوئے پہلے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کا بیان

رسول اکرم ﷺ سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھتے۔[5]

---

[1] صحیح بخاری ح۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ح۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۰ [2] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [3] مسند ابویعلیٰ ق ۲/ ۲۴۸، سند نہایت عمدہ ہے، ابن خزیمہ ۱/ ۷۹/ ۲ دوسری صحیح سند کے ساتھ [4] سنن نسائی ۱/ ۱۲۹ کتاب الافتتاح، سنن دارقطنی ۱/ ۲۹۰، المخلص فی الفوائد ۱/ ۲/ ۲ دو صحیح سندوں کے ساتھ [5] ابن خزیمہ ۱/ ۶/ ۷۱، سنن دارقطنی ۱/ ۳۴۵، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

علمی فائدہ: اس مسئلہ میں اس کی مخالف حدیث کہ گھٹنوں کو پہلے رکھا جائے صحیح نہیں ہے امام مالک اس کے قائل ہیں اور ابن الجوزی کی التحقیق ۲/۱۰۸ میں امام احمد سے اسی طرح کا قول منقول ہے اور امام مروزی نے صحیح سند کے ساتھ المسائل ۱/۱۴۷/۱ میں امام اوزاعی سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں سے پہلے زمین پر اپنے ہاتھ رکھتے تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی انسان سجدے میں جائے تو وہ اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ وہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھے۔[1]

علمی فوائد: عبدالحق نے احکام الکبریٰ (۱/۵۴) میں اس کو صحیح کہا ہے اور اس نے کتاب التھجد میں کہا ہے کہ اس کی اسناد اس سے پہلی روایت سے بہتر ہے اس سے مقصود وائل بن حجر کی حدیث ہے جو اس کے معارض ہے بلکہ یہ حدیث چونکہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے اور اس حدیث کے مخالف ہے جو اسناد کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اس حدیث کی کیفیت ہے جو معنوی لحاظ سے اس کے موافق ہے جیسا کہ میں اس کو احادیث الضعیفہ ح ۹۲۹ میں بیان کیا ہے نیز اروراء الغلیل ح ۳۵۷ میں ذکر کیا ہے۔

خیال رہے کہ صحیح حدیث میں پہلے دونوں ہاتھوں کے رکھنے کا ذکر ہے نیز اونٹ کی طرح بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اونٹ پہلے اپنے گھٹنے رکھتا ہے اور اس کے گھٹنے اس کے ہاتھوں میں ہیں جیسا کہ لسان العرب وغیرہ لغت کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے نیز امام طحاوی نے مشکل الآ ثار اور شرح معانی الآ ثار میں اس کا ذکر کیا ہے اور امام قاسم سرقسطی نے کہا ہے کہ یہ غریب الحدیث (۲/۷۰/۱-۲) میں صحیح سند کیساتھ مروی ہے ابوہریرہ بیان کرتے ہیں ((کہ کوئی شخص بھاگنے والے اونٹ کی طرح نہ بیٹھے))

خیال رہے کہ اونٹ کی مخالفت تب متحقق ہوتی ہے جب سجدے میں جاتے وقت پہلے زمین پر ہاتھ رکھے جائیں پھر گھٹنے رکھے جائیں اس لئے کہ اونٹ جب بیٹھتا ہے تو وہ پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتا ہے اور اس کے گھٹنے اس کے ہاتھوں میں ہیں، یعنی سجدہ میں جاتے وقت زمین پر یوں نہیں گرنا چاہئے جس طرح بھاگنے والا انتقام لینے والا اونٹ بے اطمینانی کی حالت میں اپنے آپ کو زمین پر گرا لیتا ہے پس اطمینان کی حالت میں پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جائیں پھر گھٹنے رکھے جائیں، اس مسئلہ میں مرفوع حدیث بھی مروی ہے جو مفہوم کے لحاظ سے واضح ہے، حافظ ابن القیم نے اس مسئلہ میں تعجب انگیز رویہ اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلام ہے جسے عقل تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں اور نہ ہی عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے اس حقیقت کو پا سکتے ہیں لیکن ہم نے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں ان سے ان کے موقف کی تردید ہوتی

---

[1] صحیح ابوداؤد ۱۵۸/۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۲، تمام فی الفوائد ق ۱/۱۰۸، نسائی فی الصغریٰ والکبریٰ ۱/۴۷ (فوٹوسٹیٹ جامعہ ملک عبدالعزیز مکہ المکرّمہ) صحیح سند کے ساتھ

ہے تفصیل کیلئے میرا رسالہ الرد علی الشیخ التویجری جو زیر طبع ہے کا مطالعہ کریں۔

رسول اکرم ﷺ سجدے میں جاتے وقت ہاتھوں کے زمین پر پہلے رکھنے کے بارے میں ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح چہرہ سجدہ کرتا ہے اسی طرح ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں پس جب تم چہرہ زمین پر رکھو تو ہاتھ بھی زمین پر رکھو اور جب چہرہ اٹھاؤ تو ہاتھوں کو بھی اٹھالو۔[1]

رسول اکرم ﷺ سجدے میں اپنی ہتھیلیوں پر ٹیک لگاتے اور انہیں پھیلا کر رکھتے۔[2]

البتہ انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔[3] اور انہیں قبلہ کی جانب سیدھا رکھتے۔[4]

نیز آپ ﷺ کی ہتھیلیاں آپ ﷺ کے کندھوں کے برابر ہوتیں۔[5]

اور کبھی ہتھیلیاں آپ ﷺ کے کانوں کے برابر ہوتی۔[6]

اور آپ ﷺ کا ناک اور پیشانی زمین پر ہوتی۔[7]

چنانچہ آپ ﷺ نے اس نسان سے فرمایا جس نے جلدی جلدی رکوع وسجود کرلیا تھا کہ جب تو سجدہ کرے تو سجدے میں اطمینان کیساتھ اعضاء کو زمین کے ساتھ لگائے رکھے۔[8]

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا سجدہ کرتے وقت تیرا چہرہ اور تیرے ہاتھ زمین کیساتھ اطمینان کیساتھ لگے ہوں یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنے اپنے مقام پر استوار ہو جائے۔[9]

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس شخص کی نماز نہیں جو اپنا ناک اس طرح زمین پر نہیں لگاتا جس طرح پیشانی لگاتا ہے۔[10]

اسی طرح آپ سجدے کی حالت میں اپنے گھٹنوں اور پاؤں کے کناروں کو بھی زمین پر رکھتے تھے۔[11]

---

[1] ابن خزیمہ ۱/۷۹/۲، مسند احمد ۶/۲، مسند السراج ق ۱/۴۰، حاکم ۲۲۶/۱، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، ارواء الغلیل ح ۳۱۳ [2] ابو داؤد، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [3] ابن خزیمہ، بیہقی، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [4] بیہقی سند صحیح ہے، ابن ابی شیبہ اور السراج میں دوسری سند سے انگلیوں کے قبلہ جانب رکھنے کا ذکر ہے [5، 7] صحیح ابوداؤد ا/۱۳۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۷، صحیح ترمذی ا/۸۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۸۹ ترمذی نے اور ابن الملقن ۲/۲۷ نے اس کو صحیح کہا، ارواء الغلیل ح ۳۰۹ [6] صحیح ابوداؤد ا/۱۴۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۷، سنن نسائی ا/۱۰۲ کتاب الافتتاح سند صحیح ہے [8] صحیح ابوداؤد ا/۱۴۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸، مسند احمد ۴/۳۴۰ سند صحیح ہے [9] ابن خزیمہ ا/۱۰/۱ سند صحیح ہے [10] سنن دار قطنی ا/۲۴۸، طبرانی ۳/۱۴۰/۱، ابو نعیم فی اخبار اصبہان [11] بیہقی سند صحیح ہے، ابن ابی شیبہ اور السراج ۲/۶۳/۳ میں دوسری سند سے انگلیوں کے قبلہ جانب رکھنے کا ذکر ہے، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اور اپنے دونوں قدموں کے اگلے حصوں کو اور اپنی دونوں انگلیوں کے کناروں کو قبلہ رخ رکھتے۔[1]

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ اس بات کو محبوب جانتا تھا کہ نماز کی حالت میں اس کے جسم کا ہر عضو قبلہ کی جانب ہو یہاں تک کہ وہ اپنا انگوٹھا بھی قبلہ رخ رکھتا تھا۔[2]

اور اپنے دونوں پاؤں کی ایڑیوں کو ملا کر رکھتے۔[3] نیز دونوں پاؤں کو کھڑا رکھتے۔[4]

اور اس کا حکم بھی دیتے۔[5] اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو اندر کی طرف موڑتے تھے۔[6]

پس یہ سات اعضاء ہیں جن پر آپ ﷺ سجدہ فرماتے تھے یعنی ان کو زمین پر رکھتے تھے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پاؤں پیشانی اور ناک، البتہ ایک حدیث میں پیشانی اور ناک کو سجدے کی حالت میں ایک قرار دیا ہے چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

((مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سجدہ کروں اور ایک روایت میں ہے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات اعضاء پر سجدہ کریں یعنی پیشانی اس کے ذکر کے وقت آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھا اور دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کے کنارے نیز ہم نماز میں اپنے کپڑے اور اپنے بال باندھ کر نہ رکھیں۔))[7]

لیکن کپڑوں اور بالوں کو صرف نماز کی حالت میں بند کرنا جائز نہیں بلکہ نماز سے پہلے بھی اگر کوئی شخص یہ کام کرتا ہے پھر نماز میں داخل ہوتا ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی اس کو بھی شامل ہے اس کی تائید اس سے بھی ہو رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بالوں کو باندھ کر نماز پڑھے اس حدیث کا ذکر آئندہ اوراق میں آ رہا ہے مقصد یہ ہے کہ جب بال کھلے ہوں گے تو سجدہ کی حالت میں زمین پر پڑیں گے گویا کہ وہ بھی سجدہ کریں گے اور انکے سجدہ کا ثواب نماز پڑھنے والے کو ملے گا اور جب وہ بندھے ہوئے ہوں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے انکی مشابہت اس انسان سے ہوگی جس کے دونوں ہاتھ کمر کی جانب باندھ دیئے گئے ہوں، ظاہر ہے اس کے دونوں ہاتھ سجدے کی حالت میں زمین کو نہیں لگ سکیں گے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاذان ترجمۃ الباب ۱۳۱، صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸، ابن راھویہ فی مسندہ ۴/۱۲۹/۲ [2] ابن سعد ۴/۱۵۷ [3] طحاوی، ابن خزیمہ ح ۶۵۴، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [4] بیہقی سند صحیح ہے [5] صحیح ترمذی ۱/۸۸ کتاب الصلاۃ باب ۲۰۴، مسند السراج، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [6] صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸، صحیح ترمذی ۱/۹۷ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۴ ترمذی نے صحیح کہا، نسائی، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۲ کتاب الاقامۃ باب ۱۵، نہایہ ابن الاثیر [7] صحیح بخاری ح ۸۰۹ کتاب الاذان باب ۱۳۳، صحیح مسلم ح ۲۳۱ کتاب الصلاۃ باب ۴۴، ارواء الغلیل ح ۳۱۰

میں کہتا ہوں: بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ بالوں کو کھول کر رکھنے کا حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یعنی وہ اپنے بال باندھ سکتی ہیں جیسا کہ امام شوکانی نے ابن العربی سے اسکو نقل کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب انسان سجدہ میں جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے سات اعضاء چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، اور دونوں پاؤں بھی سجدہ کرتے ہیں۔[1]

اور اس انسان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا جو نماز کی حالت میں بالوں کو باندھے ہوئے تھا اس کی مثال تو اس انسان کی سی ہے جو ایسی حالت میں نماز پڑھتا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب باندھے ہوئے ہیں۔[2]

نیز آپ نے فرمایا یہ شیطان کا حصہ ہے یعنی شیطان مینڈھیوں کی جڑ میں بیٹھتا ہے۔[3]

نیز رسول اللہ ﷺ سجدہ کی حالت میں اپنی کلائیوں کو زمین پر نہیں لگاتے تھے۔[4]

بلکہ انہیں زمین سے اٹھا کر رکھتے اور پہلوؤں سے دور رکھتے یہاں تک کہ پچھلی جانب سے آپ ﷺ کی دونوں بغلیں واضح نظر آتی تھیں۔[5] یہاں تک کہ اگر بکری کا چھوٹا بچہ آپ ﷺ کی کلائیوں کے نیچے سے گزرنا چاہے تو گزر سکتا تھا۔[6]

رسول اکرم ﷺ سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو اتنے مبالغہ کے ساتھ پھیلاتے کہ بعض صحابہ کا قول ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر ترس آتا تھا کہ آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور ہٹا کر رکھے ہوئے ہیں۔[7]

چنانچہ آپ ﷺ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور اپنی کہنیوں کو اٹھا کر رکھو۔[8]

اور فرماتے ہیں سجدے کی حالت میں میانہ روی اختیار کرو ان میں سے کوئی شخص اپنے

[1،2] مسلم صحیح ح ۲۳۱، ۲۳۲ کتاب الصلاۃ باب ۴۴، ابو عوانہ، ابن حبان [3] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۲۷، صحیح ترمذی ۱/ ۱۲۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۷۸ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا

[4] صحیح بخاری ح ۸۲۲ کتاب الاذان باب ۱۴۱، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۶۹ تفریع ابواب الرکوع والسجود باب ۱۵۹

[5] صحیح بخاری ح ۳۹۰ کتاب الصلاۃ باب ۲۷، صحیح مسلم ح ۲۳۵ کتاب الصلاۃ باب ۴۵، الارواء ح ۳۵۹

[6] صحیح مسلم ح ۲۳۷ کتاب الصلاۃ باب ۴۵، ابو عوانہ، ابن حبان [7] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۷۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۹، ابن ماجہ سند حسن ہے [8] صحیح مسلم ح ۲۳۴ کتاب الصلاۃ باب ۴۵، ابو عوانہ

ہاتھوں کو زمین پر یوں نہ پھیلا کر رکھے جیسے کتا رکھتا ہے۔[1]

اور ایک دوسری روایت میں اور الفاظ کے ساتھ ہے کہ تم میں سے کوئی انسان اپنے ہاتھوں کو یوں نہ بچھا کر رکھے جیسے کتا بچھاتا ہے۔[2]

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں کو ایسے نہ پھیلاؤ جیسے درندہ پھیلاتا ہے بلکہ اپنی ہتھیلیوں پر سہارا رکھیں اور اپنے بازوؤں کو ہٹا کر رکھیں جب آپ اس طرح سجدہ کریں گے تو آپ کا ہر عضو آپ کے ساتھ سجدہ کرے گا۔[3]

سجدہ میں اطمینان فرض ہے

رسول اللہ ﷺ رکوع وسجود کے اتمام کا حکم دیتے اور جو کوئی اس کا خیال نہ رکھتا اس کو بھوکے انسان کے ساتھ تشبیہ دیتے جس طرح وہ ایک دو کھجور کھاتا ہے لیکن اس کی بھوک ختم نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص کی بھی نماز نہیں ہوتی اس قسم کے انسان کو آپ ﷺ نے بدترین چور کہا ہے۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو رکوع وسجود میں اپنی کمر کو صحیح طور پر نہیں جھکاتا اسی طرح آپ ﷺ نے اس انسان کو سجدہ میں اطمینان کا حکم دیا جس نے جلدی جلدی رکوع اور سجود کر کے نماز ادا کی تھی جیسا کہ اس کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

سجدہ کی دعائیں

رسول اکرم ﷺ سے سجدہ میں مختلف قسم کی دعائیں اور اذکار مروی ہیں، تفصیل درج ذیل ہے

۱-﴿سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی﴾ ''میرا رب پاک (اور) برتر ہے'' تین بار پڑھتے تھے۔[4]

کبھی آپ ﷺ تین بار سے زیادہ بار پڑھا کرتے تھے (جیسا کہ اس کا ذکر پچھلی فصل میں گزر چکا ہے) لیکن رات کے نوافل میں کبھی اس قدر مبالغہ کے ساتھ تکرار فرماتے کہ آپ کا سجدہ

[1] صحیح بخاری ح۸۲۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۱، صحیح مسلم ح۲۳۳ کتاب الصلاۃ باب۴۵، صحیح ابوداؤد۱/ ۱۶۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۹، احمد۳/ ۱۰۹، [2] مسند احمد [3] صحیح ترمذی ۱/ ۸۷ کتاب الصلاۃ باب ۲۰۳ ترمذی نے صحیح کہا [3] ابن خزیمہ ۱/ ۸۰/ ۲، المقدسی فی المختارہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

[4] صحیح ابی داؤد ۱/ ۱۶۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۱، صحیح ترمذی ۱/ ۳ ۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۹۲، صحیح ابن ماجہ ۱/ ۱۴۶ کتاب الاقامۃ، مسند احمد ۱/ ۲۳۲، دار قطنی، طحاوی، بزار، طبرانی الکبیر میں سات صحابہ کرام سے مروی ہے

قریب قریب قیام کے ہو جاتا جبکہ آپ ﷺ نے قیام میں سورۃ البقرۃ، النساء، آل عمران تلاوت فرمائیں پھر ان کے درمیان مناسب مقامات پر دعا اور استغفار کا سلسلہ بھی جاری ہو جاتا تھا، جیسا کہ صلاۃ اللیل کے باب میں گزر چکا ہے۔

۲-﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ﴾

''میرا پروردگار بلند اور پاک ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں'' تین بار پڑھتے۔[1]

۳-﴿سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ﴾

''اللہ منزہ اور پاک ہے وہ فرشتوں اور جبرائیل علیہ السلام کا رب ہے''[2]

۴-﴿سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی﴾

''اے اللہ تو پاک ہے ہمارا پروردگار ہے اور ہم تیری حمد وثنا کرتے ہیں اے اللہ مجھے معاف فرما''

یہ دعا آپ کثرت کے ساتھ رکوع میں بھی پڑھا کرتے اور قرآن پاک سے اس کا استنباط فرماتے۔[3]

۵-﴿اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَاَنْتَ رَبِّیْ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِی خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فَاَحْسَنَ صُوَرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ﴾

''اے اللہ! میرا سجدہ کرنا تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی میرا ایمان ہے اور تیرے لئے ہی میں مطیع ہوں اور تو میرا پروردگار ہے میرا چہرہ اس ذات کے سامنے جھکتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی شکل بنائی اور اسے حسن بخشا چہرے میں کان آنکھیں بنائیں پس اللہ برکت والا ہے جو نہایت بہتر پیدا کرنے والا ہے۔[4]

۶-﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی کُلَّهُ، دِقَّهُ وَجُلَّهُ، وَ اَوَّلَهُ وَ اٰخِرَهُ، وَ عَلَانِیَتَهُ وَ سِرَّهُ﴾

''اے اللہ! میرے تمام گناہ چھوٹے، بڑے، پہلے، پچھلے ظاہر پوشیدہ معاف فرما''[5]

۷-﴿سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ وَ آمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ ھٰذِی یَدِی وَمَا جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِی﴾

---

[1] صحیح ہے ابوداؤد، سنن دارقطنی ۱/ ۳۴۲، احمد طبرانی، بیہقی [2] صحیح مسلم ح ۲۲۳ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، صحیح ابی داؤد ۱/ ۱۶۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۱، ابوعوانہ [3] صحیح بخاری ح ۸۱۷ کتاب الاذان باب ۱۳۹، صحیح ابی داؤد ۱/ ۱۶۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۳، صحیح مسلم ح ۲۱۷ کتاب الصلاۃ باب ۴۲ [4] صحیح مسلم ح ۲۰۱ کتاب المسافرین باب ۲۶، ابوعوانہ، طحاوی، سنن دارقطنی ۱/ ۳۴۲ [5] صحیح مسلم ح ۲۱۶ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، ابوعوانہ

''میرا جسم میرا خیال تجھے سجدہ کر رہا ہے میرا دل تجھ پر ایمان لا چکا ہے مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں میں انکا اقرار کرتا ہوں یہ میرے ہاتھ ہیں اور میرے گناہ ہیں جن کا میں نے ارتکاب کیا۔[1]

۸-﴿ سُبْحٰنَ ذِی الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ﴾

''پاک ہے وہ ذات جو غالب بادشاہت والی کبریائی اور عظمت والی ہے'' یہ دعا اور اس کے بعد والی دعائیں رات کے نوافل میں پڑھا کرتے تھے۔[2]

۹-﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ﴾

''اے اللہ تو پاک ہے اور ہم تیری حمد وثنا کرتے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں ''[3]

۱۰-﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ﴾

''اے اللہ میرے پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف کر دے''[4]

۱۱-﴿اَللّٰهُمَّ !اجْعَلْ فِيْ قَلْبِي نُوْرًا [وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا]وَاجْعَلْ فِيْ سَمْعِي نُوْرًاوَاجْعَلْ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًاوَاجْعَلْ مِنْ تَحْتِيْ نُوْرًاوَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِيْ نُوْرًاوَعَنْ يَمِيْنِي نُوْرًاوَعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ اَمَامِي نُوْرًاوَاجْعَلْ خَلْفِي نُوْرًا[وَاُجْعَلْ فِيْ نَفْسِي نُوْرًا]وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا﴾

''اے اللہ میرے دل میں روشنی فرما اور میری زبان، میرے کان اور میری آنکھوں میں روشنی فرما اور میرے نیچے اور اوپر روشنی فرما اور میرے دائیں بائیں آگے پیچھے روشنی کر اور میرے نفس میں بھی روشنی فرما اور میری روشنی کو زیادہ کر''[5]

۱۲-﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوذُبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَ اَعُوذُ بِكَ مِنْكَ،لاَ اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ،اَنْتَ كَمَااَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ﴾

''اے اللہ! میں تیری رضا کیساتھ تیری ناراضگی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور تیری عافیت عطا کرنے کیساتھ تیری سزا سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں

[1] ابن نصر، بزار، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے تردید کی لیکن اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں جو اصل کتاب میں ہیں [2] صحیح ابی داؤد ۱/۱۶۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۵۲، سنن نسائی ۱/ ۱۳۳ کتاب الافتتاح سند صحیح ہے، اس کی تفسیر رکوع کے باب میں گزر چکی ہے [3] صحیح مسلم ح ۲۲۱ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، ابوعوانہ، سنن نسائی ۱/ ۱۳۳، ابن نصر [4] ابن ابی شیبہ ۶۲/ ۱۱۲/ ۱، سنن نسائی کتاب الافتتاح ۱/ ۱۳۲، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

[5] صحیح مسلم ح ۱۹۱ کتاب الصلاۃ باب ۲۶، ابوعوانہ، ابن ابی شیبہ فی المصنف ۱۲/ ۱۰۶/ ۲- ۱۱۲/ ۱

میں تیری تعریف نہیں کرسکتا تیری تعریف تو اسی طرح ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔[۱]

سجدہ میں قرآن پاک کی تلاوت جائز نہیں

رسول اکرم ﷺ رکوع وسجود میں قرآن پاک کی تلاوت سے منع فرماتے تھے البتہ کثرت اور کوشش کیساتھ دعائیہ کلمات کہنے کا حکم دیتے نیز آپ کا ارشاد ہے انسان اپنے پروردگار سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو پس سجدہ میں کثرت کیساتھ دعائیں مانگا کرو۔[۲]

لمبا سجدہ کرنے کا بیان

عام طور پر نبی ﷺ کا سجدہ رکوع کے برابر لمبا ہوتا تھا کبھی کبھی کسی عارضہ کی بناء پر زیادہ لمبا فرماتے بعض صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر یا عصر کی نماز تھی رسول اکرم ﷺ (اپنے کندھوں پر) حسن یا حسین کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے چنانچہ آپ نماز کی امامت کیلئے آگے بڑھے تو آپ نے اپنے داہنے قدم مبارک کے قریب حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو بٹھایا اس کے بعد آپ نے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھانا شروع کیا آپ نے اس نماز میں لمبا سجدہ فرمایا میں نے نماز میں شریک لوگوں سے اپنے سر کو اٹھایا (تو دیکھا کہ بچہ رسول اکرم ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہے اور آپ سجدہ کی حالت میں ہیں چنانچہ میں بھی سجدے کی حالت میں چلا گیا تو جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم فرمائی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اس نماز میں ایک سجدہ بہت ہی لمبا کیا ہے یہاں تک کہ ہمیں خیال گزرا کہ کوئی واقعہ رونما ہو گیا ہے یا پھر وحی نازل ہو رہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کوئی بات نہیں البتہ میرا بیٹا میری کمر پر سوار ہو گیا تو میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ میں جلدی سجدہ سے سر اٹھاؤں یہاں تک کہ وہ اپنا شوق پورا کر لے۔[۳]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نماز ادا فرماتے جب آپ ﷺ سجدے میں چلے جاتے تو حسن اور حسین آپ کی کمر پر بیٹھ جاتے لوگ اس حالت میں دونوں بچوں کو روکتے تو آپ لوگوں کی طرف اشارہ کرتے کہ انہیں کچھ نہ کہو جب آپ ﷺ نماز ادا کرنے سے فارغ

---

[۱] صحیح مسلم ح ۲۲۲ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، ابوعوانہ، ابن ابی شیبہ فی المصنف ۱۰۶/۱۲ /۲- ۱۱۲/۱ [۲] صحیح مسلم ح ۲۱۵ کتاب الصلاۃ باب ۴۲، مسند ابوعوانہ ۲ /۱۸۰، بیہقی ۲ /۱۱۰، الارواء ح ۴۵۶ [۳] سنن نسائی ۱ /۱۳۴ کتاب التطبیق باب ۸۲، ابن عساکر ۴/۲۵۷/۱- ۲، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

ہوئے تو آپ ﷺ نے دونوں بچوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ان دونوں سے محبت کرے۔[1]

ابن خزیمہ نے اس حدیث پر مضمون باندھا ہے کہ نماز میں ایسا اشارہ کرنا جس سے حقیقت کا پتہ چلے نماز فاسد نہیں ہوتی، علامہ البانی فرماتے ہیں اس قسم کے اشارے کو اہل رائے حرام قرار دیتے ہیں نیز اس مضمون کی بہت سی احادیث صحیحین اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔

سجدہ کی فضیلت کا بیان

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے میں اپنی امت میں سے ہر شخص کو قیامت کے دن پہچان لوں گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اتنی زیادہ مخلوق میں آپ ﷺ انہیں کس طرح پہچان لیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ حقیقت نہیں کہ اگر آپ ایسی جگہ سے گزریں جس میں ایسے گھوڑے موجود ہوں جو خالص سیاہ رنگ کے ہوں اور ان میں ایسا گھوڑا موجود ہو جس کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں تو کیا اتنے بڑے اژدھام میں آپ اسے پہچان سکیں گے اس نے کہا ضرور! آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز میری امت کے لوگوں کی پیشانیاں اور ہاتھ، پاؤں وضو کے پانی کی وجہ سے سفید ہوں گے۔[2]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز جب اللہ پاک بعض دوزخیوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو فرشتوں کو حکم دیں گے کہ وہ دوزخ سے ایسے لوگوں کو باہر نکال لیں جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ ان کو اس علامت کے ساتھ نکالیں گے کہ ان کی سجدہ کی جگہوں کو اللہ پاک نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے یعنی وہاں دوزخ کی آگ کا کچھ اثر نہ ہوگا چنانچہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے خیال رہے کہ انسان کے تمام اعضاء پر دوزخ کے اثرات ہوں گے البتہ سجدہ کرنے والے اعضاء محفوظ رہیں گے۔[3]

☆ معلوم ہوا کہ گناہ گار نمازی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے اسی طرح اگر موحد شخص سستی کے ساتھ نماز چھوڑ دیتا ہے وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔[4]

---

[1] صحیح ابن خزیمہ، ح۸۸۷ ابن مسعود سے حسن سند کیساتھ مروی ہے بیہقی میں مرسل ہے ۲/ ۲۶۳ [2] مسند احمد ۴/ ۱۸۹ سند صحیح ہے، ترمذی نے حدیث کے کچھ حصے کا ذکر کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے، احادیث الصحیحہ [3] صحیح بخاری ح۸۰۶ کتاب الاذان باب ۱۲۹، صحیح مسلم ح۲۹۹ کتاب الایمان باب ۸ [4] احادیث الصحیحہ ح ۲۰۵۴

زمین اور چٹائی پر سجدہ کرنے بیان

رسول اکرم ﷺ عام طور پر زمین پر سجدہ کرتے تھے اس لئے کہ مسجد نبوی میں کنکر وغیرہ کا بھی فرش نہ تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام آپ ﷺ کی اقتداء میں سخت گرمی کے موسم میں نماز ادا فرماتے جب وہ زمین پر پیشانی رکھنے کی طاقت نہ رکھتے تو سجدہ کی جگہ پر کپڑا رکھ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے۔[1]

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے میرے لئے اور میری امت کیلئے تمام زمین مسجد اور وضو کے پانی کے قائم مقام ہے، پس میری امت کے انسان کو جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے تو زمین اس کیلئے مسجد ہے اور مٹی وضو کے قائم مقام ہے مجھ سے پہلے لوگ صرف اپنے گرجوں اور عبادت خانوں ہی میں نماز ادا کر سکتے تھے۔[2]

کبھی آپ کا مٹی اور پانی میں سجدہ کرنا ثابت بھی ہے چنانچہ ایک بار رمضان المبارک کی اکیسویں رات تھی تو بارش برسی اور مسجد کی چھت ٹپک پڑی اس لئے کہ چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی تو نبی ﷺ نے کیچڑ میں سجدہ فرمایا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک اور ناک پر کیچڑ کا نشان موجود تھا۔[3]

اور رسول اکرم ﷺ کبھی صرف اتنی چٹائی پر نماز ادا فرماتے جو صرف سجدہ کی جگہ میں ہوتی تھی۔[4]

اَلْخَمْرُ کی وضاحت: اس قدر جگہ کہ جس پر انسان سجدہ کی حالت میں اپنا چہرہ رکھتا ہے خواہ وہ چٹائی ہو یا کھجور کے پتوں سے تیار کی گئی ہو مزید اس جیسی دیگر نباتات سے ہو اور اس کو خمرہ تب کہا جا سکتا ہے جب کہ وہ اس مقدار کی ہو۔ (النہایہ)

اور کبھی اس سے بڑی چٹائی ہوتی تھی۔[5] چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے بڑی چٹائی پر نماز ادا کی جو زمین پر زیادہ عرصہ پڑے رہنے سے سیاہ ہو چکی تھی۔[6]

☆ معلوم ہوا کہ ایسی چیز پر بیٹھنا درست ہے جس کا پہننا بھی جائز ہے پس ریشم سے تیار شدہ کسی جائے نماز پر بیٹھنا حرام ہے اس لئے کہ ریشم کو پہننا بھی حرام ہے بلکہ بیٹھنے سے منع کرنے پر واضح نص

---

[1] صحیح بخاری ح ۱۲۰۸ کتاب العمل باب ۸ صحیح بخاری ح ۵۴۱ کتاب المواقیت باب ۱۱، ابوعوانہ [2] مسند احمد ۲/ ۲۲۲، السراج، بیہقی، سند صحیح ہے [3] صحیح بخاری ح ۸۳۶ کتاب الاذان باب ۱۵۱، صحیح مسلم [4] صحیح بخاری ح ۳۷۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۹، صحیح مسلم ح ۲۷۰ کتاب المساجد باب ۴۸ [5] صحیح مسلم ح ۲۶۷ کتاب المساجد، ابوعوانہ [6] صحیح بخاری ح ۳۸۰ کتاب الصلاۃ، صحیح مسلم ح ۲۶۷ کتاب المساجد

موجود ہے لہٰذا کسی کے مباح گردانے سے کسی دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔

سجدہ سے سر اٹھانے کا بیان

رسول اکرم ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے۔[1] اور اس کا حکم آپ نے اس انسان کو دیا جس نے جلدی جلدی رکوع وسجود کر کے نماز ادا کر لی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کسی انسان کی نماز اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ وہ ایسا سجدہ نہیں کرتا جس میں اسکے تمام اعضاء اپنی اصلی حالت میں نہیں آ جاتے پھر وہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور صحیح طور پر بیٹھ جائے۔[2]

اور اس مقام پر آپ ﷺ اللہ اکبر کے ساتھ کبھی کبھی رفع الیدین بھی کرتے تھے۔[3]

سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا: امام احمد اس مقام پر رفع الیدین کے قائل ہیں بلکہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کے قائل ہیں چنانچہ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں ابن الاثرم امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رفع الیدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جب بھی نمازی نیچے یا اوپر ہو دونوں صورتوں میں رفع الیدین ہے نیز اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا کہ وہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔[4]

شافعی علماء میں سے ابن المنذر اور ابو علی اسی کے قائل ہیں امام مالک، امام شافعی سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے جیسا کہ (طرح التثریب) میں ہے اور یہ رفع الیدین انس، ابن عمر، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین، اور ایوب سختیانی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔[5]

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

رسول اکرم ﷺ سجدہ سے سر اٹھا کر برابر بیٹھ جاتے اپنے بائیں پاؤں اور اس پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے۔[6]

چنانچہ آپ ﷺ نے اس بات کا حکم اس انسان کو دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی آپ نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو سجدہ کے وقت اطمینان اختیار کر اور جب سجدے سے سر

---

[1] صحیح بخاری ح ۷۸۹ کتاب الاذان باب ۱۱۷، صحیح مسلم ح ۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۱ [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی [3] مسند احمد ۳/۳۷، صحیح ابوداؤد ۱/۲۳۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۷ سند صحیح ہے [4] البدائع لابن القیم ۴/۸۹ [5] مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۶ [6] بخاری فی جزء رفع الیدین، صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۸۱ سند صحیح ہے، صحیح مسلم ۲/۵۴، ابوعوانہ، الارواء ح ۳۱۶

اٹھائے تو بائیں ران پر بیٹھ۔[1] اور آپ کا معمول تھا کہ بیٹھتے وقت اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔[2]
اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے۔[3]
اور کبھی کبھی آپ ﷺ اپنے قدموں اور اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے۔[4]

علامہ ابن القیم کا سہو: اس مسئلہ میں علامہ ابن القیم کو سہو ہو گیا ہے جب وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں سجدوں کے درمیان صرف افتراش کیا ہے اس کے علاوہ کسی دیگر کیفیت کے ساتھ آپ ﷺ سے بیٹھنا ثابت نہیں۔

میں کہتا ہوں: حالانکہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں جب کہ صحیح مسلم ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں پاؤں کے قدموں پر بیٹھنا ثابت ہے اور بیہقی میں عبداللہ بن عمر سے حسن سند کے ساتھ روایت موجود ہے جس کو ابن حجر نے صحیح کہا اور ابواسحاق الحربی نے **غریب الحدیث** میں طاؤس سے نقل کیا اور اس نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ دونوں سجدوں کے درمیان اپنے پاؤں کے قدموں اور ایڑیوں کو کھڑا رکھتے اور ان پر بیٹھتے تھے امام مالک پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان کا قول ہے کہ ہر انسان کی بات رد ہو سکتی ہے البتہ اس قبر مبارک والے انسان کی بات رد نہیں ہو سکتی انہوں نے یہ بات رسول اکرم ﷺ کی قبر شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہی چنانچہ وہ بھی اور صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین وغیرہ اس سنت پر عمل کرتے تھے، میں نے اس بارے میں وضاحت کے ساتھ اصل کتاب میں بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خیال رہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان مذکورہ کیفیت کے ساتھ بیٹھنا مسنون ہے البتہ بیٹھنے کی ایک صورت ممنوع ہے اس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے

رسول اکرم ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے کہ ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر آ جاتا۔[5]

اور اس بات کا حکم آپ ﷺ نے اس انسان کو بھی دیا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی آپ ﷺ نے اس سے کہا تم میں سے کسی انسان کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب

---

[1] مسند احمد ۴/۳۴۰، صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۲ باب ۱۴۹ اسند مضبوط ہے [2] صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵ بیہقی [3] سنن نسائی ۱/۱۳۶ کتاب الافتتاح سند صحیح ہے [4] صحیح مسلم ح ۳۲ کتاب المساجد باب ۶، ابوعوانہ، ابوالشیخ جو روایت ابوالزبیر عن جابر سے ہے ح ۱۰۴، ۱۰۶، بیہقی [5] صحیح ابوداؤد ۱/۱۴۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸، بیہقی، سند صحیح ہے

تک کہ وہ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھے۔[1]

رسول اکرم ﷺ کے دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا عرصہ سجدے کے برابر ہوتا تھا۔[2]

اور کبھی کبھی اس سے زیادہ بیٹھتے یہاں تک کہ بعض لوگ کہتے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔[3]

امام ابن القیم کا قول: صحابہ کے دور کے بعد لوگوں نے اس سنت کو چھوڑ دیا تھا وہ لوگ جو سنت پر عمل پیرا ہوتے ہیں وہ سنت کی مخالفت کا اپنے دل میں خیال تک بھی نہیں لاتے۔

دونوں سجدوں کے درمیان کونسی دعائیں پڑھی جائیں؟

آپ ﷺ سے ذیل کی دعائیں مروی ہیں۔

۱-﴿اَللّٰھُمَّ رَبِّ اغْفِرْلِی وَ ارْحَمْنِی وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِی وَاھْدِنِی وَعَافِنِی وَارْزُقْنِی﴾

''اے اللہ! میرے پروردگار مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم کر اور مجھے درست فرما میری خطاؤں کی تلافی فرما مجھے رفعت عطا فرما مجھے ہدایت عطا کر مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے رزق عطا کر''[4]

۲-﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ،رَبِّ اغْفِرْلِیْ﴾ ''میرے پروردگار مجھے معاف کر، مجھے معاف کر''[5]

ان دعائیہ کلمات کو امام احمد نے پسند فرمایا ہے اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں اگر چاہے تو یہ کلمات تین بار ادا کرے اور اگر چاہے تو بجائے رَبِّ اغْفِرْلِیْ کے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی پڑھے اس لئے کہ یہ دونوں دعائیں رسول اکرم ﷺ سے دونوں سجدوں کے درمیان پڑھنی بھی ثابت ہیں۔[6]

اور یہ دعائیہ کلمات (نمبر۲) آپ ﷺ رات کے نوافل میں بھی پڑھا کرتے تھے۔

ان دعائیہ کلمات کا رات کے نوافل میں پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرض نماز میں ان کا پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ فرض اور نفل نماز میں بلحاظ دعائیہ کلمات کے کچھ فرق نہیں ہے امام شافعی، امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے وہ فرض نفل دونوں میں اس کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ امام ترمذی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور امام طحاوی بھی مشکل الآثار میں اس کی مشروعیت کے قائل ہیں اگر غور و فکر کیا جائے تو نظر

---

[1] صحیح ابوداؤد/۱/۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [2] صحیح بخاری ح ۱۸۰۱ کتاب الاذان باب ۱۲۷، صحیح مسلم ح ۱۹۳ کتاب الصلاۃ باب ۳۸ [3] صحیح بخاری ح ۸۲۱ کتاب الاذان باب ۱۴۰، صحیح مسلم ح ۱۹۶ کتاب الصلاۃ باب ۳۸ [4] صحیح ابی داؤد/۱/۱۶۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۶، صحیح ترمذی/۱/۹۰ کتاب الصلاۃ باب ۲۰۹، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۸ کتاب الاقامۃ باب ۲۳، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [5] صحیح ابن ماجہ/۱/۱۴۸ کتاب الاقامۃ باب ۲۳ [6] مسائل امام احمد و اسحاق بن راہویہ اسحاق مروزی کی سند کیساتھ ص ۱۹

صحیح بھی اسکی مؤید ہے اس لئے کہ نماز کی ہر کیفیت میں ذکر مسنون ہے اس لئے یہاں بھی ذکر ہونا چاہئے۔

دوسرے سجدہ کا بیان

پھر آپ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ فرماتے۔[1] اور آپ نے اس بات کا حکم اس انسان کو بھی دیا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی آپ نے اسے حکم دیتے ہوئے فرمایا تم سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھو، اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جاؤ اور اطمینان اختیار کرو کہ تمام اعضاء کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر آ جائیں پھر تمام نماز میں ان چیزوں کا خیال رکھو۔[2]

رسول اکرم ﷺ کبھی کبھی دوسرے سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرتے تھے۔[3] اور جو کام آپ ﷺ پہلے سجدے میں کرتے تھے وہی دوسرے سجدے میں بھی کرتے تھے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھاتے۔[4]

چنانچہ آپ نے اس انسان کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی آپ نے اس کو دوسرے سجدے میں بھی اسی طرح کرنے کا حکم دیا پھر وہ دوسرے سجدے سے اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے۔[5]

اور آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ اب تم ہر رکعت اور ہر سجدے میں اسی طرح کرتے رہو جب تم یہ کام کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر کچھ کمی کرو گے تو اسی قدر نماز کم ہوگی۔[6]

اور کبھی کبھی آپ ﷺ دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔[7]

جلسہء استراحت کا بیان

رسول اکرم ﷺ دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اپنے بائیں پاؤں پر اعتدال کے

---

[1] صحیح بخاری ح ۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۲۸، صحیح مسلم ح ۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۰ [2] صحیح ابوداؤد ۱/۱۶۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی صحیح بخاری ح ۹۳ کتاب الاذان باب ۱۲۲، صحیح مسلم ح ۴۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۱ میں اضافہ کیساتھ ہے [3، 7] ابوعوانہ، صحیح ابوداؤد ۱/۱۳۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۷، دو صحیح سندوں کیساتھ، امام احمد اس رفع الیدین کے قائل ہیں، ایک روایت کے مطابق امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بھی یہی ہے، ملاحظہ ہو اسی کتاب کے عنوان سجدہ سے سر اٹھانا [4] صحیح مسلم ح ۲۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۰، صحیح بخاری ح ۸۰۳ کتاب الاذان باب ۱۱۸ [5] صحیح ابوداؤد ۱/ ۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا ذہبی نے موافقت کی [6] مسند احمد ۴/ ۳۴۰، صحیح ترمذی ۱/ ۹۵ کتاب الصلاۃ باب ۲۲۴ ترمذی نے صحیح کہا

ساتھ بیٹھ جاتے کہ آپ کا ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر ہوتا۔[1]

☆ فقہاء کے نزدیک اس بیٹھنے کو جلسہء استراحت کہتے ہیں، امام شافعی اسکے قائل ہیں، امام احمد سے بھی اسی طرح مروی ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اتباع سنت کے بہت دلدادہ تھے جب کہ سنت کے خلاف کوئی دلیل نہ ہوتی۔[2]

ابن ہانی ءمسائل احمد (۱/۵۷) میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا جب وہ آخری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرتے اور کبھی برابر بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے اسحاق بن راہویہ نے اس کو پسند کیا ہے اور مسائل المروزی (۱/۱۴۷/۲) میں کہا کہ نبی ﷺ سے یہی مسنون ہے کہ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت ہاتھ زمین پر رکھے جائیں خواہ بوڑھا ہو یا جوان۔[3]

دوسری رکعت کی طرف اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کا بیان

پھر رسول اکرم ﷺ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو زمین پر ہاتھ رکھتے ہوئے کھڑے ہوتے۔[4]

اور رسول اکرم ﷺ نماز میں آٹا گوندھنے والے انسان کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔[5]

امام بیہقی کے نزدیک اس کی بالمعنی روایت صحیح سند کے ساتھ ہے البتہ یہ حدیث کہ آپ اٹھتے ہوئے یا کھڑے ہوتے ہوئے ہاتھوں پر ٹیک نہیں لگاتے تھے اور تیر کی طرح کھڑے ہوتے تھے موضوع ہے نیز اس مفہوم کی تمام حدیثیں ضعیف ہیں صحیح نہیں ہیں۔[6]

بعض فاضل دوستوں نے میرے اس قول پر کہ میں نے حربی کی اسناد کو قوی قرار دینے پر اعتراض کیا تو میں نے اپنی کتاب **تمام المنه فی التعلیق علی فقه السنه** میں اس کو وضاحت کیساتھ بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں نہایت اہم بحث ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو خاموش کھڑے نہیں رہتے تھے

---

[1] صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح ابوداؤد ا/۱۴۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۱۸ [2] التحقیق ۱/۱۱۱ [3] الارواء ۲/۸۲-۸۳ [4] شافعی، صحیح بخاری ح ۸۲۴ کتاب الاذان باب ۱۴۳ [5] اس حدیث کو ابواسحاق الحربی نے درست اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے [6] احادیث ضعیفہ ح ۵۶۲، ۹۲۹، ۹۶۸

بلکہ الحمدللہ کے ساتھ قرأت شروع کرتے تھے۔[1]

خاموشی سے مقصود حدیث میں جس خاموشی کی نفی کی گئی ہے اس کے بارے میں احتمال اس بات کا ہے کہ آپ کا خاموش رہنا دعائے استفتاح کی قرأت کے باعث تھا لہٰذا اس سکوت سے مقصود **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** کی قرأت کے لئے خاموشی نہیں ہے مزید یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سکوت عام ہو لیکن ترجیح میرے نزدیک پہلی وضاحت کو ہے اور پہلی رکعت کے علاوہ میں علماء کے **اعوذ باللہ** کے پڑھنے میں دو قول ہیں جب کہ ہمارے نزدیک **اعوذ باللہ** کی مشروعیت ہر رکعت میں ہے اور جو چیز پہلے بیان ہو چکی ہے اس کی تفصیل اصل میں ذکر کی گئی ہے۔

اور واضح رہے کہ رسول اکرم ﷺ دوسری رکعت میں اسی طرح فرماتے جس طرح آپ ﷺ نے پہلی رکعت ادا فرمائی، البتہ دوسری رکعت پہلی رکعت سے مقدار میں کم ہوتی تھی جیسا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے

رسول اکرم ﷺ نے ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو (جس نے جلدی جلدی نماز ادا کی تھی) پہلی رکعت میں سورت فاتحہ قرأت کرنے کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرمایا۔[2] پھر اپنی تمام نماز میں ایسا کرو۔[3]

جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ ہر رکعت میں اسی طرح کرو۔[4]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر رکعت میں قرأت ہے۔[5]

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کہ جس نے ایک رکعت بھی نماز پڑھی اور اس نے اس میں سورت فاتحہ کی تلاوت نہ کی تو اس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ اگر وہ امام کے پیچھے ہے۔[6]

پہلا تشہد تشہد میں بیٹھنے کا بیان

دوسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد آپ تشہد کیلئے بیٹھتے تھے اگر نماز صرف دو رکعت ہوتی جیسے صبح کی نماز ہے تو آپ ﷺ اس طرح اپنے آپ کو بچھا کر بیٹھتے تھے جیسا کہ دو

---

[1] صحیح مسلم ح ۱۴۸ کتاب المساجد باب ۲۷ ابوعوانہ [2] صحیح ابوداؤد ۱/ ۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، مسند احمد سند قوی ہے [3] صحیح بخاری ح ۱۹۳ کتاب الاذان باب ۱۲۲، صحیح مسلم ح ۴۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۱ [4] مسند احمد ۲/ ۲۵۷ سند مضبوط ہے [5] ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، احمد فی مسائل ابن ھانی ء ۱/ ۵۲ [6] مؤطا امام مالک ۱/ ۵۳ ح ۳۸

سجدوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔[1]

اور اگر نماز تین یا چار رکعت ہوتی تو پھر بھی پہلے تشہد میں اسی طرح بیٹھتے۔[2]

چنانچہ آپ نے اس انسان کو جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی آپ نے فرمایا جب تو نماز کے درمیان بیٹھے تو اپنی بائیں ران کو زمین پر رکھو اور اطمینان اختیار کرو پھر تشہد پڑھو،[3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے محبوب نبی ﷺ نے مجھے کتے کی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔[4]

☆ کتے کی طرح بیٹھنے کا ذکر ابوعبیدہ سے یوں مروی ہے کہ کوئی انسان جب اپنے چوتڑوں کو زمین پر رکھتا ہے اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا رکھتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتا ہے تو یہ کیفیت کتے کے بیٹھنے کی مانند ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں : یہ وہ بیٹھنا نہیں ہے جو دو سجدوں کے درمیان مسنون ہے جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

آپ ﷺ شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔[5]

رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہتھیلی کو دائیں ران پر اور بائیں کو بائیں ران پر اور ایک روایت میں دائیں ہتھیلی کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے گویا کہ اس ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر پھیلانے والے ہوتے۔[6]

اور نبی ﷺ اپنی داہنی کہنی کو اپنے دائیں ران پر اپنے پہلو سے ملا کر رکھتے تھے۔[7]

اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کہنی کو اپنے پہلو سے ہٹا کر نہیں رکھتے تھے جیسا کہ اس کی وضاحت ابن القیم نے زاد المعاد میں کی ہے۔

آپ ﷺ نے اس شخص کو منع فرمایا جو تشہد کی حالت میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو یہودیوں کی نماز ہے۔[8]

---

[1] نسائی، ۱/ ۱۷۳ سند صحیح ہے [2] صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح ابوداؤد/ ۱۴۱ کتاب الصلاۃ ۱۱۸ [3] صحیح ابوداؤد/ ۱۶۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹، بیہقی سند مضبوط ہے [4] طیالسی، مسند احمد ۲/ ۲۶۵-۳۱۱، ابن ابی شیبہ، کتاب کا حاشیہ دیکھیں باب رکوع میں اطمینان کا واجب ہونا [5] صحیح مسلم ح ۲۴۰ کتاب الصلاۃ باب ۴۵، ابوعوانہ ۲/ ۹۴ وغیرہ، الارواء ح ۳۱۶ [6] صحیح مسلم ح ۱۱۴ کتاب المساجد باب ۲۱، ابوعوانہ [7] صحیح ابوداؤد/ ۱۸۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۸۱، سنن نسائی ۱/ ۱۰۶ سند صحیح ہے [8] بیہقی ۲/ ۱۳۵، حاکم ۱/ ۲۳۰ حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اس کی موافقت کی، اس حدیث کی اور اس کے بعد آنے والی حدیث کی تخریج الارواء ح ۳۸۰ میں ہو چکی ہے

اس طرح بھی وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح مت بیٹھو جس طرح وہ لوگ بیٹھتے ہیں جو عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔[1] اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس طرح وہ لوگ بیٹھتے ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے۔[2]

تشہد میں سبابہ انگلی کو حرکت دینا

رسول اکرم ﷺ تشہد کی حالت میں اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنی دائیں ہتھیلی کی تمام انگلیوں کو بند فرما لیتے اور وہ انگلی جو انگوٹھے کے ساتھ ہے اسے قبلہ رخ رکھتے اور اپنی نظر کو اس پر مرکوز رکھتے۔[4]

☆ مسند ابویعلیٰ ۲/۲۷۵ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انگلی کا اشارہ کرنا دراصل شیطان کو زخمی کرنا ہے اور ہر وہ انسان جو اس طرح انگلی سے اشارہ کرتا ہے وہ غلطی پر نہیں ہے، چنانچہ امام حمیدی بھی اسی طرح شہادت کی انگلی کھڑی فرماتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے مسلم بن ابی مریم نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے ایک آدمی نے ذکر کیا کہ اس نے ملک شام کے ایک گرجا میں انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دیکھیں کہ وہ نماز کی حالت میں اپنی شہادت کی انگلی اٹھائے ہوئے تھے، امام حمیدی نے اپنی انگلی کو کھڑا کر کے دکھایا، خیال رہے کہ یہ نہایت عجیب و غریب نئی بات ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور جب آپ ﷺ نے اشارہ کرنا ہوتا تھا تو اپنا انگوٹھا اپنی درمیانی انگلی پر رکھتے تھے۔[5] اور کبھی ان دونوں کا حلقہ بناتے تھے، اور نبی ﷺ شہادت کی انگلی کو اٹھا کر حرکت دیتے تھے وہ اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔[6]

ابن عدی (۱/۲۸۷) میں انگلی کو حرکت دینے والی حدیث کا شاہد ہے ابن عدی نے کہا کہ اس روایت میں ایک راوی عثمان بن مقسم کو ضعیف کہا ہے لیکن اس کی حدیث کو لکھا جاتا ہے۔

---

[1] بیہقی ۲/۱۳۵، حاکم ۱/۲۳۰ حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اسکی موافقت کی، اس حدیث کی اور اسکے بعد آنیوالی حدیث کی تخریج الارواء ح ۳۸۰ میں ہو چکی ہے [2] مسند احمد ۲/۱۱۶، صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۶ باب ۱۸۸ سند مضبوط ہے [3] عبدالرزاق، عبدالحق نے اپنی کتاب میں اسکو احکام ح ۱۲۸۴ میں صحیح کہا، میری تحقیق کیساتھ [4] صحیح مسلم ح ۱۱۶ کتاب المساجد باب ۲۱، ابوعوانہ، ابن خزیمہ، مسند حمیدی (۱/۱۳۱) میں زیادتی ہے [5] صحیح مسلم ح ۱۱۳ کتاب المساجد باب ۲۱، ابوعوانہ [6] صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۰، سنن نسائی ۱/۱۰۶، المنتقیٰ لابن الجارود ح ۲۰۸، ابن خزیمہ ۱/۸۶-۱/۸۲، صحیح ابن حبان ح ۴۸۵ سند صحیح ہے، ابن الملقن ۲/۲۸ نے اس کو صحیح کہا ہے

حدیث میں لفظ یَدْعُوْبِهَا کے بارے میں امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ یہ کام نماز کے آخر میں کرتے تھے

میں کہتا ہوں: کہ انگلی کے اشارہ کرنے اور حرکت دینے میں استمرار مسنون ہے اور سلام پھیرنے تک یہی کیفیت برقرار رہے امام مالک اور دیگر ائمہ کا یہی مذہب ہے امام احمد سے سوال کیا گیا کہ نماز میں انگلی سے اشارہ کرنا درست ہے اس نے اثبات میں جواب دیا کہ یہ ضروری ہے۔[1]

میں کہتا ہوں: پس ان لوگوں کو **اللہ** سے ڈرنا چاہئے جو تشہد میں انگلی سے حرکت دینے اور اشارہ کرنے کو سنت نہیں سمجھتے بلکہ بے فائدہ کہتے ہیں چنانچہ وہ لوگ باوجود ان دلائل کے انگلی کو حرکت نہیں دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس قسم کا کام نماز کیلئے مناسب نہیں ہے اور ان دلائل کی تاویلات میں تکلف اختیار کرتے ہیں۔

تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو نہ صرف اس مسئلہ میں بلکہ دیگر بہت سے مسائل میں اپنے امام کی طرف سے مدافعت کرتے ہیں جب کہ امام کی رائے سنت کے مخالف ہے وہ کہتے ہیں کہ امام کی رائے کو غلط قرار دینے سے امام پر طعن و تشنیع کرنی لازم آتی ہے اور اس کا احترام ختم ہو جاتا ہے یہ لوگ اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ صحیح سنت کا انکار کرنا حقیقتاً رسول کریم ﷺ کی ذات پر طعن کرنا ہے اس لئے کہ سنت کے پیش کرنے والے وہی تو ہیں۔ ﴿فَمَا جَزَاءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا ......﴾؟!

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ شہادت کی انگلی کو اشارہ کرنے کے بعد بند کر لیا جائے یا نفی کے وقت اشارہ کرنا اور اثبات کے وقت اس کو بند کر لینا اس کا سنت میں کوئی اثر نہیں ہے بلکہ یہ صحیح حدیث کے مخالف ہے۔

بعض احادیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ شہادت کی انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے لیکن یہ حدیث سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے دیکھئے ضعیف ابوداؤد ح ۱۷۵، اگر یہ حدیث ثابت ہو بھی جائے تو ہم کہیں گے یہ حدیث نفی کرتی ہے اور پہلی حدیث مثبت ہے اور مثبت بالاتفاق نافی پر مقدم ہوتی ہے۔

اور نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اس انگلی (**سبابہ**) کا اشارہ شیطان پر نیزے سے بھی زیادہ سخت ہے۔[2]

اور رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کچھ افراد دیگر افراد پر انگلی (**سبابہ**) کے ساتھ اشارہ نہ کرنے پر تنقید کرتے تھے۔[3]

آپ کا معمول تھا کہ آپ دونوں تشہد میں شہادت کی انگلی (**سبابہ**) کا اشارہ کرتے تھے۔[4]

---

[1] مسائل امام احمد ص ۸۰ [2] مسند احمد ۱۱۹/۲، بزار، ابوجعفر، الامالی للبختری ۱/۶۰، الدعاء للطبرانی ق ۱/۷۳، السنن للمقدسی ۲/۱۲ سند حسن ہے، مسند للرویانی ۲/۲۴۹، بیہقی [3] ابن ابی شیبہ ۲/۱۲۳/۲ سند حسن ہے [4] سنن نسائی ۱/۱۳۶ کتاب السہو، بیہقی سند صحیح ہے

چنانچہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو دو انگلیوں کیساتھ اشارہ کر رہا تھا آپ نے فرمایا ایک انگلی (سبابہ) کے ساتھ اشارہ کرو ایک انگلی کیساتھ اشارہ کرو اور سبابہ کی طرف اشارہ فرمایا۔[1]

پہلے تشہد کے واجب اور اس میں دعا کے مشروع ہونے کا بیان

رسول اکرم ﷺ دو رکعت کے آخر میں تشہد بیٹھتے اور اَلتَّحِيَّاتُ پڑھتے۔[2]

اور آپ ﷺ تشہد میں بیٹھتے ہی جو کلمہ زبان سے نکالتے تھے وہ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ تھا۔[3]

اگر کبھی آپ دو رکعتوں کے بعد تشہد بیٹھنا بھول جاتے تو سجدہ سہو کرتے۔[4]

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم دو رکعت پر بیٹھو تو اَلتَّحِيَّاتُ پڑھو اور جو دعا تمہیں زیادہ پسند ہو وہ پڑھو، پس ضروری ہے کہ وہ التحیات میں اللہ عز و جل کو پکارے۔[5]

☆ معلوم ہوا اگرچہ درمیان کا تشہد کیوں نہ ہو اس میں بھی اَلتَّحِيَّاتُ کی دعائیں کرنا مشروع ہے، اگرچہ اس تشہد کے ساتھ سلام نہ بھی کہا جائے یہی قول امام ابن حزم کا ہے۔

ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ جب بیٹھو اَلتَّحِيَّاتُ پڑھو۔[6] اور اسی بات کا حکم آپ نے اس انسان کو دیا تھا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھ لی تھی جیسا کہ اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کو تشہد کی تعلیم اس طرح دیتے جس طرح انہیں قرآن پاک کی سورتوں کی تعلیم دیتے۔[7] اور تشہد میں آہستہ پڑھنا سنت ہے۔[8]

تشہد کے کلمات کا بیان

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو تشہد کے کلمات کی مختلف الفاظ کے ساتھ تعلیم دی۔

۱۔ابن مسعود کا تشہد: ابن مسعود بیان کرتے ہیں مجھے رسول اکرم ﷺ نے تشہد کے کلمات بالکل

---

[1] ابن ابی شیبہ ۱۲/ ۴۰/ ۱- ۲/ ۱۲۳/ ۲، سنن نسائی ۱/ ۱۴۹، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اسکی موافقت کی، اس حدیث کا شاہد ابن ابی شیبہ میں ہے [2] صحیح مسلم ح ۲۴۰ کتاب الصلاۃ باب ۴۶، ابوعوانہ [3] بیہقی میں عائشہ ؓ سے مضبوط سند کے ساتھ ہے، ابن الملقن ۲/ ۱۸ [4] صحیح بخاری ح ۱۲۲۴ کتاب السہو باب ۱، صحیح مسلم ح ۸۵ کتاب المساجد باب ۱۹، الارواء ح ۳۳۸ [5] سنن نسائی ۱/ ۱۳۷ کتاب التطبیق باب ۱۰۰، مسند احمد ۱/ ۳۸۲، طبرانی فی الکبیر ۳/ ۲۵/ ۱ سند صحیح ہے [6] سنن نسائی ۱/ ۱۳۷ کتاب التطبیق باب کیف التشہد الاول سند صحیح ہے [7] صحیح بخاری ح ۶۲۶۵ کتاب الاستئذان باب ۲۸، صحیح مسلم ح ۵۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۶ [8] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۸۵ باب ۱۸۶، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

اسی طرح بتائے جس طرح آپ ﷺ مجھے قرآن پاک کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے اور میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی تشہد کے کلمات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ [1]

"تمام نفلی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں اے نبی! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اسکی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے"

اسی حدیث میں اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا کے بعد مذکور ہے کہ جب کوئی انسان یہ کہتا ہے کہ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو تو اس سے مراد ہر وہ نیک بندہ ہوتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے، نیز جب تک رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود رہے ہم اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے رہے جب آپ فوت ہو گئے تو ہم نے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہنا شروع کر دیا۔

وہ الفاظ جو سلام پر اور بادشاہت پر اور باقی رہنے پر دلالت کرتے ہیں یہ الفاظ اللہ کی ذات کیلئے خاص ہیں، اور وہ دعائیہ کلمات جن کے ساتھ اللہ کی تعظیم کا ارادہ کیا جاتا ہے وہی ان کا استحقاق رکھتا ہے اس کے علاوہ کسی کے لئے مناسب نہیں ہے، (نہایہ)

جو کلام عمدہ ہے اور بہتر ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کلام کے ساتھ اللہ کی تعریف کی جائے ایسے کلمات نہ لائے جائیں جو اللہ کی صفات کے مناسب نہیں ہیں ایسے کلمات جن کے ساتھ بادشاہوں کی عظمت کو اجاگر کیا جاتا ہے

اللہ کی ذات کے ساتھ پناہ طلب کرنا اور اس کی حفاظت میں آنا مقصود ہے اس لئے کہ السلام اللہ پاک کا نام ہے مقصود یہ ہے کہ اللہ تیرا محافظ ہو اور کفیل ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے اللہ تیرے ساتھ ہو یعنی اللہ کی حفاظت اور مدد اور اس کی مہربانی تیرے ساتھ ہو، ہر اس وصف پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں خیر و برکت ہے جس کا فیضان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ ہمیشہ رہتا ہے

میں کہتا ہوں: نیز ابن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ جب تک رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود رہے

---

[1] صحیح بخاری ح ۶۲۶۵ کتاب الاستئذان باب ۲۸، صحیح مسلم ح ۵۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۶، ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۲۳/۲، السراج، مسند ابویعلیٰ ۲/۲۵۸، الارواء ح ۳۲۱

ہم اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے رہے جب آپ فوت ہو گئے تو ہم نے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہنا شروع کر دیا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تبدیلی آپ کے حکم سے تھی چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب تشہد کی تعلیم دیتیں تو السلام علی النبی کے الفاظ سکھلاتی تھیں۔[1]

حافظ ابن حجر کا قول: صحابہ کرام آپکی زندگی میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے جب آپ فوت ہو گئے تو انہوں نے خطاب کا صیغہ چھوڑ کر غائب کا صیغہ کہنا شروع کر دیا یعنی وہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھتے تھے۔

علامہ سبکی قول: علامہ سبکی شرح المنھاج میں اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اگر صحابہ کرام سے ثابت ہو جائے کہ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد خطاب کا صیغہ استعمال نہیں کرتے تھے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی وفات کے بعد آپکو مخاطب کر کے سلام کہنا ضروری نہیں بلکہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہنا ہوگا۔

میں کہتا ہوں: خیال رہے کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی وفات کے بعد السلام علی النبی کے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے اور اس کا ایک مضبوط متابع بھی موجود ہے چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں صحیح سند کیساتھ مذکور ہے، عطاء بیان کرتے ہیں کہ جب تک نبی ﷺ زندہ رہے صحابہ کرام اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے رہے جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو انہوں نے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ شروع کر دیا اس کی سند صحیح ہے۔

لیکن سعید بن منصور نے ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود کے طریق سے جو حدیث بیان کی ہے کہ وہ اپنے باپ **عبداللہ** بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو تشہد کے کلمات سکھلائے راوی بیان کرتا ہے کہ **عبداللہ** بن عباس نے وضاحت کی ہے کہ جب آپ زندہ تھے تو ہم پڑھا کرتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ''اے پیغمبر آپ پر سلام ہو''

عبداللہ بن مسعود نے کہا اسی طرح ہمیں تعلیم دی گئی ہے اور اسی طرح ہم تعلیم دیتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ **عبداللہ** بن عباس نے یہ بات بطور وضاحت کے کی ہے اور **عبداللہ** بن مسعود نے اس کی جانب رجوع نہیں کیا ہے لیکن ابو معمر یعنی بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں مزید اسناد اس تک اس کے ساتھ ساتھ ضعیف ہے

علامہ قسطلانی، زرقانی، لکھنوی نے حافظ ابن حجر کا کلام نقل کیا ہے اور اسے مستحسن سمجھا اور اس کا تعاقب نہیں کیا، اس بحث کا اختتام اصل کتاب میں کیا ہے۔[2]

۲۔ تشہد ابن عباس: ابن عباس نے تشہد کو ذیل کے کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے:

---

[1] مسند السراج ج ۲/۱/۹، الملخص فی الفوائد ج ۱۱/ ۵۴/ ۱ میں دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے

[2] مقدمہ صفۃ صلاۃ النبی للالبانی عربی ص ۱۸-۲۵

﴿اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادَاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾

''تمام نفلی، برکت والی، بدنی، مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اے نبی! آپ ﷺ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں! کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور ایک روایت میں ہے وہ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے'' [1]

امام نووی کا قول: تشہد کے الفاظ کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں کہ اگر چہ واؤ موجود نہیں ہے لیکن فی الحقیقت موجود ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں واؤ کا ذکر آتا ہے اس حدیث میں اختصار کے پیش نظر واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے لغت عرب میں اس کا جواز موجود ہے، اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تمام نفلی عبادتیں اور جن عبادات کا ذکر ان کے بعد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے لائق جب کہ ان کی حقیقت اللہ کے غیر کیلئے درست نہیں ہے۔

۳۔ تشہد ابن عمر: ابن عمر نے ذیل کے کلمات کے ساتھ تشہد کا ذکر کیا ہے۔

﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾

''تمام نفلی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اے نبی! آپ ﷺ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے'' [2]

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس تشہد میں وَبَرَكَاتُهٗ اور وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کا اضافہ میں نے کیا ہے۔

یہ دونوں زائد جملے ہیں جو نبی ﷺ سے تشہد میں ثابت ہیں عبداللہ بن عمر نے ان کا اضافہ اپنی

---

[1] صحیح مسلم ح ۶۰ کتاب الصلاۃ باب ۱۶، ابوعوانہ، شافعی، سنن نسائی ۱/ ۱۵۰ کتاب الافتتاح

[2] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۸۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۸۳ دار قطنی نے صحیح کہا

جانب سے نہیں کیا ہے وہ تو اس قسم کے اقدام سے بہت دور تھے البتہ اس نے (عبد اللہ بن عمر) کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے ان کو سنا جنہوں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا ہے اس لئے اس نے ان دونوں زیادتیوں کو اس تشہد پر بڑھا دیا ہے جس کو اس نے نبی ﷺ سے بلا واسطہ سنا تھا۔

۴۔ تشہد ابی موسیٰ اشعری: ابوموسیٰ اشعری رسول اکرم ﷺ سے تشہد ذیل کے کلمات کی شکل میں ذکر کرتے ہیں نبی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تشہد کیلئے بیٹھنے لگو تو یہ کلمات کہو:

﴿اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادَاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾

''تمام نفلی، بدنی، مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں اے نبی! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے'' [1] یہ سات کلمات نماز کا تحفہ ہیں۔

۵۔ تشہد عمر بن خطاب: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو کر ذیل کے کلمات کی صورت میں تشہد کی تعلیم دیتے تھے **﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزاكيات لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ** (ان الفاظ کے بعد باقی الفاظ ابن مسعود کے تشہد کے الفاظ کے مطابق ہیں) **اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادَاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾**

''تمام نفلی عبادتیں اللہ کے لئے تمام پاکیزہ کلمات اللہ کے لئے تمام مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں آپ ﷺ پر سلام ہو، اے نبی! آپ ﷺ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے'' [2]

---

[1] صحیح مسلم ح ۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۶، ابوعوانہ، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۸۲ باب ۱۸۳، صحیح ابن ماجہ ۱/ ۱۴۸ کتاب الاقامۃ باب ۲۴

[2] مؤطا مالک ۱/ ۵۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۳، بیہقی سند صحیح ہے

ابن عبدالبر کا قول: یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ حدیث سے جو معلوم ہو رہا ہے وہ ایسی چیز ہے کہ اس کو رائے کی شکل میں پیش نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر وہ رائے ہے تو پھر اس ذکر میں یہ قول دیگر اذکار سے زیادہ بہتر نہیں ہے

تنبیہ: تشہد کے تمام ذکر کردہ صیغوں میں مَغْفِرَتُہٗ کے الفاظ نہیں ہیں لہذا اس کا اعتبار نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ بعض سلف صالحین نے اس لفظ کا انکار کیا ہے، چنانچہ امام طبرانی (۱/۵٦/۳) صحیح سند کیساتھ طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ربیع بن خثیم راوی نے تشہد میں بَرَکَاتُہٗ اور مَغْفِرَتُہٗ کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے تو علقمہ نے کہا ہم انہی الفاظ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ پر رکے رہیں گے جن کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، علقمہ نے اسکو اپنے استاد عبداللہ بن مسعود سے بیان کیا ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو تشہد کے کلمات سکھلائے جب وہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر پہنچا تو اس شخص نے وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کے الفاظ کہہ دیئے اس پر ابن مسعود نے اس کی تائید کی کہ یہ درست ہے البتہ ہمیں ان الفاظ پر رک جانا چاہئے جن کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔[1]

٦- عائشہ رضی اللہ عنہا **کا تشہد:** قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیں تشہد کی تعلیم دیا کرتی تھیں اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے ذیل کے کلمات کہا کرتی تھیں:

﴿اَلتَّحِیَّاتُ اَلطَّیِّبَاتُ اَلزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ (ان الفاظ کے بعد باقی الفاظ ابن مسعود کے تشہد کے الفاظ کے مطابق ہیں) اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادَاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ﴾ ''تمام نفلی، مالی عبادتیں، پاکیزہ کلمات اللہ کیلئے ہیں آپ پر سلام ہو، اے نبی! آپ (ﷺ) پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے''[2]

---

[1] امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم الاوسط میرے فوٹو نسخہ (ح ۲۸۴۸) میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اگر مسیّب کاہلی نے عبداللہ بن مسعود سے سنا ہے [2] ابن ابی شیبہ (۱/۲۹۳)، السراج، المخلص جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، البتہ الفاظ بیہقی (۲/۱۴۴) کے ہیں

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے مختلف الفاظ کا بیان

رسول اکرم ﷺ پہلے اور دوسرے تشہد میں خود اپنے آپ پر بھی درود بھیجتے۔[1]

نیز امت مسلمہ کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ آپ پر سلام بھیجنے کے بعد درود بھیجیں، اور آپ نے اپنے صحابہ کرام کو متعدد صیغوں کے ساتھ درود بھیجنے کی تعلیم دی۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر سلام بھیجتے ہیں لیکن آپ بتائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں آپ نے انہیں تعلیم دی کہ تم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے الفاظ کے ساتھ درود بھیجو۔

پہلے تشہد میں بھی درود شریف پڑھنا ثابت ہے: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے تشہد میں بھی سلام کے بعد درود پڑھا جائے امام شافعی کا یہی مذہب ہے چنانچہ وہ **کتاب الاُمّ** میں صراحت کرتے ہیں کہ یہی مذہب اس کے ساتھیوں کے نزدیک بھی صحیح ہے امام نووی **المجموع** ۳/۴۶۰ میں اور اس کی تائید الروضۃ (۱/۲۶۳) میں فرماتے ہیں اور **ابن ہبیرہ** حنبلی **الافصاح** میں اسی کو پسند کرتے ہیں، اسی طرح ابن رجب نے **ذیل الطبقات** ۱/۲۸۰ میں اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے پہلے تشہد کے بعد آپ پر درود بھیجنے میں کثرت کے ساتھ حدیثیں مذکور ہیں ان میں کچھ تخصیص نہیں ہے اور وہ حدیثیں عمومیت کے لحاظ سے ہر تشہد کو شامل ہیں۔

میں نے ان احادیث کو اصل کتاب کے حاشیہ میں بلا سند معلق طور پر ذکر کیا ہے اور متن میں کچھ بھی درج نہیں کیا کیونکہ ان میں سے بعض حدیثیں ہماری شرط پر نہیں تھیں اگر چہ معناً وہ حدیثیں ایک دوسرے کو تقویت دے رہی ہیں اور جو لوگ پہلے تشہد کے بعد درود پڑھنے سے روکتے ہیں انکے پاس کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے جس سے استدلال کیا جا سکے جیسا کہ میں نے اس کو اصل کتاب میں واضح کیا ہے اسی طرح یہ قول کہ ''آپ ﷺ پر پہلے تشہد میں ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾ سے زائد کسی لفظ کا اضافہ کرنا مکروہ ہے'' اس بارے میں بھی کوئی کراہت کی دلیل نہیں ہے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ بلا اثر ہے، بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جس شخص نے یہ کام کیا اس نے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق عمل نہ کیا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مزید برآں تم نے کہنا ہوگا ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ﴾ ''اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمتیں نازل فرما'' حدیث کے باقی حصہ کو ہم نے تحقیق کے لئے اصل کتاب میں ذکر کیا ہے۔

اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو متعدد صیغوں کے ساتھ درود بھیجنے کی تعلیم دی

۱- ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ

---

[1] ابوعوانہ اپنی صحیح میں (۲/۳۲۴) سنن نسائی ۱/۱۵۰ کتاب الافتتاح

عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ بَیْتِهٖ وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾

''اے اللہ محمد اور اس کے اہل بیت اور اس کی بیویاں اور اس کی اولاد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت کی اور محمد اور اس کے اہل بیت اور اس کی بیویاں اور اس کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت کی بے شک تو تعریف و بزرگی والا ہے''

یہ درود نبی ﷺ خود بھی پڑھتے تھے۔[1]

ابو العالیہ کا قول: نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کے بارے میں ابو العالیہ کی وضاحت نہایت مناسب ہے وہ کہتے ہیں نبی ﷺ پر **اللہ** کے صلوٰۃ کا یہ معنیٰ کہ **اللہ** تعالیٰ آپ ﷺ کی تعریف فرماتے ہیں اور آپ کی تعظیم کرتے ہیں اور آپ پر فرشتوں کی جانب سے صلوٰۃ بھیجنے کا یہ معنیٰ ہے وہ **اللہ** سے آپ ﷺ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجنے کا مطالبہ کرتے ہیں اس معنیٰ کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور مشہور تفسیر کا رد کیا ہے جو عام طور پر کی جاتی ہے کہ **اللہ** کے صلوٰۃ کے معنیٰ رحمت ہے علامہ ابن القیم نے جلاء الافہام میں اس کی خوب وضاحت کی ہے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

برکت سے مراد کسی چیز کا مقدار میں زیادہ ہونا اور بڑھنا اور اس میں برکت کا نمودار ہونا اور دعا کرنا پس دراصل یہ دعا مشتمل ہے کہ رسول **اللہ** ﷺ کو خیر و برکت کا عطیہ ایسے ہی دیا جائے جیسا کہ آل ابراہیم کو **اللہ** نے عطا کیا ہے مزید برآں برکت دائمی ہو اور اس میں اضافہ ہوتا رہے۔

۲-﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی [اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی] آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾[2]

''اے **اللہ** محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراھیم پر رحمت کی ہے تو تعریف والا بزرگی والا ہے اے **اللہ** محمد پر اور آل محمد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے ابرھیم اور آل ابراھیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے''

---

[1] مسند احمد ۵/۴۷۴، طحاوی سند صحیح ہے، صحیح بخاری ح ۳۳۶۹ کتاب احادیث الانبیاء باب ۱۰، صحیح مسلم ح ۶۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۷ میں اَھْلِ بَیْتِهٖ کے علاوہ الفاظ ہیں [2] صحیح بخاری ح ۳۳۷۱ کتاب احادیث الانبیاء باب ۱۰ صحیح مسلم ح ۶۶ کتاب الصلاۃ باب ۱۷، سنن نسائی ۱/۱۵۱ باب کیف التحیۃ علی النبی، فی عمل الیوم واللیلۃ ۱۶۲/۵۴، مسند حمیدی ۱/۱۳۸، ابن مندہ ۲/۶۸، ابن مندہ نے بیان کیا کہ اس حدیث پر صحت کے لحاظ سے اجماع ہے

[اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى] کی زیادتی بخاری، طحاوی، بیہقی، احمد اور نسائی کی روایت میں ہے، اس کے علاوہ بعض صیغے درود نمبر ۳، ۴، ۵، ۶ میں بھی آئیں گے جو دوسرے طرق سے مروی ہیں

حافظ ابن القیم کا سہو: حافظ ابن القیم **جلاء الافهام** ص ۱۹۸ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (فتاویٰ ۱/۱۶) کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث میں درود کے الفاظ میں ابراھیم اور آل ابراھیم کے الفاظ اکھٹے نہیں آئے ہیں لیکن ہم نے جو حدیث ابھی ذکر کی ہے اس میں یہ دونوں لفظ اکھٹے موجود ہیں اور ہماری اس کتاب کے نادر معلومات سے یہ حوالہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا، دراصل ہم گہرے غور وفکر کیساتھ روایات تلاش کرتے ہیں اور ان کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ ایک ایسا علمی فائدہ ہے جس کا ذکر ہم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ **والفضل لله تعالیٰ وله الشكر والمنة**

۳-﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ [وَ آلِ اِبْرَاهِيمَ]اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى [اِبْرَاهِيمَ وَ] آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴾

''اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراھیم پر رحمت کی ہے بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے اور برکت فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے ابرھیم اور آل ابراھیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے'' [1]

۴-﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ [النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ]وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى [آلِ] اِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ[النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ] وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى[آلِ]اِبْرَاهِيمَ فِي الْعٰلَمِينَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴾

''اے اللہ محمد نبی اُمّی اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے آل ابراھیم پر رحمت کی ہے اور محمد نبی اُمّی اور آل محمد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراھیم پر دونوں جہانوں میں برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے'' [2]

۵-﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى [آلِ] اِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ [عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ]،[وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ] كَمَا بَارَكْتَ

---

[1] احمد، نسائی، مسند ابویعلیٰ ق ۲/۴۴ سند صحیح ہے [2] صحیح مسلم ح ۶۵ کتاب الصلاۃ باب ۱۷، ابوعوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۳۲/۱، صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۴، سنن نسائی ۱/۱۵۱ کتاب الافتتاح باب الامر بالصلوٰۃ علی النبی، حاکم نے صحیح کہا

عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ [وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ]﴾

''اے اللہ اپنے بندے اور اپنے رسول محمد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراھیم پر رحمت فرمائی اور اپنے بندے اور اپنے رسول محمد پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابرھیم اور آل ابراھیم پر برکتیں نازل فرمائیں''[1]

۶-﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ [عَلٰی] اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی [آلِ] اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ [عَلٰی] اَزْوَاجِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی [آلِ] اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ ''اے اللہ محمد اور اس کی بیویوں اور اس کی اولاد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراھیم پر رحمت کی ہے اور محمد اور اس کی بیویوں اور اس کی اولاد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراھیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے''[2]

۷-﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾

''اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر رحمت بھیج اور آل محمد پر برکت کر جیسا کہ تو نے رحمت کی ہے اور برکت کی ہے ابراہیم اور آل ابراھیم پر بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے''[3]

میں کہتا ہوں: مندرجہ بالا درود میں اِبْرَاھِیْمَ وَ آلِ اِبْرَاھِیْمَ کے الفاظ اکھٹے آئے ہیں جن کا انکار حافظ ابن القیم اور ان کے شیخ امام ابن تیمیہ کرتے ہیں اس پر بحث درود نمبر ۲ میں گزر چکی ہے اس لئے یہاں دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے فوائد

پہلا فائدہ: نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان میں اکثر صیغوں میں ابراہیم کا

[1] صحیح بخاری ح ۶۳۵۸ کتاب الدعوات باب ۳۲، سنن نسائی ۱/۱۵۲ کتاب الافتتاح باب کیف الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، طحاوی، احمد، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لاسماعیل قاضی ص ۲۸ الطبعۃ الاولیٰ، الطبعۃ الثانیۃ ص ۶۲ میری تحقیق اور تخریج کیساتھ مکتب الاسلامی سے طبع ہو چکی ہے [2] صحیح بخاری ح ۶۳۰۶ کتاب الدعوات باب ۳۳، صحیح مسلم ح ۶۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۷، سنن نسائی ۱/۱۵۲ باب کیف الصلاۃ علی النبی ﷺ [3] سنن نسائی ۱/۱۵۲ باب کیف الصلاۃ علی النبی ﷺ، طحاوی، ابوسعید اعرابی فی المعجم ۲/۷۹ سند صحیح ہے، ابن قیم نے اس کو محمد بن اسحاق السراج کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر اس کو صحیح کہا ہے

لفاظ آل سے الگ مذکورنہیں ہے یعنی آل کیساتھ مذکور ہے اس کی وجہ ظاہر ہے عربی زبان میں آل الرجل کی ترکیب جیسا کہ الرجل کے غیر کوشامل ہے اسی طرح الرجل کوبھی شامل ہوتی ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں: **الف** ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ اِبْرَاهِیْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ﴾[1] **ب** ﴿اِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ﴾[2]

ج حدیث میں ہے ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِی اَوْفٰی))[3]

د اسی طرح اہل بیت کی ترکیب بھی مستعمل ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾[4] معلوم ہوا ابراہیم آل ابراھیم میں داخل ہے

امام ابن تیمیہ کا قول: اکثر الفاظ میں کما صلیت علی آل ابراھیم اور کما بارکت علی آل ابراھیم ہے اور بعض میں صرف ابراہیم ہے اس لئے کہ ابراہیم نماز اور زکوٰۃ میں اصل ہیں اور باقی اہل بیت ان کے تابع ہیں اور بعض روایات میں ان دونوں کا تذکرہ موجود ہے۔

ایک سوال: جب آپ کو اس سے آگاہی حاصل ہو چکی ہے تو علماء کے درمیان وجہ تشبیہ کے بارے میں گفت وشنید مشہور ہے اس قول میں کما صلیت آخر تک یہ بات طے شدہ ہے کہ مشبہ کا مرتبہ مشبہ بہ سے کم ہوتا ہے تو درود کے ان صیغوں میں محمد ﷺ پر درود بھیجنا مشبہ ہے اور ابراہیم پر درود بھیجنا مشبہ بہ ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ابراہیم سے افضل ہیں؟ اور جب آپ ان سے افضل ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ پر جو درود بھیجا جا رہا ہے وہ ہر اس درود سے افضل ہے جو زمانہ ماضی میں گزر چکا ہے یا زمانہ مستقبل میں آئے گا

جواب: اور علماء نے اس کے جوابات کثرت کے ساتھ دیئے ہیں ان جوابات کو فتح الباری اور جلاء الافھام میں دیکھا جا سکتا ہے ان کی تعداد تقریبا دس اقوال پر مشتمل ہے ان میں سے بعض اقوال دیگر بعض اقوال سے نہایت ضعیف ہیں البتہ ایک قول مستثنیٰ ہے اور وہ قوی ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم نے مستحسن قرار دیا ہے وہ قول یہ ہے کہ آل ابراھیم میں انبیاء داخل ہیں جبکہ آل محمد میں ان انبیاء جیسا کوئی نبی نہیں پس جب نبی ﷺ

---

[1] آل عمران: ۳۳ [2] القمر: ۳۴ [3] صحیح بخاری ح ۶۳۵۶ کتاب الدعوات باب ۳۳ صحیح ابن ماجہ ۱/ ۳۰۰ کتاب الزکاۃ باب ۸ مسند احمد ۴/ ۳۵۳ [4] ہود: ۷۳

اور آپ کی آل کیلئے اس رحمت کا مطالبہ کرتے ہیں جو ابراہیم اور اس کی آل ابراھیم کیلئے ہے جبکہ ان میں انبیاء بھی ہیں تو آل محمد کیلئے اس سے وہ چیز حاصل ہے جو ان کیلئے لائق ہے۔ ہے ظاہر ہے کہ آل محمد انبیاء کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتے ہیں پس زیادتی باقی رہتی ہے جو انبیاء کیلئے ہے اور ان میں ابراہیم ہیں تو زیادہ فضیلت محمد ﷺ کیلئے ہوگی جو آپ کے غیر کیلئے نہیں ہے۔

ابن قیم کا قول: اس سے بھی زیادہ مناسب یہ ہے کہ کہا جائے محمد ﷺ بھی آل ابراھیم سے ہیں بلکہ تمام آل ابراھیم سے بہتر ہیں جیسا کہ علی بن طلحہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کو ذکر کرتے ہوئے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران:۳۳)

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو جہان والوں پر سے چن لیا ہے''

چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک آیت کی تفسیر میں محمد ﷺ کو آل ابراھیم سے شمار کرتے ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جب آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء جو ابراہیم کی اولاد سے ہیں وہ آل ابراھیم میں داخل ہیں پس رسول اللہ ﷺ کا داخل ہونا زیادہ مناسب ہے چنانچہ ہمارا یہ کہنا **کما صلیت علی آل ابراھیم** جیسا کہ تو نے آل ابراھیم پر رحمتیں فرمائی ہیں یہ جملہ اس بات کو بھی مشتمل ہے کہ اس میں اللہ کے پیغمبر پر درود بھیجا گیا ہے نیز ابرہیم کی اولاد میں سے تمام پیغمبروں پر درود بھیجا گیا ہے اس کے بعد اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کے پیغمبر اور آپ کی آل پر خصوصیت کے ساتھ درود سلام کا ہدیہ بھیجیں جس قدر کہ ہم نے تمام آل ابراہیم کے ساتھ آپ پر درود بھیجا ہے اس میں عمومیت ہے کہ آپ بھی ان تمام پیغمبروں میں عمومیت کے لحاظ سے داخل ہیں اور آپ کی آل کیلئے بھی درود کا حاصل ہونا درست ہے جس قدر کہ ان کیلئے لائق ہے اور باقی سب کا سب رسول اکرم ﷺ کیلئے ہے۔

اس میں ہرگز شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ درود جو آل ابراہیم کے لئے حاصل ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ ہیں وہ اس درود سے زیادہ مکمل ہے جو آپ کیلئے ان کے علاوہ حاصل ہے تو آپ کے لئے اس درود کو طلب کیا جائے جس میں عظمت زیادہ ہے اور جو ابراہیم کے بارے میں درود سے قطعی طور پر زیادہ فضیلت کا حامل ہے اور اس وقت تشبیہ کا فائدہ نمایاں

ھوتا ہے جب یہ تصور کیا جائے کہ آپ کیلئے ان الفاظ کے ساتھ جو درود بھیجنا مطلوب ہے وہ اس سے زیادہ عظمت والا ہے جس کا آپ کے غیر کیلئے مطالبہ کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب جس چیز کو دعا کے ساتھ طلب کیا گیا ہے وہ مشبہ بہ کے برابر ہے بلکہ اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے چنانچہ مشبہ رسول اکرم ﷺ ہیں اور مشبہ بہ ابراہیم ہیں آپ پر جو درود بھیجا جائے وہ اس درود سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو ابراہیم کو بھیجا جا رہا ہے اس لحاظ سے آپ کا شرف اور آپ کی فضیلت زیادہ واضح ہے حالانکہ ابراہیم کی آل میں انبیاء کرام بھی ہیں۔

﴿فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً كَثِيْرًا وَجَزَاهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَاجَزٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

”چنانچہ اللہ پاک کی آپ پر اور آپ کی آل پر برکات ہیں اور اللہ پاک کی جانب سے آپ پر اور آپ کی آل کثرت کے ساتھ سلام کا ہدیہ بھیجا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری جانب سے نہایت بہتر بدلہ عنایت فرمائے جو اللہ نے کسی پیغمبر کو اس کی امت کی جانب سے بدلہ عطا کیا ہے، اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت کی ہے تو تعریف والا بزرگی والا ہے اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے“

دوسرا فائدہ: درود کے تمام صیغوں میں آل نبی اور ازواج نبی اور ذریت کے لفظ موجود ہیں پس سنت نبوی کا تقاضا یہ ہے کہ صرف محمد پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ تمام وہ الفاظ لائے جائیں جو آپ سے منقول ہیں، پہلے اور آخری تشہد میں امتیاز روا رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی کا قول: امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ پہلے اور دوسرے تشہد کے الفاظ ایک ہیں اور ان میں کچھ اختلاف نہیں اور تشہد اور درود ایک دوسرے سے کفایت نہیں کر سکتے ،البتہ حدیث کے یہ الفاظ کہ آپ دو رکعتوں کے ادا کرنے کے بعد تشہد پڑھتے تھے اور اس میں درود شریف وغیرہ نہیں پڑھتے تھے یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ میں نے اس کی تحقیق احادیث ضعیفہ

ح ۵۸۱۶ میں کی ہے۔[1]

درود شریف میں آل کے لفظ کا انکار درست نہیں: کس قدر عجیب بات ہے اور علم سے عدم لگاؤ ہے کہ بعض لوگ نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے الفاظ میں آل پر درود بھیجنے کا انکار کرتے ہیں چنانچہ استاذ محمد اسعاف النشاشیبی بھی اپنی کتاب الاسلام الصحیح میں آل پر درود بھیجنے کا انکار کرتے ہیں حالانکہ صحیحین وغیرہ میں کثیر صحابہ کرام کعب بن عجرہ، ابوحمید الساعدی، ابوسعید خدری، ابومسعود انصاری، ابوہریرہ، طلحہ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپ ﷺ نے ان کو ان الفاظ کے ساتھ درود بھیجنے کی تعلیم فرمائی اور اس کی دلیل کا انکار کرنے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً میں نبی ﷺ کے ساتھ کسی اور فرد کا ذکر نہیں کیا ہے بعد ازاں اس نے انکار کیا ہے اور انکار کرنے میں مبالغہ اختیار کیا ہے کہ صحابہ کرام نے نبی ﷺ سے اس قسم کا سوال کیا ہو اس لئے کہ سوال کا لفظ ان کے ہاں معروف تھا کہ اس سے مقصود دعا کرنا ہے تو وہ کیسے آپ سے سوال کر سکتے تھے جب کہ یہ مغالطہ واضح ہے اس لئے کہ ان کا دریافت کرنا اس بنیاد پر نہ تھا کہ صلوٰۃ کا معنیٰ کیا ہے جب کہ انہیں معلوم تھا کہ صلوٰۃ سے مراد دعا ہے کہ وہ اعتراض وارد ہو جس کا پہلے ذکر ہوا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سوال آپ پر درود بھیجنے کی کیفیت کے بارے میں تھا جیسا کہ اکثر روایات میں موجود ہے اور اس کی جانب پہلے اشارہ بھی گزر چکا ہے اور اس وقت کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے آپ سے شرعی کیفیت کا سوال کیا تھا جس کی معرفت ان کے لئے ممکن نہ تھی البتہ شارع کی طرف سے اس کی معرفت ہونی چاہئے وہ شارع جو حکمت والا ہے اور جاننے والا ہے اور یہ اسی طرح ہے جب انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ فرض نماز کی کیفیت کیا ہے جب کہ اللہ نے فرمایا وَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ پس ان کا لغوی لحاظ سے صلوٰۃ کے معنیٰ کو پہچاننا یہ ان کو مستغنی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ صلوٰۃ کی شرعی کیفیت کے بارے میں سوال کریں اور یہ بات نہایت واضح ہے اس میں کچھ خفا نہیں ہے۔

البتہ اس کی دلیل جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اس کی کچھ حقیقت نہیں اس کی وجہ یہ

---

[1] الام للشافعی ۱/۱۰۲

ہے کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک یہ چیز یقینی ہے کہ نبی ﷺ پروردگار عالم کے کلام کو واضح کرنے والے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾[1] ''اور ہم نے آپ کی جانب کتاب کو اتارا تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس شریعت کو بیان کریں جس کو ان کی طرف اتارا گیا ہے''۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی کیفیت کو واضح کیا ہے اور اس میں آل محمد کا بھی ذکر ہے تو ضروری ہے کہ اس کو تسلیم کیا جائے اور اس کے مطابق چلا جائے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَماَ آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾[2] ''جو کچھ تمہیں رسول دیتا ہے اسے لے لو''

نیز ارشاد نبوی ہے: ((اَلاَ اِنِّی اُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ))

''خبردار میں قرآن اور اس کا مثل یعنی اس کی تشریح دیا گیا ہوں۔[3]

قرآن پاک سنت نبوی کا محتاج ہے: کاش مجھے معلوم ہو کہ نشاشیبی کیا کہنا چاہتا ہے اور وہ لوگ جو اس کی فضول کلام پر دھوکے میں ہیں جس طرح نشاشیبی نے درود شریف میں آل کے لفظ کا انکار کیا ہے، اسی طرح اس ذہن کے لوگ نماز میں تشہد کا انکار کرتے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن پاک میں کہیں تشہد کا ذکر نہیں صرف قیام، رکوع، سجود کا ذکر ہے اسی طرح قرآن میں یہ بھی نہیں ہے کہ حائضہ حیض کی حالت میں نماز ادا نہ کرے اور نہ روزہ رکھے بلکہ اسے نماز پڑھنی چاہئے اور روزہ رکھنا چاہئے کیا ہم ان لوگوں کے نقطہء نظر کو صحیح کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں! حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو گئے ہیں اور انکے گمراہ ہونے میں کچھ شک نہیں

اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث کا جاننا ضروری ہے اگر کوئی شخص لغت میں سیبویہ کے مقام پر فائز ہے لیکن سنت کا علم نہیں رکھتا تو قرآن سمجھنے سے قاصر ہے دیکھئے نشاشیبی بھی علم لغت میں موجودہ دور کے کبار علماء سے شمار ہوتے ہیں اس کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ سیدھے راہ سے بھٹک گئے ہیں جب کہ انہوں نے صرف قرآن فہمی کیلئے لغت پر انحصار کیا ہے اور سنت سے بے اعتنائی برتی ہے بلکہ سنت کا سرے سے انکار کر دیا ہے یہاں بہت سی مثالیں

---

[1] النحل:۴۴ [2] الحشر:۷ [3] تخریج المشکوٰۃ ح ۱۶۳، ۴۲۴۷

پیش کی جاسکتی ہیں لیکن کتاب کا اختصار اجازت نہیں دیتا اور جس قدر ہم نے بیان کر دیا ہے وہ کافی ہے۔ واللہ الموفق

تیسرا فائدہ: کیا درود شریف میں سیدنا کا لفظ ثابت ہے؟ کسی صحیح روایت میں سیدنا کا لفظ موجود نہیں ہے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ کیا درود ابراہیمی میں سیدنا کا اضافہ کرنا جائز ہے اگرچہ اس مسئلہ میں تفصیلاً کچھ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ مختصر رسالہ تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا تاہم وہ لوگ جو اس لفظ کے اضافہ کو جائز نہیں سمجھتے وہ رسول اکرم ﷺ کی اتباع کے پیش نظر جائز نہیں سمجھتے ظاہر ہے جب آپ ﷺ سے صحابہ نے استفسار کیا کہ ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ .... کے الفاظ کے ساتھ درود بھیجو اس میں سیدنا کے الفاظ نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر کا قول: حافظ ابن حجر مذہب شافعیہ کے بہت بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے حدیث اور فقہ کو اچھی طرح سمجھا ہے اس لئے کہ متاخرین شوافع کے نزدیک درود میں سیدنا کا لفظ پڑھنا مشہور ہے جب کہ یہ بات نبی ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے۔

حافظ محمد بن محمد بن محمد الغرابیلی جو حافظ ابن حجر کی مجلس میں ہمیشہ رہنے والے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے سوال کیا گیا! کہ ہم نماز میں یا نماز کے علاوہ نبی ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں کیا ہم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ یا عَلٰی سَیِّدَ الْخَلْقِ یا عَلٰی سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ کے لفاظ کا اضافہ کر سکتے ہیں یا صرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پر ہی اکتفا کریں اور ان میں سے کون سی صورت افضل ہے، سید کے لفظ کا ضافہ کریں اس لئے کہ یہ آپ ﷺ کا دائمی وصف ہے یا اس کا ذکر نہ کریں اس لئے احادیث میں اس کا ذکر موجود نہیں؟

حافظ ابن حجر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا منقول الفاظ کا اتباع کرنا راجح ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ نے تواضعاً اس لفظ کو چھوڑ دیا تھا جیسا کہ آپ اپنا نام لیتے وقت ﷺ نہیں کہتے تھے اور امت کو پابند کیا گیا کہ جب آپ کا ذکر ہو تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے الفاظ کہا کریں۔

پس صاف صاف بات تو یہ ہے کہ اگر یہ لفظ ثابت ہوتا تو صحابہ اور تابعین سے اس کا ذکر ہوتا صحابہ اور تابعین کے آثار سے اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا، دیکھئے! امام شافعی (رحمہ اللہ) ان

لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو نبی ﷺ کی بہت زیادہ تعظیم کرنے والے ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب کے خطبہ میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے الفاظ لائے ہیں تو اس کے بعد ان کے اجتہاد نے انہیں آمادہ کیا کہ وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ حدیث کے مفہوم سے استنباط کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ کا اضافہ کریں ﴿ وَكُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ﴾ ''یعنی آپ ﷺ پر صلوٰۃ ہو جب بھی ذکر کرنے والے آپ کا ذکر کریں اور جب آپ کے ذکر سے غافل لوگ غفلت اختیار کریں یعنی ہر وقت ان پر صلوٰۃ ہو۔

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ام المومنین سے کہا جب وہ کثرت سے تسبیح کے کلمات کہتی ہیں، کہ میں نے تیرے بعد ایسے کلمات کہے ہیں اگر تیرے کلمات کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جائے تو میرے کلمات ان پر غالب آجائیں آپ ﷺ کا اشارہ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ ''اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہوں جس قدر اس کی مخلوق کی گنتی ہے'' کی طرف تھا رسول اکرم کو ایسی دعائیں پسند تھیں جن میں جامعیت ہوتی تھی۔

قاضی عیاض کی وضاحت: قاضی عیاض نے رسول اکرم ﷺ کی سیرت پر الشفاء نامی کتاب میں نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی کیفیات کا باب باندھا ہے اس میں صحابہ اور تابعین سے کچھ مرفوع آثار ذکر کئے ہیں ان میں سے کسی اثر میں بھی سیدنا کا لفظ موجود نہیں ہے احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

علی رضی اللہ عنہ سے منسوب درود شریف کا بیان (۱) علی اپنے تلامذہ کو تعلیم دیتے ہیں کہ کس طرح نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے ان کے لفاظ یہ ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوكَاتِ اِجْعَلْ سَوَابِقَ صَلٰوتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَزَائِدَ تَحِيَّتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اَلْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ﴾

''اے اللہ! زمین کو بچھانے والے آسمانوں کو پیدا کرنے والے تو اپنی سبقت لے جانے والی رحمتوں اور بڑھنے والی برکتوں اور زائد تحیات اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر فرما جو بند چیزوں کو کھولنے والا ہے''

(۲) نیز علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ ذیل کے کلمات سے درود بھیجتے تھے:

((صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ

الصَّالِحِیْنَ وَمَا سَبَّحَ لَکَ مِنْ شَیْءٍ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ)) ''اللہ نیکوکار مہربانی فرمانے والے اور مقرب فرشتوں، نبیوں صدیقوں، شھداء، صالحین اور اے جہانوں کے پالنے والے جو چیز بھی تیری تسبیح بیان کرتی ہے ان کے صلوات محمد بن عبداللہ پر فرما جو خاتم النبیین ہیں اور متقین کے امام ہیں'' [1]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درود کے الفاظ (۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِکَ وَبَرَکَاتِکَ وَرَحْمَتِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اِمَامُ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ)) ''اے اللہ! اپنی مہربانیاں، برکتیں، رحمتیں اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر فرما جو نیک لوگوں کا امام اور رسول رحمت ہے''

حسن بصری کے درود کے الفاظ (۴) حسن بصری (رحمہ اللہ) کہا کرتے تھے کہ جو شخص نبی ﷺ کے حوض سے سیراب ہونا چاہتا ہے وہ آپ پر درود بھیجے

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَ اَوْلَادِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَصْهَارِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَشْیَاعِهٖ وَمُحِبِّیْهِ)) ''اے اللہ محمد اسکی اولاد اسکے اصحاب اسکی بیویاں اولاد اہل بیت اسکے خسرا اسکے انصار اسکے معاونین اور محبین پر رحمت نازل فرما''

اگر چہ قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں مزید درود بھیجنے کے طریقے مذکور ہیں لیکن میں نے ان سے ان کا انتخاب کر کے ذکر کیا ہے۔

ایک ضعیف حدیث میں سید المرسلین کا ذکر: ابن ماجہ میں ضعیف سند کے ساتھ ایک حدیث وارد ہے ابن مسعود بیان کرتے ہیں وہ نبی ﷺ پر ان الفاظ کے ساتھ درود بھیجتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتِکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ))

''اے اللہ اپنی فضیلت والی مہربانیاں، رحمتیں، برکتیں، سید المرسلین پر نازل فرما''

اور علی رضی اللہ عنہ کی پہلی مذکورہ حدیث کو امام طبرانی نے **لیس به باس** کے حکم کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں عجیب وغریب الفاظ موجود ہیں جو ابوالحسن الفارس کی کتاب فضل النبی ﷺ کی شرح میں بیان ہوئے ہیں۔

---

[1] یہ حدیث طبرانی میں وارد ہے سند پر کچھ کلام نہیں ہے البتہ الفاظ میں غرابت ہے جن کی وضاحت میں نے ابوالحسن بن الفارس کی کتاب فضل النبی ﷺ میں کی ہے

افضل درود کے الفاظ کون سے ہیں؟

شافعی علماء کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے کہ میں نبی ﷺ پر افضل درود بھیجوں گا تو اگر وہ ذیل کے الفاظ کے ساتھ درود پڑھے گا تو اس کی قسم پوری ہو جائے گی: ﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَسَهَا عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ﴾ ''اے اللہ محمد پر رحمت نازل فرما جب بھی ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور جب اس کے ذکر سے غافل ہوں''

امام نووی فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ پڑھا جائے۔

متاخرین علماء اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان صیغوں کے افضل ہونے کے بارے میں کوئی اصل موجود نہیں البتہ بلحاظ معنیٰ کے ﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَسَهَا عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ﴾ والے درود کو ترجیح ہوگی

خلاصہ یہ ہے کہ فقہ کی مشہور کتابوں میں فقہاء جب اس مسئلہ کو زیر بحث لاتے ہیں تو کسی فقیہ نے درود شریف کے الفاظ میں سیدنا کے لفظ کو ذکر نہیں کیا اگر اس لفظ کا اضافہ مستحسن ہوتا تو کم ازکم ان پر اس کا استحسان مخفی نہ رہتا، اور حقیقت یہ ہے کہ سلف کی اتباع کرنے میں بہتری ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ درود شریف میں اس لفظ کے اضافہ کا کچھ جواز نہیں علماء احناف کا بھی یہی مسلک ہے اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کے ہر حکم کی اتباع کی جائے اس میں ہر قسم کی خیر موجود ہے ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ [1]

''کہہ دو اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا''

امام نووی (رحمہ اللہ) میں فرماتے ہیں کہ اکمل مکمل درود کا طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کے الفاظ کے ساتھ درود بھیجا جائے جو سیدنا کے لفظ سے خالی ہو۔ [2]

چوتھا فائدہ: درود کے ذکر کردہ الفاظ میں سے پہلی اور چوتھی قسم کے درود کے الفاظ سب سے افضل ہیں اگرچہ دیگر الفاظ سے بھی درود بھیجنا ثابت ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن ان کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ اس شخص کے جواب میں آپ نے فرمائے جس نے آپ ﷺ

[1] آل عمران: ۳۱ [2] الروضۃ ۱/۲۶۵

سے سوال کیا کہ آپ ﷺ ہمیں بتائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ ﷺ نے جو الفاظ فرمائے وہ سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

امام نووی (رحمہ اللہ) الروضة میں فرماتے ہیں: کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے کہ وہ آپ پر بہت افضل درود شریف بھیجے گا تو اسکی قسم تب پوری ہوگی جب وہ اس کیفیت کیساتھ درود بھیجے گا۔

علامہ سبکی (رحمہ اللہ) **فرماتے ہیں**: جو شخص ان الفاظ کیساتھ آپ پر درود بھیجتا ہے اس نے یقین کیساتھ درود بھیجا اور جس نے دوسرے الفاظ استعمال کیے اسکے درود بھیجنے میں شک ہے۔

ھیثمی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ احادیث صحیحہ میں جتنی بھی درود شریف کی کیفیات ذکر ہوئی ہیں وہ سب کی سب صحیح ہیں اور ان سے مقصود پورا ہوتا ہے۔[1]

پانچواں فائدہ: درود یا تشہد کے صیغوں میں سے صرف ایک صیغے کو قابل عمل کہنا اور دوسروں کو درخور اعتناء نہ جاننا سنت کے خلاف ہے بلکہ دین میں بدعت داخل کرنے کے مترادف ہے سنت یہ ہے کہ کبھی ایک صیغہ استعمال کیا جائے اور کبھی دوسرے صیغے کے مطابق درود اور تشہد پڑھا جائے شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے تکبیر فی العیدین کی بحث میں اس کا ذکر کیا ہے۔[2]

چھٹا فائدہ: علامہ صدیق حسن خان (رحمہ اللہ) **نزل الابرار** میں نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی کثیر احادیث کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ تمام مسلمانوں سے زیادہ آپ ﷺ پر درود بھیجنے والے اہلحدیث ہی ہیں وہی سنت مطہرہ کے راوی ہیں ان کا مشغلہ یہ ہے کہ ہر حدیث کے ساتھ آپ پر درود بھیجتے ہیں اور ان کی زبان آپ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہیں جس قدر بھی سنت اور حدیث کی کتابیں اور دفاتر مثلاً اَلْجَوَامِعُ ،اَلْمَسَانِيْدُ، اَلْمَعَاجِمُ، اَلْاَجْزَاءُ وغیرہ تمام ہزاروں احادیث پر مشتمل ہیں اور ان تمام میں سے علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) کی اَلْجَامِعُ الصَّغِيْرُ حجم میں چھوٹی ہے اس میں بھی دس ہزار حدیثیں موجود ہیں اس پر دیگر احادیث کی کتابوں کا موازنہ فرمائیں پس یہ جماعت ناجیہ یعنی اہلحدیث قیامت کے روز رسول اکرم ﷺ کے زیادہ قریب ہوں گے اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آپ کی شفاعت کی سعادت نصیب ہوگی اور اس فضیلت میں کوئی شخص بھی ان کا ہمسر نہیں ہاں! وہ لوگ

---

[1] الدر المنضود ق۲/۲۵-ق۱/۲۷ [2] مجموعہ فتویٰ ابن تیمیہ ۱/۲۵۳/۶۹

جوان سے زیادہ حدیثیں بیان کرنے والے ہیں اور ایسے لوگ ان کے علاوہ موجود نہیں ہیں پس اے وہ انسان جو خیر کو تلاش کرنے والا ہے اور نجات کا طالب ہے ضروری ہے کہ تو محدث ہو یا کسی محدث کے سامنے حدیث پڑھنے والا ہو ورنہ تو کچھ بھی نہیں ہے اور تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں: میں اللہ پاک سے سوال کرتا ہو کہ وہ مجھے محدثین کی جماعت میں شامل فرمائے جو رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہیں غالباً یہ کتاب میرے لئے آپ کے قرب کا باعث ہوگی حدیث کی فضیلت کے سلسلہ میں امام احمد (رحمہ اللہ) کے اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

دِيْنُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اَخْبَارُ   نِعْمَ الْمَطِيَّةُ لِلْفَتٰى آ ثَارُ

لَا تَرْغَبَنَّ عَنِ الْحَدِيْثِ وَاَهْلِهِ   فَالرَّأيُ لَيْلٌ وَالْحَدِيْثُ نَهَارُ

وَلَرُبَمَا جَهِلَ الْفَتٰى اَثَرَ الْهُدٰى   وَالشَّمْسُ بَازِغَةٌ لَّهَا أَنْوَارُ

''محمد ﷺ پیغمبر کا دین روایات کا مجموعہ ہے نو جوان انسان کے لئے ان کے آثار بہترین سواری ہیں حدیث اور محدثین سے روگردانی نہ کریں اس لئے کہ رائے تو رات ہے حدیث روشنی کے لحاظ سے دن ہے اور بعض اوقات انسان ہدایت کے نشان سے جہالت میں رہتا ہے حالانکہ سورج چمک رہا ہے اور ان کی شعاعیں روشنی کر رہی ہیں

اسی طرح اس تشہد اور اس کے علاوہ تشہد میں بھی درود پڑھنا سنت ہے، اسی لئے آپ نے فرمایا کہ جب بھی تم دو رکعت کے بعد بیٹھو تو اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ پڑھو پھر اس تشہد کو آخر تک ذکر کیا پھر اس کے بعد فرمایا کہ تشہد کے بعد جو دعا تمہیں زیادہ پسند ہو وہ پڑھو۔[1]

تیسری اور چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہونے کا بیان

تشہد سے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت آپ اللہ اکبر کہتے۔[2]

چنانچہ آپ نے اس انسان کو بھی حکم دیا تھا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کرلی تھی کہ وہ تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہے رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب

---

[1] سنن نسائی ۱/۱۵۰ کتاب الافتتاح، احمد، طبرانی نے متعدد طرق سے اس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے احادیث الصحیحہ ح ۸۷۸ میں فقہی انداز میں تخریج کی گئی ہے، مجمع الزوائد ۲/۱۴۲ میں ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا شاہد ہے [2] صحیح بخاری ح ۸۳۵ کتاب الاذان باب ۱۵۰، صحیح مسلم ح ۵۷ باب ۱۶

آپ تشہد سے کھڑے ہونے لگتے تو اللہ اکبر کہتے تو پھر کھڑے ہو جاتے۔[1]

اور کبھی (تیسری رکعت میں) اللہ اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرتے۔[2]

اور جب چوتھی رکعت میں کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔[3]

اور اللہ اکبر کہہ کر چوتھی رکعت کی طرف کھڑے ہونے کا آپ نے اس انسان کو بھی حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی، جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے اور کبھی آپ ﷺ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرتے۔[4]

آپ ﷺ اپنے بائیں پاؤں پر اس طرح اعتدال سے بیٹھ جاتے کہ ہر عضو اپنے مقام میں ہوتا تھا پھر زمین پر دونوں ہاتھوں کا سہارا کرتے۔[5] اور آپ ﷺ کھڑے ہوتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر آٹا گوندھنے والے شخص کی طرح سہارا کرتے۔[6]

لیکن جو حدیث سجدے میں جاتے ہوئے ہاتھوں کو پہلے زمین پر نہ رکھنے کی ہے وہ منکر ہے صحیح نہیں ہے۔[7]

اور دونوں رکعتوں میں سورت فاتحہ قرأت فرماتے تھے اور اس کا حکم آپ ﷺ نے اس انسان کو بھی دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی اور کبھی آپ ﷺ ظہر کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ ساتھ کچھ اور آیات بھی قرأت فرماتے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ کا بیان

رسول اکرم جب کسی پر بددعا یا کسی کے لئے نیک دعا کا ارادہ فرماتے تو آخری رکعت کے رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَالَکَ الْحَمْد کہتے،[8]

اور اونچی آواز کے ساتھ دعا فرماتے۔[9]

---

[1] مسند ابو یعلی ۲۸۴/۲ سند جید ہے، الاحادیث الصحیحہ ح ۶۰۴ [2] صحیح بخاری ح ۷۸۹ کتاب الاذان باب ۱۱۷، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۵۷ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۱ [3] صحیح بخاری ح ۷۸۹ کتاب الاذان باب ۱۱۷، سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب ۱۴۱ [4] مسند ابو عوانہ، سنن نسائی ۱/ ۱۳۹ کتاب الافتتاح باب الرکعتین الاخریین سند صحیح ہے [5] صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۱۴۵، صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۶۲ کتاب الصلاۃ باب ۱۴۹ [6] الحربی فی غریب الحدیث ۳/ ۱۸۸، صحیح بخاری (ح ۸۲۴ کتاب الاذان باب ۱۴۳) اور ابوداؤد میں اس کا مفہوم مذکور ہے [7] الضعیفہ ح ۹۶۷ [8، 9] صحیح بخاری ح ۴۰۵۹ کتاب المغازی باب ۲۲، مسند احمد ۲/ ۹۳-۱۴۷

اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔[1] اور مقتدی آپ کے پیچھے آمین کہتے۔[2]

امام احمد اور اسحاق (رحمہا اللہ) کا یہی مذہب ہے کہ دعائے قنوت کیلئے ہاتھوں کو اٹھایا جائے۔[3]

لیکن ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے کے بارے میں کوئی حدیث موجود نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اور نماز کے علاوہ بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کے ثبوت میں جس قدر روایات موجود ہیں وہ ضعیف ہیں تحقیق کیلئے ضعیف ابوداؤد (ح ۲۶۲) اور احادیث صحیحہ (ح ۵۹۷) کا مطالعہ کریں۔ علامہ عز بن عبد السلام کہتے ہیں کہ دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کا کام جاہلوں کا کام ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے۔[4]

لیکن جب کسی قوم کیلئے دعا کرنا مقصود ہوتا تو آپ قنوت فرماتے۔[5]

آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! ولید بن ولید سلمہ بن ھشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما اے اللہ! مضر قبیلہ پر اپنی گرفت مضبوط کر اور ان پر قحط سالی مسلط کر جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط سالی مسلط کی تھی (اے اللہ! لحیان، رعل، ذکوان، اور عصیہ جو اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے ان سب پر لعنت فرما)۔[6]

اور جب آپ قنوت سے فارغ ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جاتے۔[7]

نماز وتر میں دعائے قنوت کا بیان

کبھی کبھی رسول اکرم ﷺ وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے۔[8]

معلوم ہوا آپ کبھی وتر نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے صحابہ کرام جنھوں نے آپ کی وتر نماز کو بیان فرمایا ہے انہوں نے اس دعائے قنوت کا ذکر نہیں کیا اگر آپ ہمیشہ دعائے قنوت کرتے ہوتے تو تمام صحابہ کرام اس کا تذکرہ کرتے لیکن صرف ابی بن کعب نے ذکر کیا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آپ کبھی کبھی دعائے قنوت کرتے تھے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ واجب نہیں ہے اسی لئے ابن الھمام (رحمہ اللہ)

---

[1] مسند احمد ۳/۱۳۷، طبرانی صغیر ص ۱۱۱ سند صحیح ہے [2] صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۱ کتاب الصلاۃ باب ۳۴۵، السراج، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی اور اس کے علاوہ نے موافقت کی [3] مسائل للمروزی ص ۲۳ [4] صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۰ ابواب الصلاۃ باب ۳۴۵، السراج، دارقطنی دو حسن اسناد کے ساتھ [5] صحیح ابن خزیمہ ۱/۷۸/۲، کتاب القنوت للخطیب سند صحیح ہے [6] مسند احمد ۲/۱۳۹، صحیح بخاری ح ۸۰۵ کتاب الاذان باب ۱۲۸، قوسین کے درمیان اضافہ صحیح مسلم (ح ۲۹۴ کتاب المساجد باب ۵۴) میں ہے [7] سنن نسائی ۱/۱۲۸ کتاب الافتتاح باب التکبیر للسجود، احمد السراج، ۱/۱۰۹، مسند ابویعلیٰ سند جید ہے [8] ابن نصر، دارقطنی ۲/۳۲ سند صحیح ہے

نے فتح القدیر ۱/۳۰۶، ۳۵۹، ۳۶۰ پر اعتراف کیا ہے کہ وتر کی دعائے قنوت کو واجب قرار دینا درست نہیں اس پر کچھ دلیل نہیں دراصل ابن الہمام (رحمہ اللہ) کا انصاف اور اس کا غیر متعصب ہونا ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے مذہب کے خلاف اس کو راجح قرار دیا ہے۔

اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت فرماتے۔[1]

تنبیہ: امام نسائی (رحمہ اللہ) قنوت کے آخر میں صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ کا اضافہ کرتے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی، قسطلانی، اور زرقانی (رحمہم اللہ) وغیرہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے اسی لئے ہم نے اصل کتاب میں ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہم نے مقدمہ میں یہ شرط عائد کی تھی کہ ہم صحیح احادیث کی روشنی میں آپ ﷺ کی نماز بیان کریں گے۔

حافظ عز بن عبدالسلام (رحمہ اللہ) کا قول: دعائے قنوت میں آپ پر درود کے الفاظ صحیح نہیں ہیں پس ہم آپ ﷺ کی نماز میں اپنی طرف سے کسی لفظ کا اضافہ نہیں کر سکتے۔[2]

ان کے قول میں لطیف اشارہ موجود ہے کہ اسلام میں بدعت حسنہ کی کچھ گنجائش نہیں جبکہ بعض متاخرین علماء اس کے قائل ہیں لیکن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جب قیام رمضان کی امامت کرائی تو اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ وہ قنوت کے آخر میں نبی ﷺ پر درود بھیجا کرتے تھے یہ دور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے۔[3]

نیز اس مضمون کی ایک حدیث ابو حلیمہ معاذ انصاری سے منقول ہے جو ان کی امامت کراتا تھا اسماعیل قاضی حدیث نمبر ۱۰۷ میں فرماتے ہیں کہ درود کے الفاظ کا اضافہ سلف کے عمل کی وجہ سے مشروع ہے اس کو مطلقاً بدعت کہنا مناسب نہیں واللہ اعلم

آپ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو دعائے قنوت کی تعلیم دی اور کہا کہ جب وہ وتر کی نماز میں قرأت سے فارغ ہو تو یہ کلمات پڑھے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ لَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ﴾

''اے اللہ ان لوگوں سے جن کو تو نے ہدایت بخشی ہے مجھے بھی ہدایت فرما اور جن کو تو نے تندرستی

[1] ابن ابی شیبہ ۱۲/۴۱/۱، صحیح ابوداود ۱/۲۶۸ تفریع ابواب الوتر باب ۳۴۰، نسائی، سنن الکبریٰ ق ۲۱۸/۱-۲، احمد طبرانی، بیہقی، ابن عساکر ۴/۲۴۴/۲، سند صحیح ہے، ابن مندہ نے اپنی کتاب التوحید ۷۰/۲ میں صرف دعا کے الفاظ جو دوسری سند میں حسن ہے اسکو بیان کیا ہے، الارواء ح ۴۲۶ [2] الفتاویٰ ۶۶/۱- عام ۱۹۶۲ [3] صحیح ابن خزیمہ ح ۱۰۹۷

عطا کی مجھے بھی ان میں تندرستی عطا فرما اور جن کے ساتھ تو نے دوستی قائم کی مجھ کو بھی ان میں اپنا دوست بنا اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں برکت فرما اور جو تو نے عذاب کے فیصلے فرمائے ہیں ان سے مجھے محفوظ رکھ بیشک تو فیصلے کرتا ہے تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا، جس سے تیری دوستی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تیری دشمنی ہو اسے عزت حاصل نہیں ہوسکتی اے ہمارے پروردگار تو برکت والا ہے اور بلند ہے تیرے سوا تیرے عذاب سے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے'' [1]

[وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ] کی زیادتی حدیث میں ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے التلخیص میں ذکر کیا ہے اور میں اس کی تحقیق اصل کتاب میں کی ہے، اور امام نووی سے یہ بات درج ہونے سے رہ گئی ہے جب کہ امام نووی نے روضۃ الطالبین طبع مکتب الاسلامی ص ۱/۲۵۳ میں وضاحت کی ہے کہ یہ علماء کی جانب سے اضافہ ہے، اسی طرح بعض علماء فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا قَضَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس نے چند سطور کے بعد کہا کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قاضی ابوالطیب [وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ] کا انکار کرتے ہیں جو کہ غلط ہے اور اس کا بھی کچھ ثبوت نہیں اس لئے کہ یہ جملہ بیہقی کی روایت میں ہے۔ واللہ اعلم

آخری تشہد اس میں درود اور دعاؤں کا بیان

رسول اکرم ﷺ چوتھی رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد آخری تشہد کیلئے بیٹھ جاتے اور پہلے تشہد کی طرح اس میں بھی تشہد، درود شریف اور دعائیں پڑھتے البتہ تَوَرُّک فرماتے۔ [2]

لیکن دو رکعت والی نماز جیسے صبح کی نماز ہے تو اس میں مسنون پاؤں کو نکال کر بیٹھنا ہے جیسا کہ پہلے تشہد کے باب میں گزر چکا ہے، اسی طرح امام احمد نے بھی اسکی تفصیل مسائل ابن ھانی ص ۷۹ میں بیان کی ہے۔

یعنی آپ ﷺ کا بایاں چوتڑ زمین پر ہوتا اور آپ ﷺ دونوں پاؤں ایک طرف رکھتے۔ [3]

اور بایاں پاؤں آپ کے دائیں ران اور پنڈلی کے نیچے ہوتا۔ [4]

آپ ﷺ کا دایاں پاؤں کھڑا ہوتا تھا۔ [5]

اور کبھی دائیں پاؤں کو کھڑے کرنے کی بجائے پھیلا دیتے تھے۔ [6]

---

[1] ابن خزیمہ ۱/۱۱۹/۲، ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کریں جن کا ذکر گزشتہ حوالہ میں ہو چکا ہے

[2، 5] صحیح بخاری ح ۸۲۸ کتاب الاذان باب ۱۴۵ [3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۸۲، بیہقی سند صحیح ہے [4، 6] صحیح مسلم ح ۱۱۲-۱۱۳ کتاب المساجد باب ۲۱، مسند ابوعوانہ

اور اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں گھٹنے پر دباؤ کے ساتھ رکھتے۔ [1]

اور اس میں نبی ﷺ پر درود بھیجنا مسنون ہے جیسا کہ پہلے تشہد میں درود بھیجنا مسنون ہے وہاں ان صیغوں کا بیان گزر چکا ہے جو نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے بارے میں ذکر ہوئے ہیں اور ان کا پڑھنا سنت قرار دیا ہے۔

نبی ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے

آپ ﷺ نے ایک آدمی کو سنا جو اپنی نماز میں دعا کر رہا تھا لیکن نہ اس نے اللہ کی تعریف کی اور نہ ہی نبی ﷺ پر درود شریف بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس انسان نے عجلت کی ہے پھر اس کو اور اس کے علاوہ سب کو بلا کر کہا جب تم میں سے کوئی انسان نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی تعریف کرے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے پھر دعا کرے، اور ایک روایت میں ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ نبی ﷺ پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے۔ [2]

آپ سمجھ لیں کہ آخری تشہد میں آپ ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے امام شافعی اور امام احمد (رحمہما اللہ) کی آخری دونوں روایت میں وجوب کے قائل ہیں ان سے پہلے صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی وجوب کی قائل ہے۔ بلکہ آجری نے الشریعہ ص ۴۱۵ پر بیان کیا ہے کہ جو شخص اپنے آخری تشہد میں نبی ﷺ پر درود نہیں بھیجتا اس کیلئے نماز کو لوٹانا ضروری ہے اور اسی لئے جس شخص نے امام شافعی کو شذوذ کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے درود کے وجوب کو بیان کیا ہے اس نے انصاف نہیں کیا جیسا کہ اس کو فقیہ ھیثمی نے الدر المنضود فی الصلوٰۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود ق۱۲/۶۱/ میں نے بیان کیا۔

نیز آپ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ نماز پڑھتا ہوا اللہ کی تعریف کے بعد نبی ﷺ پر درود بھیج رہا ہے تو آپ نے فرمایا دعا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی سوال کرو تمہارا سوال پورا ہوگا۔ [3]

دعا مانگنے سے پہلے چار چیزوں سے پناہ مانگنا ضروری ہے

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم آخری تشہد سے فارغ ہو چکو تو ذیل کے الفاظ کیساتھ چار چیزوں سے پناہ طلب کرو ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَ مِنْ

---

[1] صحیح مسلم ح ۱۱۲ کتاب المساجد باب ۲۱، مسند ابوعوانہ [2] مسند احمد ۱۸/۶، صحیح ابوداؤد ۱/ ۲۷۸، کتاب الوتر باب ۱۲۳ ابن خزیمہ ۱/ ۲/۸۳، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی [3] سنن نسائی ۱/ ۱۵۱ کتاب السہو باب ۴۸ سند صحیح ہے

عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ»

”اے اللہ میں تیرے ساتھ جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنوں اور مسیح دجال کے برے فتنے سے پناہ طلب کرتا ہوں“ پھر اپنے آپ کیلئے جو مناسب ہوتا دعا فرماتے۔[1]

نیز رسول اکرم ﷺ تشہد میں بھی ان کلمات کیساتھ دعا فرماتے۔[2]

اور یہ دعا صحابہ کرام کو آپ یوں سکھلاتے جیسا کہ انہیں قرآن کی سورتیں سکھلاتے تھے۔[3]

سلام پھیرنے سے پہلے دعاؤں کے الفاظ

رسول اکرم ﷺ نماز میں مختلف الفاظ کیساتھ دعائیں پڑھا کرتے تھے کبھی یہ دعا پڑھتے اور کبھی دوسری دعا پڑھتے نیز آپ نے نمازیوں کو حکم دیا کہ وہ ان دعاؤں میں سے جو چاہیں پڑھیں۔[4]

معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں تشہد کے علاوہ سجدہ وغیرہ کی کیفیت مین بھی دعا کی جا سکتی ہے؟؟؟؟

امام اثرم کا قول: امام اثرم فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے استفسار کیا کہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھوں اس نے جواب دیا جیسے حدیث میں آیا ہے میں کہا کہ کیا رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جن کلمات کے ساتھ چاہے دعا کرے فرمانے لگے! دعا کے جو الفاظ وارد ہیں ان میں سے جن کا چاہیں انتخاب کر لیں ،حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں! بہتر یہ ہے کہ مسنون الفاظ کے ساتھ دعا کی جائے اور وہ الفاظ استعمال کئے جائیں جو مفید ہوں لیکن حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ مفید کلمات کیساتھ دعا کرے اس کا دارومدار صحیح علم پر ہے اور صحیح علم رکھنے والے لوگ بہت کم ہیں پس مناسب یہی ہے کہ دعا کے جو الفاظ صحیح حدیث میں آئے ہیں ان کے ساتھ ہی دعا کی جائے۔[5]

میں کہتا ہوں: بات یہی ہے جو اس نے کہی ہے البتہ دعا سے جو چیز منفعت بخش ہے اس کا پہچاننا صحیح علم پر موقوف ہے اور کم ہی وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں پس زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس دعا کے ساتھ خود کو روک دیا جائے جن الفاظ کے ساتھ وہ وارد ہے خاص طور پر جب اس دعا میں وہ مقاصد موجود ہوں جن کا دعا کرنے والا ارادہ رکھتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم ح ۱۲۸ کتاب المساجد باب ۸۷، مسند ابوعوانہ، سنن نسائی ۱/ ۱۵۴ کتاب الافتتاح، ابن الجارود فی المنتقی ۲۷، الارواء ح ۳۵۰ [2] صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۸۴ کتاب الصلاۃ باب ۱۸۵، مسند احمد ۲/ ۲۳۷ سند صحیح ہے [3] صحیح مسلم ح ۵۹ کتاب الصلاۃ باب ۱۶، ابوعوانہ [4] صحیح بخاری ح ۸۳۵ کتاب الاذان باب ۱۵۰، صحیح مسلم ح ۵۸ کتاب الصلاۃ باب ۱۶ [5] المجموع ۶۹/ ۲۱۸/ ۱

دعاؤں کے الفاظ: ۱-﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الْمَأثَمِ وَ الْمَغْرَمِ ﴾

''اے اللہ میں تیرے ساتھ قبر کے عذاب، مسیح دجال کے فتنے، زندگی، موت کے فتنہ سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ میں تیرے ساتھ گناہ سے اور مقروض ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں''[۱]

وہ مسئلہ جس کے باعث انسان گمراہ ہوتا ہے یا وہ بعینہٖ گناہ ہے جب کہ مصدر کو اسم کی جگہ میں رکھ دیا جائے اور اسی طرح المغرم کا لفظ ہے جب کہ اس سے مقصود قرض ہے مکمل حدیث اس جانب رہنمائی کر رہی ہے، عائشہؓ بیان کرتی ہیں ((کہ ایک انسان نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو بات بات میں جھوٹ بولتا ہے اور عہد شکنی کرتا ہے))۔

۲-﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا اَعْمَلُ ﴾

''اے اللہ بے شک میں تیرے ساتھ اس عمل کے شر سے جو میں نے کیا پناہ مانگتا ہوں اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں''[۲]

۳-﴿ اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِی حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴾ ''اے اللہ تو نے میرا حساب آسان کرنا ہوگا''[۳]

۴-﴿ اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِی مَاعَلِمْتَ الْحَیَاةَ خَیْرًا لِّی وَتَوَفَّنِی اِذَاکَانَتِ الْوَفَاةَ خَیْرًا لِّی اَللّٰھُمَّ !وَاَسْاَلُکَ خَشْیَتَکَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ،وَاَسْاَلُکَ کَلِمَةَالْحَقِّ وَالْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضٰی ،وَاَسْاَلُکَ الْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَ الْغِنٰی وَ اَسْاَلُکَ نَعِیْماً لَا یَبِیْدُ وَاَسْاَلُکَ قُرَّةَ عَیْنٍ لَا تَنْفَدُ وَ لَا تَنْقَطِعُ، وَ اَسْاَلُکَ الرِّضٰی بَعْدَ الْقَضَاءِ وَ اَسْاَلُکَ بَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَالْمَوتِ وَ اَسْاَلُکَ لَذَّةَ النَّظَرِاِلَی وَجْھِکَ وَ اَسْاَلُکَ الشَّوقَ اِلٰی لِقَاءِکَ فِی غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَا ھُدَاةً مُّھْتَدِیْنَ ﴾

---

[۱] صحیح بخاری ح ۸۳۵ کتاب الاذان باب ۱۵، صحیح مسلم ح ۱۲۸ کتاب المساجد باب ۲۵ [۲] سنن نسائی ۱/۱۵۴ کتاب الافتتاح سند صحیح ہے، ابن عاصم فی کتاب السنة ۳۷۰، میری تحقیق کیساتھ جو مکتب اسلامی سے شائع ہوئی اور الفاظ میں زیادتی ابن ابی عاصم کی ہے [۳] مسند احمد ۶/۴۶، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

''اے اللہ میں تیرے علم غیب اور کائنات پر تیری قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندگی عطا کر جب تک کہ تیرے علم میں میری زندگی بہتر ہے اور جب تیرے علم میں میرا فوت ہونا میرے لئے بہتر ہو تو مجھے موت سے ہمکنار فرما اے اللہ! میں تجھ سے پوشیدگی اور ظاہر میں تیرے خوف کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے حق بات کہنے کا اور ایک روایت میں فیصلے کا کہ خوشی اور ناخوشی میں کلمہ حق کہوں، فقیری اور مالداری میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے نہ ختم ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک طلب کرتا ہوں اور جو منقطع نہ ہو، اور میں تجھ سے تقدیر کے مطابق رضا مندی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے موت کے بعد بہتر زندگی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے تیرے چہرے کے دیدار کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور تیری ملاقات کے اشتیاق کا سوال کرتا ہوں جس میں کسی تکلیف دہ مصیبت اور کسی گمراہ کن فتنے کا اندیشہ نہ ہو اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت کے ساتھ مزین فرما اور ہمیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا''[1]

۵-﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَةً مِّن عِنْدِكَ وَارْحَمْنِی اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ﴾

''اے اللہ میں نے خود پر بہت ظلم کیا ہے تو ہی گناہوں کو معاف کرسکتا ہے تو مجھے اپنی جانب سے مغفرت سے نواز اور مجھ پر رحم کر بے شک تو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''[2]

۶-﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْاَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ [عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ] مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ [عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ] مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْاَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ مَا سَاَلَكَ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ وَاَسْاَلُكَ مَاقَضَيْتَ لِی مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَهُ لِی رُشْدًا﴾

''اے اللہ میں تجھ سے ہر قسم کی بھلائی کا طالب ہوں وہ جلدی آنے والی ہو یا دیر سے مجھے اس کا

---

[1] سنن نسائی ۱/۱۵۳، مسند احمد ۱۹۱/۵، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اسکی موافقت کی [2] صحیح بخاری ح ۸۳۴ کتاب الاذان باب ۱۴۹، صحیح مسلم ح ۴۸ کتاب الذکر والدعاء باب ۱۴، صحیح ابن ماجہ ۳۲۶/۳

علم ہو یا نہ ہو اور میں تیرے ساتھ ہر قسم کی برائی خواہ وہ جلدی آنے والی ہو یا دیر سے آنے والی ہو مجھے اس کا علم ہو یا نہ ہو سب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے جنت اور ایسے قول یا عمل کا سوال کرتا ہوں جو جنت سے قریب کر دیتا ہے اور میں تجھ سے دوزخ اور اس قول یا عمل سے پناہ مانگتا ہوں جو دوزخ کے قریب کرے اور میں تجھ سے بھلائی کا طلب گار ہوں جیسا کہ تجھ سے تیرے بندے اور تیرے رسول محمد ﷺ نے سوال کیا اور میں تیرے ساتھ اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور تیرے رسول محمد ﷺ نے پناہ طلب کی اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو نے میرے حق میں جو فیصلہ کیا ہے اس کے انجام کو میرے لئے بہتر بنا''[1]

۷- آپ ﷺ نے ایک صحابی سے پوچھا تو نماز میں کیا دعا کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں تشہد پڑھتا ہوں پھر اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں، یہ دعائیہ کلمات بتاتے ہوئے اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کی طرح دعا کرنا نہیں جانتا اور نہ ہی معاذ کی طرح بہتر دعا کرنی آتی ہے آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ہم بھی ان کلمات کے ساتھ ہی دعا کرتے ہیں۔[2]

۸- آپ ﷺ نے ایک صحابی سے سنا وہ تشہد میں ذیل کے الفاظ کے ساتھ دعا کر رہا تھا:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ یَا اَللّٰهُ [بِاللّٰهِ] [اَلْوَاحِد] اَلْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ اِنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو ایک ہے تنہا ہے بے نیاز ہے جو کسی کا نہ باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور اس کا کوئی بھی ہمسر نہیں ہے کہ تو میرے گناہ معاف کر دے بے شک تو گناہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا اس کو معاف کر دیا گیا اس کو معاف کر دیا گیا۔[3]

۹- آپ ﷺ نے ایک صحابی سے سنا کہ وہ تشہد میں ذیل کے الفاظ کے ساتھ دعا کرتا ہے:

---

[1] مسند احمد ۶/ ۱۴۷، طیالسی، بخاری فی ادب المفرد، صحیح ابن ماجہ ۲/ ۳۲۷ کتاب الدعاء باب ۴، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، الصحیحہ ح ۱۵۴۲ [2] ابوداؤد، صحیح ابن ماجہ ۲/ ۳۲۷ کتاب الدعاء باب ۴، ابن خزیمہ ۱/ ۸۷/ ۱ صحیح سند کیساتھ [3] صحیح ابوداؤد ۱/ ۲۷۹ کتاب الصلاۃ باب ۳۵۸ سنن نسائی ۱/ ۱۵۳، مسند احمد ۴/ ۳۳۸، ابن خزیمہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ وَحْدَکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ اَلْمَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَاالْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اِنِّی اَسْاَلُکَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ﴾

''اے اللہ میں تجھ سے اس بات کے ساتھ کہ تیرے لئے تمام تعریفیں ہیں سوال کرتا ہوں تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو ایک ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو احسان کرنے والا ہے اے آسمانو اور زمین کے بنانے والے اے بزرگی اور عزت والے اے وہ ذات جو زندہ ہے اے وہ ذات جو قیوم ہے میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور تیرے جہنم سے پناہ مانگتا ہوں''

آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا تمہیں علم ہے اس نے کیا دعا کی ہے صحابہ نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے جس کیساتھ جو شخص دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ اسے دے دی جاتی ہے۔[1]

اللہ کے ناموں اور اس کی صفات کیساتھ وسیلہ پکڑنا جائز ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ''اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارو''[2]

کیا بجاہ فلاں، بحق فلاں، بحرمۃ فلاں کیساتھ دعا کرنا جائز ہے؟

اللہ کے نام کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہوئے دعا کرنا جائز ہے لیکن بِجَاہِ فُلاَن یا بِحَقِّ فُلاَن یا بِحُرْمَةِ فُلاَن کے ساتھ دعا کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) اور اس کے اصحاب کراہت کے قائل ہیں جس کا معنیٰ یہ ہے کہ مطلقا حرام ہے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نہ صرف عوام الناس کی اکثریت بلکہ مشائخ بھی اکثر و بیشتر دعا میں شرعی وسیلہ کے الفاظ استعمال کرنے کی بجائے غیر شرعی وسیلہ کے الفاظ لاتے ہیں اور اس پر قائم ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اس مسئلہ کی وضاحت میں اَلتَّوَسُّل وَالْوَسِیْلَة کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا جو بہترین معلومات پر مشتمل ہے اس کا مطالعہ کریں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے رسالہ کے بعد میرا رسالہ التوسل انواعہ واحکامہ نہایت اہمیت کا حامل ہے دوبار طباعت پذیر ہو چکا ہے اپنے موضوع اور اسلوب کے لحاظ سے نہایت اہم ہے اس کے ساتھ ساتھ بعض ہم

---

[1] صحیح ابوداؤد ۱/۲۷۹ کتاب الصلاۃ باب ۳۵۸ سنن نسائی ۱/۱۵۳، مسند احمد ۳/۱۲۰، بخاری فی الادب المفرد طبرانی، ابن مندہ فی التوحید ۲/۴۴، ۲/۶۷، ۱/۷۰، ۱-۲ صحیح اسانید کے ساتھ [2] الاعراف: ۱۸۰

عصر اہل علم اور پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والوں نے اس مسئلہ کے بارے میں کچھ جدید شبہات کا ذکر کر کے ان کا رد بھی کیا ہے۔ هدانا الله و اياهم اجمعين

۱۰- تشہد اور سلام پھیرنے کے درمیان آخری کلمات آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل ہوتے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ وَ مَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّي اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ﴾

''اے اللہ میرے پہلے پچھلے پوشیدہ اور ظاہری گناہ اور میرے اسراف نیز میرے ان گناہوں کو جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے معاف کر تو ہی کسی کو آگے کرنے والا اور تو ہی کسی کو پیچھے کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں''۔ [1]

سلام پھیرنا

پھر رسول اکرم ﷺ ان دعاؤں کے بعد دائیں طرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کے الفاظ کے ساتھ سلام پھیرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا دایاں رخسار نظر آتا اور بائیں طرف بھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کے الفاظ کے ساتھ سلام پھیرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بایاں رخسار نظر آتا۔ [2]

اور کبھی پہلے سلام میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کے ساتھ وَبَرَكَاتُهٗ کا اضافہ کرتے۔ [3]

اور رسول اکرم ﷺ جب دائیں جانب اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہتے تو کبھی کبھی بائیں طرف فقط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنے پر اکتفا کرتے۔ [4]

اور کبھی کبھی سامنے منہ کر کے ایک ہی سلام پھیرتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتے

---

[1] صحیح مسلم ح ۷۷۰ کتاب الذکر والدعاء باب ۱۸، ابوعوانہ [2] صحیح مسلم ح ۵۸۲ کتاب المساجد باب ۲۲، میں اسی طرح کی حدیث ہے، صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۶ باب ۱۹۰، سنن نسائی ۱/۱۵۵ کتاب الافتتاح، ترمذی نے صحیح کہا

[3] صحیح ابوداؤد ۱/۱۸۶ باب ۱۹، ابن خزیمہ ۱/۲/۸۷، سند صحیح ہے، عبدالحق نے اپنی کتاب احکام ۲/۵۶ میں اس کو صحیح کہا ہے، نووی اور حافظ ابن حجر نے بھی اسے صحیح کہا ہے مصنف عبدالرزاق ۲/۲۱۹، مسند ابویعلیٰ ۳/۱۲۵۲، طبرانی الکبیر ۳/۶۷/۲، طبرانی الاوسط ۱/۲۶۰۰/۲، دارقطنی اور عبدالرزاق ۲/۲۱۹ نے اس کو دوسری سند سے بیان کیا ہے [4] سنن نسائی ۱/۱۵۵ کتاب الافتتاح، احمد، السراج سند صحیح ہے

ہوئے ذرا دائیں جانب جھک جاتے۔[1]

صحابہ کرام دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اشارہ فرماتے آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کے ساتھ اشارے کررہے ہو تمہارے ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دموں کی مانند ہیں جب تم میں سے کوئی آدمی سلام پھیرے تو اپنی دائیں جانب التفات کرے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ نہ کرے اس کے بعد انہوں نے ہاتھوں کے ساتھ اشارے نہ کئے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں اتنا ہی کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ گھٹنوں اور رانوں پر ہوں اور تم اپنے دائیں اور بائیں طرف منہ کر کے ساتھ والے بھائی کو اپنے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو۔[2]

تنبیہ: اباضیہ فرقہ نے اس حدیث میں تحریف کی ہے چنانچہ اس روایت کو ان کے لیڈر ربیع نے اپنی مسند المجہول نامی کتاب میں دیگر الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے تاکہ اس کی روشنی میں وہ دلیل داخل کر سکیں کہ الله اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین کرنے سے ان کے نزدیک نماز باطل ہو جاتی ہے اور ان میں سے سیابی بھی ہے جس پر مقدمہ میں رد کیا گیا ہے اور ان کے افکار باطل ہیں اور اس کی وضاحت احادیث ضعیفہ ۶۰۴۴ میں ہے۔

نماز سے نکلنے کیلئے السلام علیکم کہنا فرض ہے

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز سے باہر نکلتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو۔[3]

خاتمہ

نبی ﷺ کی نماز کی جو کیفیات بیان ہوئی ہیں اس میں مرد عورت برابر ہیں، سنت میں ایسا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے جو عورتوں کو بعض سورتوں میں مستثنیٰ کرے بلکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اس کیفیت کے ساتھ نماز ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتا دیکھتے ہو یہ حکم عورتوں کو بھی

---

[1] ابن خزیمہ، بیہقی، الضیاء فی المختارۃ، السنن للمقدسی ۱/۲۴۳ سند صحیح ہے، مسند احمد ۶/۲۳۶، طبرانی فی الاوسط ۲/۳۲ زوائد المعجمین کے حوالہ کے ساتھ، بیہقی اور حاکم (۱/۲۳۰) نے صحیح کہا، ذہبی نے موافقت کی، ابن الملقن ۱/۲۹، اس کی تخریج الارواء میں حدیث نمبر ۳۲۷ میں کی ہے [2] صحیح مسلم ح ۱۱۹ کتاب الصلاۃ ۲۷، ابوعوانہ، السراج، ابن خزیمہ، طبرانی [3] حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا، یہ حدیث مکمل طور پر استقبال القبلہ کے باب میں ہے۔

شامل ہے ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) کا صحیح سند کے ساتھ بھی یہی قول ہے کہ عورت اس طرح نماز ادا کرے جس طرح مرد نماز پڑھتا ہے۔ [1]

سجدے میں عورت اپنے جسم کو اپنے رانوں اور گھٹنوں سے ملا کر رکھے یعنی سجدے کی صورت میں وہ مرد کے مساوی نہیں ہے اس مضمون کی حدیث مرسل اور غیر صحیح ہے۔ [2]

امام احمد (رحمہ اللہ) سے ان کے بیٹے عبداللہ (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ نماز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھیں۔ [3]

اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عبداللہ بن عمری ضعیف ہے۔

امام بخاری صحیح سند کے ساتھ ام درداء رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ وہ نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ سمجھدار اور فقیہہ خاتون تھیں۔ [4]

نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک جس قدر مجھے آگاہی حاصل ہوئی ہے میں نے اسے سپرد قلم کر دیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے پرامید ہوں کہ وہ اس عمل کو خالص اس کی رضا کیلئے بنائے اور اس سے نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کے مطابق قارئین کو ہدایت اور توفیق فرمائے (آمین)

۔ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی [اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی] آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

تمت بالخیر والحمد للّٰہ علٰی ذلک

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۷۵/۲ [2] مراسیل ابوداؤد ۱۱۷/۸۷ عن یزید بن ابی حبیب، الضعیفة ح ۲۶۵۲

[3] مسائل عبداللہ ص ۷۱ [4] تاریخ صغیر (ص ۹۵)

علامہ محمد ناصر الدین الالبانی (رحمہ اللہ) کا مختصر تعارف اور ان کی علمی خدمات

تاریخ پیدائش: ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء ☆ تاریخ وفات: ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء

عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیات میں علامہ محمد ناصر الدین البانی مرحوم کا اسم گرامی تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ نقش رہے گا، وہ عصر رواں کے امام، عالم اجل، محدث عالی قدر اور فقیہ نامدار تھے، زہد و تقوی، اتباع سنت اور ورع وعبادت میں بھی یگانہ روزگار تھے بلند پایہ محقق و مصنف تھے احادیث رسول ﷺ سے ان کو خاص شغف تھا اس باب میں انہوں نے خداداد علمی بصیرت اور فہم وادراک سے گراں قدر خدمات سرانجام دیں

علامہ موصوف کا ذوق مطالعہ تحقیقی مسائل میں ادراک اسماء الرجال اور فن حدیث میں کامل دسترس یہ وہ ان کے اوصاف گونا گوں تھے جن کے باعث وہ عالم اسلام میں مقام رفعت پر متمکن ہوئے علامہ موصوف نے مطالعہ حدیث کیلئے ایک ایسے تحقیقی طریقہ کو متعارف کروایا جس سے علوم اسلامیہ کی وسعت اور اس کا کمال سامنے آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ علامہ مرحوم کا علمی و تحقیقی کام دیکھ کر عہد رفتہ کے محدثین کرام کی عظمت اور یاد تازہ ہو جاتی ہے انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں فہم و بصیرت حکمت ودانائی اور تبحر علمی سے جس طرح دشمنان حدیث اور محدثین کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کیا یہ ان کی اسلام کیلئے بہت بڑی خدمت ہے علامہ مرحوم علمی اعتبار سے عالم اسلام کی آبرو اور فضل و کمال میں اپنی مثال آپ تھے داعی سنت نبویہ تھے زبدۃ المحدثین اور فخر علماء دین تھے تدریس حدیث ان کا شب وروز کا مشغلہ تھا بلاشبہ البانی مرحوم کی دینی خدمات اور ان کی تگ وتاز علمی کا دائرہ بہت وسیع ہے تاریخ میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

البانیہ یورپ کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کے ایک طرف اٹلی اور دوسری طرف یونان اور تیسری طرف یوگوسلاویہ ہے پہاڑی ساحلی علاقہ ہے مسلمان ترکی فتح کرنے کے بعد یونان، البانیہ اور بلقان اسٹیٹ کو پار کرتے ہوئے آگے بڑھے، اس چھوٹی سی ریاست البانیہ کو عصر حاضر کے مایہ ناز محدث علامہ ناصر الدین البانی کے پیدائشی وطن ہونے کا شرف حاصل ہے جنہیں معرفت حدیث میں نمایاں مقام حاصل ہے انہوں نے پورے عالم اسلام بلکہ پوری علمی دنیا میں احادیث کی تحقیق وتجزیہ کا مذاق پیدا کیا، علوم حدیث میں اپنی گراں قدر خدمات کی بناء پر ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۹ء میں انہیں شاہ فیصل ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا، البانیہ میں اسلامی رنگ غالب تھا لیکن جب احمد زوغو وہاں کا بادشاہ بنا تو اس نے البانیہ کی اسلامی تہذیب وتمدن کو پامال کیا عورتوں پر بے پردگی کو لازم کردیا تو مسلمان البانیہ

سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اس کاروان ہجرت میں شیخ البانی کے والد اور ان کی اوکا دکا قافلہ بھی تھا، قرآن کریم کا ناظرہ اور تلاوت وتجوید، فقہ حنفی اور علم صرف کی بعض ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں ،مراقی الفلاح شرح نور الایضاح اور علم بلاغت کی بعض کتابیں شیخ سعید البرہانی سے پڑھیں، چونکہ شیخ البانی کے والد کا رجحان تصوف کی طرف تھا اس لئے وہ اپنے نوخیز فرزند کو اپنے ہمراہ روحانی مراکز اور بزرگوں کے مزارات پر لے جاتے ،البانی صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

اس رجحان میں میں اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سنت کی طرف میری رہنمائی کی اور میں ان باتوں سے باز آیا جو میں نے اپنے والد سے اخذ کی تھیں جسے وہ تقرب الی اللہ اور عبادت تصور کرتے تھے دوسری طرف شیخ البانی کے والد حنفی مسلک پر تعصب کی حد تک گامزن تھے لیکن البانی صاحب کا رجحان مطالعہ کے نتیجہ میں عمل بالحدیث کی طرف تھا اس طرح باپ بیٹے میں کش مکش ہوگئی البانی صاحب کا بیان ہے کہ مطالعہ حدیث میں جب میرا انہماک روز بروز بڑھنے لگا اور میرے والد نے میری اس دلچسپی کو محسوس کیا تو مجھے یہ کہہ کر ڈراتے ''کہ علم حدیث تو مفلسوں کا کام ہے،، لیکن ان تمام فکری اختلاف کے باوجود انکی آخری زندگی میں بڑی حد تک کتاب وسنت کیساتھ ہم آہنگی ہوگئی تھی۔

علامہ ناصر الدین البانی البانیہ کے دارالحکومت اشقودرہ میں پیدا ہوئے انکے والد کا نام الحاج نوح نجاتی البانی تھا جو کہ نیک طینت اور متدین عالم دین تھے لوگوں کو دینی علوم پڑھاتے اور انکی رہنمائی فرماتے ،جنگ عظیم اول کے بعد الحاج نوح نجاتی البانیہ سے ترک سکونت کرکے ترکی آگئے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد یہاں سے شام چلے گئے علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی ابتدائی تعلیم مدرسہ جمعیۃ الاسعاف الخیری دمشق میں ہوئی ان کے اساتذہ کرام میں شیخ سعید البرہانی اور راغب طباخ کے اسمائے گرامی لائق تذکرہ ہیں، علامہ موصوف نے علم حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی اور حدیث کا علم حاصل کیا آپ عمر کے بیسویں سال میں تھے کہ علامہ رشید رضا کے مجلہ المنار میں شائع ہونے والے علمی مباحث سے متاثر ہوکر انہوں نے علم حدیث میں اول کام حافظ عراقی کی کتاب **المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار** کا تعلیقات کے ساتھ نقل کرنا ہے یہ ان کی اولین علمی کاوش تھی جس نے ان کو علمی دنیا میں متعارف کروایا دمشق کے مشہور ادارہ **المکتبة الظاهرية** کے احباب نے انکی علمی استعداد سے متاثر ہوکر ان سے مستفید ہونے کیلئے اپنے یہاں ایک کمرہ انہیں دے دیا گیا اور مکتب کی چابی بھی ان کو دے دی گئی کہ وہ جب چاہیں مکتبہ میں آئیں جائیں وہاں علامہ موصوف نے **المکتبة الظاهرية** سے خوب استفادہ کیا اور وہ گھنٹوں یہاں بیٹھ کر مطالعہ کتب میں محور رہتے علامہ موصوف نے اپنی ذہانت وفطانت علمی استعداد اور خداداد صلاحیتوں سے علمی دنیا میں خوب نام پیدا کیا۔

آپ ملک شام کے بلاد وامصار میں توحید وسنت کی نشر واشاعت میں سرگرم عمل رہے دعوت وتبلیغ کے میدان میں بعض لوگوں سے ان کے مناظرے بھی ہوئے اور انہیں اس سلسلہ میں کٹھن حالات اور مصائب وآلام سے بھی گزرنا پڑا دوبار آپ پابند سلاسل بھی کئے گئے لیکن کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی اور آپ ثابت قدمی سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں مصروف عمل رہے علامہ موصوف کا دائرہ درس وتدریس بڑا وسیع تھا آپ جہاں بھی جاتے طلبہ کی ایک کثیر تعداد ان سے استفادہ کرنے میں کوشاں رہتی عالم اسلام کے عظیم تعلیمی مرکز الجامعة الاسلامية المدينه المنورة کے لئے بھی ایک بار آپ کی خدمات حاصل کی گئیں جب وہاں آپ درس وحدیث کا پیریڈ پڑھاتے تو دوسری کلاسوں کے طلبہ اپنی کلاسیں چھوڑ کر ان کے درس میں شریک ہوجاتے اور شیخ کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہوتے علامہ موصوف کے سینکڑوں نامور شاگرد ہیں جنہوں نے علمی دنیا میں نام پیدا کیا ہے ان ذی مرتبت تلامذہ میں سے چند قابل ذکر نام یہ ہیں شیخ محمد جميل زينو ،ڈاکٹر عمر سليمان الاشقر ،خير الادين وانلي،حمد بن عبد المجيد سلفي شيخ محمد بن ابراهيم ، عبد الرحمان عبد الخالق ،شيخ عبد الر حمان عبد الصمد ،زهير شاويش ،شيخ محمد عيد عباسي شيخ مقبل بن هادى الو ا دعى شيخ ،ربيع بن هادى مدخلي ،شيخ عبد القادر حبيب الله سندهي

علامہ موصوف نے وعظ وتبلیغ اور درس تدریس کے ذریعہ جہاں دعوت دین کا فریضہ ادا کیا وہاں انہوں نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی ظلمت وتیرگی میں ضیاء پاشیاں کیں علامہ موصوف نے تخریج احادیث کا اہم کام کر کے اہل علم کیلئے تحقیق کا نیا باب کھولا انکی علمی وتحقیقی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے یہ وہ کتب ہیں جن میں علامہ مرحوم نے اپنی لیاقت علمی کے جوہر دکھائے ہیں اوران کی کتب کو اپنے مفید حواشی ،تعلیقات اور تحقیقات سے مزین کیا ہے،ان شہرہ آفاق کتب میں چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں (۱)سلسلة الاحاديث الصحيحة (۲)سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة (۳)ارواء الغليل فى تخريج احاديث منار السبيل (۴)تحقيق و تخريج مشكوٰة المصابيح (۵)صحيح سنن اربعة (۶)ضعيف سنن اربعة (۷) تحقيق رياض الصالحين (۸)تمام المنة فى التعليق على فقه السنة (۹)معجم الحديث النبوى (۱۰)تخريج صحيح ابن حبان (۱۱) صفة صلاة النبى (۱۲)صلاة التراويح (۱۳)تحذير الساجدعن اتخاذ القبور مساجد (۱۴)حجة النبى (۱۵)تخريج شرح عقيده طحاويه(۱۶)تخريج الكلم الطيب(۱۷)تخريج مشكوٰ ة المصابيح

۱۹۹۹ء کا سال عالم اسلام کے لئے بالخصوص عالم حزن ہے جس میں البانی صاحب اور دیگر اسلامی شخصیات اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئیں اور عالم اسلام ان کے علم وفضل سے محروم ہو گیا، **انا للہ و انا الیہ راجعون ۔**

حدیث وسنت کے باب میں ان کی سب سے بڑی کاوش یہ ہے کہ انہوں نے اس رجحان کی آبیاری کی کہ احکام ومسائل میں صحیح اور حسن حدیث کا ہی اہتمام کیا جائے اسی طرح فضائل ومستحبات میں بھی ضعیف پر اعتماد نہ کیا جائے اسی بناء پر انہوں نے ذخیرہ احادیث میں سے صحیح اور ضعیف روایات کو چھانٹ کر رکھ دیا، اس مسئلہ میں علامہ البانی کا مؤقف نیا نہیں ہے بلکہ امام بخاری اور امام مسلم کا بھی یہی موقف تھا چنانچہ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر مطلقاً عمل نہ کیا جائے کیونکہ ضعیف حدیث کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ ظن مرجوح کا فائدہ دیتی ہے لہذا جب اس کی یہ پوزیشن ہے تو اس پر عمل کیوں کر جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

بلاشبہ علامہ البانی مرحوم اس دور کے نامور محدث اور جلیل القدر عالم دین تھے انہوں نے اپنی ہمت سے زیادہ دین اسلامی کا کام کیا دیگر اہل علم حضرات کے لئے ان کا کام ایک مثال ہے، حق گوئی و بیباکی کے نتیجہ میں ہمیشہ جلاوطنی کی زندگی گزاری شام، اردن، حجاز، کویت کی خاک چھانی وہ اس دور میں اسلام کیلئے ایک نعت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتے تھے انکی شخصیت مسلمانوں کیلئے باعث صد افتخار تھی، اپنے پیچھے علوم حدیث میں نہ صرف کتابوں کا ایک قیمتی ذخیرہ چھوڑا بلکہ محققین کی ایک ٹیم تیار کر گئے جو ان کے تصحیح احادیث کے مشن کو فروغ دے رہے ہیں اور دیں گے انشاء اللہ

افسوس......! بالآخر اس عالم اجل اور شیخ وقت نے ۹۰ سال دنیا کی نیرنگی کا تماشا دیکھ کر دمشق میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء ہفتہ کی شام کو آخرت کے لئے رخت سفر باندھا۔

اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

مرتب: عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ) کا مختصر تعارف

ازقلم: مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور)

شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد صادق خلیل جلیل القدر عالم دین ہیں انہوں نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں نام پیدا کر کے شہرت دوام حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی علمی صلاحیتوں اور اوصاف وکمالات سے نوازا ہے آپ جید عالم، بلند پایہ مدرس، منجھے ہوئے تجربہ کار مترجم، اونچے درجے کے مفسر قرآن، بلند اخلاق، متواضع فصیح اللسان، سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم ہیں عذوبت لسان اور اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال ہیں علم وعمل کا حظ وافر ان کے حصے میں آیا ہے ان کے گوناگوں اوصاف کے باعث سب لوگ ان کا احترام کرتے ہیں اور یہ بھی سب کے مشفق ومہربان ہیں آپ گزرے ہوئے دور کی یادگار اور اسلاف کی نشانی ہیں گزشتہ ستاون اٹھاون سال سے آپ درس وتدریس، وعظ وتقریر اور قلم وقرطاس سے دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اس مرد حق آگاہ کی تدریسی سرگرمیوں کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں لوگوں نے ان سے تفسیر وحدیث، فقہ واصول، صرف ونحو اور منطق ومعانی وغیرہ علوم کی تحصیل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔

بلاشبہ مولانا صاحب کی تصنیفی وتدریسی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، آپ عالی قدر والدین کے نہایت نیک اور خوش بخت فرزند ہیں ان کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ ہے انہوں نے تن تنہا ایک جماعت جتنا علمی کام کر دکھایا ہے مولانا موصوف سادی وضع کے ایک عظیم المرتبت انسان ہین، میں اس نیک طینت عالم دین سے دوستانہ مراسم رکھتا ہوں وہ میرے مشفق ومہربان ہیں مجھے کئی بار اپنے عزیز دوست علی ارشد چودہری کے ہمراہ ان کے باب علمی پر حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اوران کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا جی چاہتا ہے کہ ان کے علمی کارناموں اور ان کی حیات جاوداں کی ایک جھلک اپنے قارئین کو بھی دکھائی جائے اس سلسلہ میں مجھے اپنے مرشد ومربی ذھبیِ دوراں مولانا محمد اسحاق بھٹی (مصنف کتب کثیرہ) کے باب عالی پر دستک دینا پڑے گی بھٹی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف ''قافلہ حدیث'' میں مولانا موصوف پر تفصیلی مضمون لکھا ہے لہذا ہم چند باتیں بھٹی صاحب کی کتاب ''قافلہ حدیث'' سے مستعار لیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

مولانا محمد صادق خلیل مارچ ۱۹۲۵ء فیصل آباد ضلع کے مشہور قصبہ ''اوڈانوالہ'' میں پیدا ہوئے آپ کے والدین نے اپنے طور پر آپ کی تربیت بہتر طریقے سے کی کچھ بڑے ہوئے تو والد مکرم نے ادعیہ ماثورہ وغیرہ زبانی یاد کرانا شروع کیں اور سرکاری سکول میں داخل کرا دیا اس زمانہ میں پرائمری کا لفظ چار جماعتوں پر بولا جاتا تھا انہوں نے سکول سے پرائمری پاس کی تو ان کے والد مکرم نے ۱۹۳۸ء

میں ان کو اپنے گاؤں ''اوڈانوالہ'' کے اس دینی مدرسہ میں داخل کرادیا جو صوفی محمد عبداللہ (رحمہ اللہ) نے جاری کیا تھا یہ چھ سال کا نصاب تھا جو انہوں نے اسی دارالعلوم تقویۃ الاسلام ''اوڈانوالہ'' کے اساتذہ سے مکمل کیا، ان کے ابتدائی دور کے اساتذہ میں سے خود ان کے والد محترم میاں احمد دین (جو صوفی عبد اللہ صاحب کے مخلص دوستوں میں سے تھے صوفی محمد عبداللہ (بانی دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ و جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) اور صوفی محمد ابراہیم اوڈانوالہ والے تھے۔

پھر متوسط اور انتہائی درجوں کی کتابیں جن اساتذہ سے پڑھیں وہ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی، مولانا نواب الدین، مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری، مولانا عبدالرحمان نومسلم، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حسینوی اور مولانا داؤد انصاری بھوجیانی (رحمہم اللہ) تھے یہ تمام حضرات عالی قدر کسی زمانہ میں ''اوڈانوالہ'' میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے تھے اور مولانا موصوف نے انہی سے تکمیل تعلیم کی اور اسی دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی اس کے علاوہ انہوں نے میٹرک کا امتحان وہیں رہ کر دیا اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا اور فاضل فارسی کے امتحانات بھی اسی دارالعلوم کی طرف سے دیئے اور نمایاں پوزیشن حاصل کی دارالعلوم میں کئی سال یہ سلسلہ چلا کہ جو طالب علم وہاں سے فارغ ہوا وہیں استاذ کی حیثیت سے اس کی تقرری کر دی گئی اور اسے باقاعدہ تنخواہ ملنے لگی مولانا موصوف کو بھی یہ رعایت دی گئی اور فراغت کے بعد ۱۹۴۵ء میں بطور استاذ کے انکی خدمات حاصل کر لی گئیں آپ ۱۹۴۵ء سے لیکر ۱۹۶۰ء تک پندرہ سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ کی مسند تدریس پر فائز رہے۔

۱۹۶۱ء میں مولانا سید داؤد غزنوی (رحمہ اللہ) کے حکم سے وہ اپنے گاؤں کے دارالعلوم سے نکلے اور جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں چلے آئے یہاں کم وبیش انہوں نے دس سال پڑھایا، اس کے علاوہ مولانا محمد صادق خلیل جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، دارالحدیث کراچی، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی، جامعہ رحمانیہ لاہور اور آخر میں دارالحدیث کوٹ رادھا کشن (ضلع قصور) میں عرصہ تک خدمت تدریس کا فریضہ ادا کرتے رہے انہوں نے مختلف اوقات میں اوڈانوالہ سے لے کر کراچی تک سات مدارس دینیہ میں خدمت تدریس سرانجام دی جو کم وبیش چالیس برس کی طویل مدت میں پھیلی ہوئی ہے اس عرصہ میں ان سے ہزاروں طلباء نے استفادہ کیا اور علم وعمل کی رفعتوں پر متمکن ہوئے ان کے چند نامور شاگردوں میں خطیب ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کراچی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، مولانا محمد عبداللہ راولپنڈی، مولانا محمد شمس الدین افغانی، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر ظفر اللہ کراچی، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق، مولانا محمد خالد سیف، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی، حافظ فتح محمد فتحی مکہ مکرمہ، مولانا قاضی محمد اسلم سیف، پروفیسر عبدالحکیم سیف کوٹ رادھا کشن، حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی، حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا عبد العزیز حنیف، شیخ عبداللطیف شجاع آبادی کراچی، مولانا عبدالغفور ناظم آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولانا صاحب نہایت پیارے خطیب بھی ہیں وہ دھیمے لہجے میں بڑی پیاری گفتگو کرتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں انکی تقریر میں متانت سنجیدگی علمی وجاہت اور رسوخ علم کا عنصر پایا جاتا ہے آپ مختلف مقامات پر خطابت کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں پیرانہ سالی کے باعث اب وعظ وتقریر سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اوصاف وکمالات اور گوناگوں خوبیوں سے بہرہ ور کیا ہے وہ بہت بڑے مصنف مترجم اور مفسر قرآن ہیں انہوں نے اپنی رہائش محلہ رحمت آباد (متصل حاجی آباد فیصل آباد) میں ضیاء السنۃ کے نام سے ترجمہ تالیف کا ادارہ قائم کر رکھا ہے اور اسکی طرف سے ابتداء میں جو نہایت اہم کتاب شائع کی وہ ترمذی شریف کی شرح تحفۃ الاحوذی تصنیف مولانا عبد الرحمان محدث مبارکپوری (رحمہ اللہ) کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جو انکا عظیم کارنامہ ہے، اب آیئے ان کی ترجمہ وتالیف کی مساعی کی طرف کہ انہوں نے اپنی اچھی خاصی لائبریری بنائی اور اسے صادق خلیل اسلامک لائبریری کا نام دیا، ان کی تحریر سادہ سلیس اور شگفتہ ہوتی ہے اس میں مطالعہ کا حسن علم کی پختگی اور زبان وادب کی ثقاہت پائی جاتی ہے عربی سے اردو ترجمہ بہت عمدہ کرتے ہیں اس میں اردو زبان کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہیں انکی ترجمہ کردہ کتب نے اس خطہء ارض میں بڑی شہرت پائی ہے عربی کتب کے تراجم انکی گوہر بار قلم کا خوبصورت شاہکار ہین بلاشبہ آپ ادب وانشاء میں اپنا ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔

مذکورہ کتابوں میں سے بعض کتابیں کافی ضخیم ہیں ان میں اکثر کئی بار چھپ چکی ہیں، اب مولانا کی پوری توجہ قرآن مجید کی تفسیر کی طرف ہے اس تفسیر کا نام انہوں نے اصدق البیان رکھا ہے ۳ جون ۲۰۰۲ء کو اس مبارک اور عظیم کام کی تکمیل کر چکے ہیں اللہ کے فضل سے اس تفسیر کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی دو جلدیں کمپوزنگ اور طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہیں یہ تفسیر چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہو گی انشاء اللہ مولانا موصوف نے اس تفسیر میں علمی جواہر پارے اس خوبی سے صفحہء قرطاس پر مرتسم کیے ہیں کہ انکی تحقیق اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتی ہے دور حاضر میں یہ تفسیر اپنے منفرد اسلوب علمی وادبی دلکشی کے باعث انفرادیت کی حامل تفسیر ہے، مولانا موصوف کی یہ وہ علمی ودینی خدمات ہیں جو انہوں نے بڑی ہمت ومحنت سے سرانجام دی ہیں اگرچہ انہیں اپنے صاحبزادہ گرامی قدر عبدالحفیظ مدنی کا تعاون بھی حاصل ہے لیکن جو خدمت ان کی نیک اور صالح بیوی نے عمر بھر کی ہے اسے مولانا موصوف بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں مولانا کی زوجہ محترمہ ۷ مئی ۲۰۰۲ء کو اس دنیا فانی سے رخصت ہوئیں وہ بڑی عابدہ زاہدہ تقویٰ شعار اور شوہر کی خدمت گزار تھیں تمام عمر شوہر کا دست بازو بن کر رہیں اور ہمیشہ مولانا کی تدریسی وتصنیفی سرگرمیوں میں ان کی ہمت بندھائی اور بے پناہ خدمت کی اللہ تعالیٰ اس نیک خاتون کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین یہ ایک اجمالی سی مولانا موصوف کی تدریسی وتصنیفی کام کی جھلک ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی ان مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز نبوی کے موضوعات کی مفصل فہرست

نبی ﷺ کے نماز ادا کرنے کی کیفیت کا بیان

8:- منبر پر نماز کی ادائیگی کا بیان اور منبر کا تین درجات سے زیادہ ہونا بدعت ہے

9:- سترہ کا بیان اور اسکے واجب ہونے کی وضاحت نیز اس سے قریب ہونے کا حکم جبکہ امام احمد بن حنبل نے مسجد میں سترہ رکھنے کا حکم دیا مسجد چھوٹی ہو یا بڑی، مزید وضاحت کہ سترہ کا حکم حرمین شریفین کو بھی شامل ہے اور علماء نے اس کو واجب قرار دیا ہے

10:- سواری کو قبلہ رخ بٹھا کر اس کی جانب نماز ادا کرنا درست ہے جب کہ اس نماز کی ادائیگی اس نماز کی ادائیگی کے مخالف ہے جس کو جانوروں کے باڑے میں ادا کیا جائے، اور اسی طرح عورت کو قبلہ بنا کر نماز ادا کرنا جب کہ عورت کا نماز ادا کرنے والے کے آگے سے گزر نہیں ہوا جب وہ نماز کے آگے سے گزرے گی تو وہ نماز کو باطل بنا دے گی نیز اس حدیث کا بیان کہ نبی ﷺ نماز کی ادائیگی میں قبلہ رخ گزرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے اگرچہ بکری کیوں نہ ہو

11:- نبی ﷺ کا شیطان کو اپنی گرفت میں لینا جبکہ قادیانی اس کے منکر ہیں مزید برآں کتاب وسنت کے وہ نصوص جو جنات کا اثبات کرتے ہیں اس کی وہ تاویل کرتے ہیں بلکہ اس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، نیز اس شخص کے بارے میں حکم دینا جو نماز ادا کرنے والے کے آگے سے گزرتا ہے کہ اس سے لڑائی کیجائے

12:- نمازی کے آگے کن کن چیزوں کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جبکہ اس مقام میں حائضہ عورت کے گزرنے کا بیان کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے 13:- قبلہ رخ قبر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے

14:- نماز کی ادائیگی میں نیت کا بیان اور یہ کہ زبان کیساتھ نیت کے الفاظ کو ادا کرنا بدعت ہے

15:- نماز ادا کرنے کیلئے تکبیر کہنا اس کے ضمن میں کچھ احادیث کا بیان ان میں وہ حدیث بھی ہے جس میں نبی ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا جس نے صحیح طور پر نماز ادا نہیں کی تھی اس کو آپ نے اللہ اکبر کہنے کا حکم دیا اور اس مفہوم کی حدیث کہ نماز کی چابی وضو کرنا ہے پاک ہونا ہے اور اللہ اکبر کہنے سے نماز کے سوا ہر چیز حرام ہو جاتی ہے، نماز کی تحریم کی وضاحت کا بیان

16:- نماز کی ادائیگی میں دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کا بیان اور اس کے ضمن میں کچھ احادیث ہیں کہ رفع الیدین کب کیا جائے اور کس طرح کیا جائے 17:- قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور اس کا حکم دینا اس کے ضمن میں کچھ احادیث ہیں جن کا فرقہ اباضیہ نے انکار کیا ہے۔

18:- دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھنا اور ان ائمہ کا تذکرہ جو اس کے قائل ہیں مزید اس حقیقت کی وضاحت کہ نماز کے قیام میں تو مسنون ہاتھوں کو رکھنا ہے یا پکڑنا ہے البتہ تکلف کے ساتھ ان دونوں کو ایسی صورت میں ملانا جس کا شرعاً ثبوت نہیں ہے تو یہ بدعت ہے مزید برآں آپ اس رد کا ملاحظہ کریں جو اس شخص پر ہے جس نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا طعن لگایا ہے۔

19 :- سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا اور خشوع اختیار کرنا اور نماز کی ادائیگی میں آنکھوں کو آسمان کی جانب بلند کرنا اور نماز کی ادائیگی کو گھر میں بہتر سمجھنا یا ایسے کپڑوں میں جو نماز ادا کرنے والے کو کھیل کی جانب مائل نہ کریں مزید ادھر ادھر جھانکنے سے روک دینے کا بیان 20 :- حدیث کا مفہوم کہ آپ نماز اس انداز سے ادا کریں گویا کہ وہ آخری نماز ہے مزید دوسری حدیث جو خشوع کی فضیلت میں ہے

21 :- نماز کے آغاز میں دعائیہ کلمات کا بیان جن کی تعداد 12 ہے جب کہ یہ دعائیہ کلمات مجموعی شکل میں کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں

22 :- وجهت وجهي کے دعائیہ کلمات کو نبی ﷺ فرض نفل نماز میں پڑھا کرتے تھے جب کہ اس روایت کو ترجیح ہے جس میں وانا اول المسلمین کے الفاظ ہیں اور نماز ادا کرنے والا شخص یہ کلمات کہے اور ان کے معانی کو سمجھے مزید دیگر دعائیہ کلمات ہیں جن کو آپ رات کے نوافل میں پڑھا کرتے تھے فرض نمازوں میں بھی ان کا پڑھنا مشروع ہے جبکہ امام کیلئے ہے کہ وہ طوالت سے خود کو دور رکھے

23 :- قرأت کا بیان اس سے پہلے اعوذ بالله من الشیطن الرجیم کی قرأت اور غرابت کی تفسیر کا بیان

24 :- ایک ایک آیت کی الگ الگ قرأت کرے مزید وضاحت ہے کہ مسنون طریقہ آیات کی تلاوت کے آخر پر ٹھراؤ اختیار کرے اگر چہ آیت کا اس کے مابعد والی آیت کے ساتھ تعلق کیوں نہ ہو مزید اس حقیقت کی وضاحت کہ یہ ائمہ اور قراء کی ایک جماعت کا مذہب ہے

25 :- سورت فاتحہ کی تلاوت نماز کا رکن ہے اور اسکے فضائل ہیں اور جس شخص میں سورت فاتحہ کے حفظ کی استطاعت نہ ہو اس کے بارے میں دو احادیث ہیں کہ جو سورت فاتحہ کو زبانی یاد نہ کر سکے کہ وہ کیا قرأت کرے، جہری نمازوں میں امام کی اقتداء میں قرأت منسوخ ہے اور ان احادیث کا بیان جو اس سلسلہ میں وارد ہیں اور نبی ﷺ کے اس قول سے کیا مراد ہے کہ میرے لئے کیا ہے مجھ سے قرأت میں کھینچا تانی ہوتی ہے اور ان حفاظ کا تذکرہ جنہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے مزید اس حدیث کی تقویت کہ جب کوئی شخص امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے

26 :- سری قرأت کی نمازوں میں قرأت واجب ہے البتہ قرأت جس سے امام کو تشویش لاحق ہو اس سے روکا گیا ہے مزید اس حدیث کی وضاحت کہ تم نے قرأت کے باعث مجھ پر قرآن پاک کی قرأت کو خلط ملط کر دیا ہے، اس شخص کی فضیلت کا بیان جو اللہ کی کتاب سے ایک حرف کی قرأت کرتا ہے، اس شخص کو فائدہ ہے جو قرأت سری میں قرأت کی مشروعیت کا قائل ہے مثال کے طور پر احناف کا یہ مسلک ہے، اس حدیث کے بارے میں وضاحت کہ جو امام کی قتداء میں سورت فاتحہ کی قرأت کرے گا تو اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے گا یہ حدیث موضوع ہے

27:- آمین کہنے کا بیان جبکہ امام بآ واز بلند آمین کہے اور اس کے ضمن میں مقتدی بھی آمین کہیں اس کی فضیلت کا بیان اور آمین کہنے کا وقت امام کے ساتھ ہے امام سے سبقت نہ لی جائے

28:- نبی ﷺ کا نماز میں سورت فاتحہ کی قرأت کے بعد قرأت کرنا جبکہ یہ قرأت حالات کے مطابق کبھی طویل کبھی مختصر ایک قرأت کے بارے میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے دوران قرأت بچے کے رونے کی آواز کو سن کر قرأت کو مختصر کر دیا مزید حدیث میں ہے کہ میں نماز ادا کر رہا ہوتا ہوں، نیز ایک حدیث میں آپ نے حکم دیا کہ اپنے بچوں کو مساجد سے دور رکھو ضعیف ہے اور سنت کے مخالف ہے

29:-ایک انصاری صحابی کا واقعہ جو امامت کراتا تھا اور ہر رکعت میں دوسری سورت کی قرأت سے پہلے سورت **قل ھو اللہ احد** کی تلاوت کیا کرتا تھا، اس حدیث میں یہ جملہ بھی موجود ہے آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے آگاہ کیا کہ چونکہ تو اس سورت کی قرأت اس لئے کرتا ہے کہ تجھے اس سورت سے محبت ہے تو تجھے اس کی محبت جنت میں داخلہ دلوائے گی

30:- نبی ﷺ ایک رکعت کے قیام میں آپس میں ایک دوسری کے ساتھ مماثل دو سورتیں تلاوت کر لیا کرتے تھے نیز قرآن پاک (مصحف) کی ترتیب کے خلاف سورت کی قرأت جائز ہے اور قیام میں طوالت ہو تو یہ افضل کام ہے اور قرأت میں **سبحانک فبلٰی** کا کلمہ کہنا درست ہے

31:-سورت فاتحہ کی قرأت پر بس کرنا درست ہے کہ اس کے سوا کسی دوسری سورت کی قرأت نہ کی جائے مزید اس جواں سال صحابی کا واقعہ جو معاذ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا جبکہ معاذ نے قرأت کو طول دیا تو اس نے جماعت کی نماز سے علیحدہ مسجد میں نماز کو ادا کیا جب کہ نبی ﷺ نے معاذ کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاذ! تو فتنہ انگیز شخص ہے اور نوجوان سے کہا ہم اس کے اردگرد آواز کرتے رہیں گے اور اس کا استشہاد اور اس حدیث کو حذف کر دیا گیا ہے جو ہمیں اس کے ضعف کو واضح کرتی ہے اور کیسی بات ہے کہ ہمیں اس سے بہتر بدلہ دیا گیا ہے

32:- پانچوں نمازوں اور ان کے علاوہ نفل وغیرہ نمازوں میں قرأت کو اونچا پڑھنا اور پوشیدہ پڑھنا اس میں وارد ہے کہ صحابہ کرام سری قرأت کی نمازوں میں قرأت کو کیسے معلوم کرتے تھے

33:-ابوبکر اور عمر کا رات کے لمحات میں قرأت کرنے کا واقعہ جبکہ آپ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ آواز کو درمیانہ انداز میں ظاہر کریں جب کہ سری قرأت افضل ہے

34:- نبی ﷺ کا نمازوں میں قرأت کا بیان کہ کس نماز میں کیا قرأت فرماتے تھے (ا) صلاۃ الفجر

35:-**قل اعوذ برب الفلق ،قل اعوذ برب الناس** کی قرأت کا حکم دینا اور جمعہ کے دن صبح کی نماز مین قرأت کا بیان 36:-فجر کی سنتوں میں قرأت اور اس میں تخفیف کا بیان، مزید حدیث کہ اس

شخص کا اپنے پروردگار پر ایمان ہے اور اس کی مناسبت کا بیان۔
37:- ظہر کی نماز کا بیان، اسکی پہلی رکعت میں قیام کو طویل کیا جائے اور اس کی توجیہ، نبی ﷺ کا دوسری دو رکعات میں سورت فاتحہ کی قرأت کے بعد آیات کی تلاوت کرنا اور سلف سے ان اہل علم کی نشان دہی جنہوں نے اس کو سنت قرار دیا ہے مزید برآں علامہ لکھنوی نے ان احناف کا رد کیا ہے جو اسکا انکار کرتے ہیں 38:- نماز کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی قرأت واجب ہے 39:- عصر کی نماز میں قرأت کا بیان
40:- مغرب کی نماز میں قرأت کا بیان، کبھی آپ مغرب کی نماز کی قرأت لمبی فرماتے تھے یہاں تک کہ ایک بار آپ نے سورت اعراف کی تلاوت فرمائی اور ایک بار سورت انفال کی تلاوت کی
41:- مغرب کی نماز کی سنتوں میں قرأت کا بیان 42:- عشاء کی نماز میں قرأت کا بیان، طویل قرأت سے منع کیا گیا ہے، معاذ کا واقعہ اس انصاری صحابی کے ساتھ جس نے نماز کی جماعت سے الگ ہو کر اکیلے نماز ادا کی مزید برآں نبی ﷺ نے معاذ کو تعلیم دی کہ وہ عشاء کی نماز میں کتنی قرأت کرے۔
43:- رات کی نماز میں قرأت کا بیان، اور اس خیال کا ذکر جس کا عبداللہ بن مسعود نے ارادہ کیا جب نماز میں قرأت کو طول دیا اور اس خیال کا ذکر جس کا ابن مسعود نے ارتکاب کیا جب نبی ﷺ نے مکمل سورت بقرہ کی تلاوت فرمائی اور سورت فاتحہ کی تلاوت کے بعد کبھی سورت نساء اور سورت آل عمران کی قرأت کی البتہ آپ نے ایک رات میں مکمل قرآن پاک کی تلاوت کبھی نہیں کی بلکہ تین دن سے کم میں مکمل قرآن پاک کی تلاوت سے منع کیا گیا ہے اور نبی ﷺ کے واقعہ کا بیان جو ابن عمر کے ساتھ پیش آیا نیز آپ کا ارشاد ہر وہ شخص جو عبادت میں مشغول رہتا ہے اس میں تیزی ہوتی ہے اور تیزی کو سستی لازم ہے جب کہ الشرۃ کی تفسیر امام طحاوی سے منقول ہے۔
44:- اس شخص کی فضیلت جو دو صد آیات تلاوت کیساتھ اور یک صد آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے اور ہر رکعت میں کس قدر تلاوت کی جائے اور نبی ﷺ ایک بار رات بھر نوافل ادا کرتے رہے جبکہ نبی ﷺ نے اس رات اپنے پروردگار سے تین باتوں کا سوال کیا جبکہ ایک رات آپ نے ایک آیت کی تلاوت کے ساتھ قیام کیا بار بار اسی آیت کی تلاوت فرماتے رہے مزید آپ نے اس شخص کو اسکی حالت پر قائم رکھا جو رات بھر سورت اخلاص ہی کی تلاوت کرتا، نیز آپ کا ارشاد ہے کہ سورت اخلاص کی تلاوت قرآن پاک کی ایک تہائی کی تلاوت کے برابر ہے، نیز اس حقیقت کی وضاحت کہ امام ابوحنیفہ سے جو منقول ہے کہ انہوں نے چالیس سال صبح کی نماز عشاء کی نماز کے وضو کیساتھ ادا کی یہ سراسر جھوٹ ہے اس کا ہرگز کچھ ثبوت نہیں ہے۔45:- وتر نماز کی ادائیگی اور اسکے بعد بھی لوگوں کیلئے دو رکعت نفل نماز ادا کرنا درست ہے
46:- جمعة المبارک کی نماز میں قرأت کا بیان 47:- عیدین کی نماز میں قرأت کا بیان

48:- نماز جنازہ میں قرأت کا بیان، مزید برآں اس میں سورت فاتحہ کے ساتھ دیگر سورتوں کی قرأت کا بیان، تویجری پر رد کا مقدمہ میں ملاحظہ کریں 49:- قرأت کی ادائیگی آہستگی کے ساتھ نیز خوبصورت آواز کیساتھ تلاوت کی جائے اس کے بارے میں بعض قولی اور فعلی احادیث کا ذکر مزید **زینوا القرآن باصواتکم** کہ تم قرآن پاک کی تلاوت خوبصورت آواز کے ساتھ کرو اس حدیث کے بارے میں خبر دار کیا ہے کہ اس حدیث میں انقلاب ہے اور جس شخص نے اس کو صحیح قرار دیا ہے وہ غلطی پر ہے۔

50:- ان اہل علم کا رد جنہوں نے **الجامع الاصول** پر حاشیہ تحریر کیا مزید برآں جس کے ساتھ تالیف کو عیب ناک قرار دیا نیز بخاری کی حدیث پر تحقیقی قول کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن پاک کی تلاوت گانے کے انداز کے مطابق نہیں کرتا ہے جبکہ اس حدیث کے بعض راویوں نے اس حدیث کے متن کی نسبت کو ابو ہریرہ کی جانب کیا ہے یہ وہم ہے اس مقام میں یہ ایسی وضاحت ہے جس کو آپ کسی دوسری جگہ نہیں پاسکیں گے، یہ تحقیق کہ صرف بخاری سے نقل کرنا نہیں ہے نہ اس کی جانب نسبت کرنا ہے

51:- کتاب **شرح السنة** کے بعض محققین کا تجاہل عارفانہ اس کی تحقیق اور اس کا سد باب۔

52:- امام قرأت کے دوران رک جائے اس پر اس کو لقمہ دینا اس کی رہنمائی کرنا اس کے ضمن میں نبی ﷺ کا اُبیؓ پر انکار کرنا کہ اس نے لقمہ کیوں نہ دیا جب کہ آپ پر قرأت کا التباس ہو گیا تھا۔

53:- نماز کی ادائیگی کے دوران وسوسہ کو ختم کرنے کے لئے کلمہ **تعوذ** کہا جائے اور تھوکا جائے اس کے ضمن میں تھوکنے کی وضاحت اور تفسیر ہے۔

54:- رکوع کا بیان مزید اس کے ضمن میں آپ نے اس شخص کو حکم دیا تھا جس نے نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کی تھی مزید اس میں اللہ اکبر کے کلمات کہنے کا حکم ہے اور اللہ اکبر کے کلمات زبان سے ادا کرتے وقت رفع الیدین کی جائے اور اس حقیقت کی وضاحت کہ یہ حدیث متواتر ہے مزید برآں یہ جمہور محدثین اور فقہاء کا مذہب ہے ان میں امام مالک اور بعض احناف ہیں۔

55:- رکوع کرنے کی کیفیت اور اسکے ضمن میں وضاحت کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیتے ہوئے واضح کیا کہ دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے جبکہ انگلیوں کے درمیان نمایاں فرق ہو اور کمر کو دراز رکھا جائے

56:- رکوع کی حالت میں اطمینان واجب ہے اسکے ضمن میں آپ نے اس کا حکم دیا اور اس شخص کو وعید کی گئی ہے جو اطمینان نہیں کرتا ہے بلکہ ایسا شخص تو بدترین قسم کا چور ہے اور بلا شبہ اسکی نماز قبول نہیں ہوتی اور یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے جب آپ نے نماز ادا کرتے ہوئے اپنے پیچھے کیجانب جو لوگ تھے ان کو دیکھا

57:- رکوع میں کون سے دعائیہ کلمات کہے جائیں اس کے ضمن میں سات قسم کے کلمات کا ذکر ہے اور سبوح قدوس کلمات کی تفسیر مزید رکوع کی حالت میں مختلف اذکار کو جمع کرنے کا بیان۔

58:-رکوع کی کیفیت میں طول کرنا بلکہ طوالت قیام کے قریب قریب ہو،رکوع کی حالت میں قرآن پاک کی قرأت سے روکنے کا بیان

59:-رکوع میں کمر کو اعتدال کیساتھ رکھا جائے اور رکوع کی کیفیت میں کن کلمات کی قرأت کیجائے اور جب امام **سمع الله لمن حمده** کہے تو تم **ربنا و لک الحمد** کہو،مزید وضاحت کہ **ربنا لک الحمد** کے کلمات امام بھی کہے اور حمد کی مختلف اقسام کا تذکرہ اور **رفع الیدین** کیا جائے اور یہ متواتر ہے

60:-اذکار میں **ملء السموت وملء الارض** کے اضافہ اور اس کی اقسام کا بیان،مزید **و لا ینفع ذالجد منک الجد** کی وضاحت 61:-رکوع کے بعد والے قیام کے طویل ہونے اور اس میں اطمینان کے واجب ہونے کا بیان نیز اس کے ضمن میں آپ کا حکم دینا کہ جسم میں اعتدال کارفرما رہے یہاں تک کہ کمر کی ہڈیوں کا ہر مہرہ اپنے مقام پر رہے مزید اس شخص پر رد ہے جو اس کے باعث استدلال کرے کہ اس قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا جائے مزید برآں یہ کیفیت بدعت ہے نیز شیخ تویجری پر رد ہے جو اس نے اس مسئلہ میں امام احمد سے نقل کی ہے

62:- سجدہ کرنے کا بیان اور اس کے ضمن میں آپ نے سجدہ کی جانب جاتے وقت اللہ اکبر کہنے کا حکم دیا ہے مزید اطمینان کی وضاحت ہے مزید دونوں ہاتھوں کے درمیان پھیلاؤ کرے اور کبھی سجدہ کی جانب جھکاؤ کے وقت رفع الیدین کرے مزید ان اسلاف ائمہ کا تذکرہ جو اس کے قائل ہیں جب کہ امام احمد کا بھی اس پر عمل تھا 63:- سجدہ کی جانب جاتے وقت دونوں ہاتھوں کے بل خود کو گرانا مزید برآں گھٹنوں کے اوپر سجدہ کرنا درست نہیں اور اس کی کیفیت کا بیان،خود کو گراتے وقت اونٹ کوے خود کو گرانے کی کیفیت سے مخالفت ہو نیز علامہ ابن القیم پر رد جو اس نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے

64:- نبی ﷺ کے سجدہ کرنے کی کیفیت کا بیان چند امور کی وضاحت سب سے زیادہ اہم ناک کو زمین کیساتھ ملانا ہے اور اطمینان کا پایا جانا ہو اور دونوں ایڑیوں کو آپس میں اچھی طرح ملانا ہے

65:-بالوں اور کپڑوں کو بند کرنے سے روکنا جمہور علماء کے ہاں نماز کی حالت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اس تمثیل کی وضاحت جس کو نبی ﷺ نے اس شخص کے حق میں بیان کیا جو اس حالت میں نماز ادا کر رہا تھا کہ اس کے سر کے بالوں کا گھٹا بنایا ہوا تھا مزید برآں اس کی وضاحت اور اس کی ترجیح کہ یہ حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے 66:- سجدہ کی حالت میں اطمینان کا واجب ہونا اور اس کے ضمن میں نہایت عمدہ قسم کی تمثیل اس شخص کیلئے ہے جو اس طرح نہیں کرتا ہے 67:- سجدہ میں اذکار اور اس سلسلہ میں بارہ قسم کے اذکار کا بیان 68:- سجدہ کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرنا ممنوع ہے اس کے ضمن میں حدیث ہے کہ بندہ اس وقت اپنے پروردگار کے زیادہ قریب ہوتا ہے

69:- سجدہ کی کیفیت میں طوالت کا بیان اس کے ضمن میں حسن کا واقعہ کہ وہ نبی ﷺ کی کمر پر سوار ہوئے آپ نے اس کے باعث اس کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے سجدہ کو طویل کر دیا جب کہ دوسرا واقعہ حسن حسین کا ہے اور اس واقعہ کے بعض فقہی امور کا بیان

70:- سجدہ کی فضیلت کا بیان اس کے ضمن میں دو احادیث ہیں ان میں سے ایک میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کو وضو کے آثار کے پیش نظر پہچان لیں گے جبکہ دوسری حدیث میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ فرشتے گناہگار نمازیوں کو سجدہ کے نشان کے باعث پہچان لیں گے جبکہ مزید تنبیہ ہے کہ سستی کے پیش نظر نماز کا تارک ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا

71:- زمین اور چٹائی پر سجدہ کرنا اور اس کے ضمن میں کچھ قولی اور فعلی احادیث ہیں جب کہ ان میں سے ایک میں عظیم الشان لغوی فائدہ کا بیان 72:- سجدہ سے سر اٹھانا اس میں اطمینان کا واجب ہونا اور رفع الیدین کرنا اور ان لوگوں کا بیان جو سلف سے اس کے قائل ہیں

73:- دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا مزید ابن القیم کے اس نظریہ کو مردود قرار دیا ہے جبکہ اس نے اسکے اثبات کا رد کیا ہے 74:- دو سجدوں کے درمیان اطمینان کو واجب قرار دینا، دو سجدوں کے درمیان اذکار اور رفع الیدین کے اثبات کا بیان 75:- جلسہ استراحت کا اثبات اور ان ائمہ کی نشان دہی جو اسکے قائل ہیں

76:- رکعت کی جانب اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرنا آٹا گوندھنے کی کیفیت میں دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرتے ہوئے کھڑا ہوا جائے جب کہ اس حدیث کی اسناد کی جانب کسی مؤلف نے التفات نہیں کیا ہے ،مزید اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اس مفہوم کی حدیث کہ نبی ﷺ قبر کی مانند سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے دونوں ہاتھوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے یہ حدیث موضوع ہے اور حدیث کے راوی کا نفی کرنا اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ نبی ﷺ دوسری رکعت کی جانب جب کھڑے ہوتے تو خاموش دکھائی دیتے تھے

77:- ہر رکعت میں سورت فاتحہ کی قرأت کا واجب ہونا اس کی وضاحت اور جابر کا اثر

78:- تشہد اول، تشہد کیلئے بیٹھنا اس کے ضمن میں وہ حدیث ہے جس میں اس شخص نے نماز صحیح انداز سے ادا نہیں کی تھی اس کو آپ نے تشہد میں بیٹھنے کا حکم دیا اور نماز کے درمیانی تشہد میں پاؤں کے بچھانے کا حکم دیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھنے سے روکا ہے، اسکی وضاحت ہے کہ نمازی شخص اپنے دونوں چوتڑوں کو زمین کیساتھ ملائے اور دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھے اور دونوں ہاتھوں کا زمین پر اعتماد کرے جیسا کہ کتا بیٹھتا ہے۔

79:- نماز میں بیٹھنے کی کیفیت میں بائیں ہاتھ پر اعتماد کی شکل میں بیٹھنا ممنوع ہے

80:- تشہد میں انگلی کو حرکت دینے کا بیان جبکہ امام احمد سے ایک غیر مشہور نص کا ذکر ہے کہ آپ انگلی کو زور کیساتھ حرکت دیتے تھے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ بیہودہ فعل ہے نماز کی شان

کے مناسب نہیں ہے یا وہ استدلال کرتے ہیں اس حدیث کے مفہوم سے جو اسکے مخالف ہے جبکہ وہ حدیث ضعیف ہے 81:- پہلا تشہد واجب ہے جو شخص بھول جائے وہ سجدہ سہو کرے، اس میں دعا کرنا مشروع ہے

82:- تشہد پانچ صیغوں کے ساتھ وارد ہے اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد السلام علی النبی کے کلمات کہیں یعنی غائب کا صیغہ استعمال کریں مخاطب کا صیغہ نہ لائیں 83:- علامہ سبکی نے اس قول کو حدیث کے صحیح ہونے پر معلق کیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے یقین کے ساتھ اس کی صحت کا ذکر کیا ہے۔

84:- ابن عمر نے تشہد میں و برکاتہ کا اضافہ کیا ہے اور اس کے سوا کے الفاظ اس کی جانب سے نہیں ہیں

85:- بعض اسلاف نے تشہد میں و مغفرتہ کو زائد قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ اسلاف کی اتباع ان کا ادب ہے

86:- نبی ﷺ پر درود کے کلمات کہنے کا بیان جب کہ درود کے سات صیغے ہیں مزید اس حقیقت کی وضاحت کہ درود کا اثبات دونوں تشہد میں ثابت ہے نیز اس حقیقت کی وضاحت ہے کہ پہلے تشہد میں مکمل ابراہیمی درود کے کلمات کہنے کو مکروہ قرار دینا اس پر ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اس قول کی کچھ حقیقت نہیں کہ درود شریف کے کلمات کہنے کا ہرگز ثبوت نہیں ہے

87:- نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے معنی میں نہایت بہتر بات جو کہی گئی ہے مزید اسکی وضاحت کہ ابراہیم اور علی کی زیادتی بخاری اور اس کے سوا کے نزدیک ثابت ہے ابن تیمیہ اور ابن القیم اس کے مخالف ہیں

88:- امت محمدیہ کے پیغمبر پر درود بھیجنے کے اہم فوائد ہیں اور وہ چھ ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی کی آل کا لفظ اس آدمی کو بھی شامل ہے کتاب وسنت سے اس پر بعض مثالیں پیش کی ہیں اور تشبیہ کی وجہ کو کما صلیت میں ذکر کیا گیا ہے 89:- صرف اللھم صل علی محمد پر اقتصار کرنا درست نہیں ہے جبکہ امام شافعی نے وضاحت کی کہ نبی ﷺ پر درود بھیجنا اور تشہد ایک ہیں اور جس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ پہلے تشہد میں اور زیادتی نہیں کرتے تھے، علامہ نشاشیبی پر رد ہے جبکہ اس نے آل محمد پر درود کا انکار کیا ہے۔

90:- اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی ﷺ پر درود کے الفاظ کہنے میں لفظ سید کہنا مشروع ہے یا نہیں جبکہ ترجیح مشروع کو ہے، اور حافظ ابن حجر کا فتویٰ اس مسئلہ میں مفصل ہے اور امام نووی کا مختصر ہے

91:- ابن مسعود کی حدیث و برکاتک علی سید المرسلین بھی ضعیف ہے

92:- نبی ﷺ پر افضل الفاظ کے ساتھ درود بھیجنا ہو تو درود کے وہ الفاظ کہے جائیں جن کی تعلیم نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو دی تھی جب کہ ان صیغوں کو جمع کرنا درست نہیں ہے

93:- سب سے زیادہ نبی ﷺ پر درود بھیجنے والے محدثین ہیں، تیسری رکعت کیجانب کھڑے ہوتے ہوئے اس ضمن میں کبھی رفع الیدین کرنا ہے اور اللہ اکبر کہنا ہے اور اللہ اکبر کہنے کا حکم دینا ہے اور جلسہء استراحت ہے اور آٹا گوندھنے کی کیفیت میں مٹھیوں کو لانا ہے جب قیام کی جانب اٹھا جائے اور تیسری اور چوتھی رکعت

میں سورت فاتحہ کی قرأت ہے مزید سورت فاتحہ کے ساتھ کچھ آیات کو ملانا ہے

94:- پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ ثابت ہے اس کے ضمن میں قنوت میں رفع الیدین کرنا ہے اور ان ائمہ کا بیان جو اس کے قائل ہیں البتہ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا بدعت ہے اس بارے میں عز بن عبد السلام نے جو کہا ہے اس کا بیان۔

95:- وتر نماز میں قنوت نازلہ ثابت ہے جبکہ وہ رکوع سے پہلے ہے آپ کسی مقصد کیلئے قنوت نازلہ کرتے تھے

96:- دعائے قنوت کے وہ الفاظ جن کی آپ نے حسن بن علی کو تعلیم دی تھی مزید وضاحت کہ اس میں نبی ﷺ پر درود بھیجنا صحیح نہیں ہے مزید عز بن عبدالسلام کا قول کہ اس میں اضافہ نہ کیا جائے البتہ **ولا یعز من عادیت** اور **لا منجا** کا اضافہ درست ہے 97:- آخری تشہد اور اس کا واجب ہونا اور **تشہد** میں **تورک** کی طرح بیٹھا جائے اور بائیں ہتھیلی پر زیادہ دباؤ کیا جائے

98:- نبی ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز ادا کرنے لگے تو آغاز میں اپنے پرودگار کی تعریف کرے بعد ازاں نبی ﷺ پر درود پہنچائے اور ان علماء کا تذکرہ جو اس کو واجب قرار دیتے ہیں مزید ایک اور حدیث کا بیان 99:- دعا سے پہلے چار چیزوں سے پناہ طلب کی جائے نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا آپ نے اس پر عمل کیا اور صحابہ کرام کو تعلیم دی۔

100:- سلام پھیرنے سے پہلے دعا کے کلمات کہنے اور اس کی انواع کا بیان اسکے ضمن میں دس قسم کی دعائیں ہیں تعوذ کے بعد ان میں سے جس دعا کو پسند کرے اور مأثم اور مغرم کے معنی کا بیان

101:- نبی ﷺ نے اللہ پاک کی جانب اللہ پاک کے علم اور اس کی قدرت کا وسیلہ بنا کر دعا کی

102:- حدیث نبوی **حولها ندندن** کا بیان 103:- دو احادیث جن میں دعا کرنے میں اللہ کے ناموں کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنے کا تذکرہ ہے البتہ بجاہ فلاں کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا اور اس کے مثل کے ساتھ وسیلہ اختیار کرنا جائز نہیں سلام پھیرنے سے پہلے آخری کلمات ہیں جن کا تذکرہ ہے

104:- نماز سے فارغ ہوتے ہوئے السلام علیکم کے کلمات کہنا بعض روایات میں وبرکاتہ کے الفاظ زائد ہیں اور ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے مزید سلام کے کلمات کو زبان سے ادا کرتے وقت ہاتھ کے ساتھ سلام کا اشارہ کرنا ممنوع ہے مزید برآں خبردار کیا ہے کہ اباضیہ فرقہ اس حدیث میں تحریف کا مرتکب ہوا ہے۔

105:- نماز سے فارغ ہوتے وقت السلام علیکم کے کلمات کا کہنا واجب ہے۔ 106:- خاتمہ

فہرست المراجع والمصادر

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام	مقام اشاعت	تاریخ اشاعت
		قرآن وتفسیر کی کتب (أ)(ب)		
۱	القرآن الکریم		المکتب الاسلامی	
۲	تفسیر القرآن العظیم	ابن کثیر (۷۰۱-۷۷۴)	طبع مصطفیٰ محمد	۱۳۶۵ھ
		سنت اور حدیث کی کتب	(ج)	
۳	المؤطا	مالک بن انس (۹۳-۱۷۹)	داراحیاء الکتب العربیۃ	۱۳۴۳ھ
۴	الزھد (ابن مبارک	(۱۱۸-۱۸۱) مخطوطہ ،انڈیا میں حبیب	الرحمٰن اعظمی کی تحقیق سے	چھپ گئی
۵	المؤطا	محمد بن الحسن الشیبانی (۱۳۱-۱۸۹)	طبعة المصطفائی	۱۲۹۷ھ
٦	المسند	الطیالسی (۱۲۴-۲۰۳)	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن	۱۳۲۱ھ
۷	الأمالی	عبدالرزاق بن ھمام (۱۲٦-۲۱۱)	مخطوطہ	
۸	المسند، الحمیدی عبداللہ	بن الزبیر (وفات-۲۱۹) مخطوطہ	انڈیا میں اعظمی کی تحقیق کے	ساتھ چھپی
۹	الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد (۱٦۸-۲۳۰)	طبع أوربا	
۱۰	تاریخ الرجال والعلل	یحییٰ بن معین (۲۳۳) مخطوطہ	سعودیہ میں احمد نور کی تحقیق	سے چھپی
۱۱	المسند	احمد بن حنبل (۱٦۴-۲۴۱)	المیمنیۃ المعارف ۱۳٦۵ھ	۱۳۱۳ھ
۱۲	المصنف (ابن ابی	شیبہ بن عبداللہ بن محمد (۰۰۰-۲۳۵)	مخطوطہ انڈیا میں مکمل	چھپ گئی
۱۳	المسند-ابن راھویہ	اسحاق بن ابراہیم (۱٦٦-۲۳۸)	مخطوطہ	
۱۴	السنن	الدارمی (۱۸۱-۲۵۵)	الاعتدال دمشق	۱۳۴۹ھ
۱۵	الجامع الصحیح	البخاری (۱۹۴-۲۵٦)	البھیۃ المصریۃ مع فتح الباری	۱۳۴۸ھ
۱٦	الادب المفرد	البخاری (۱۹۴-۲۵٦)	الخلیلی انڈیا	۱۳۰٦ھ
۱۷	خلق افعال العباد	البخاری (۱۹۴-۲۵٦)	الانصار انڈیا	
۱۸	التاریخ الصغیر	البخاری (۱۹۴-۲۵٦)	انڈیا	
۱۹	جزء القرأة	البخاری (۱۹۴-۲۵٦)	چھپ چکی ہے	
۲۰	السنن	ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵)	التازیۃ	۱۳۴۹ھ
۲۱	المراسیل	ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵)	مؤسسۃ الرسالۃ	
۲۲	الصحیح	مسلم (۲۰۴-۲٦۱)	محمد علی صبیح	

۲۳	السنن	ابن ماجہ(۲۰۹-۲۷۳)	التازیۃ	
۲۴	السنن	الترمذی(۲۰۹-۲۷۹)	(تعلیق احمد شاکر) الحلبی	۱۳۵۶ھ
۲۵	الشمائل (علی قاری عبد	الرؤف مناوی کی شرح) للترمذی،	الادبیۃ مصر	۱۳۱۷ھ
		میں نے اختصار کیا جس کا نام	تلخیص الشمائل المحمدیۃ	ہے
۲۶	المسند-زوائدہ	حارث بن ابی اسامۃ (۱۷۶-۲۸۲)	مخطوطہ	
۲۷	غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحاق (۱۹۸-۲۸۵)	مخطوطہ جلد پنجم تین جلد	میں چھپی
۲۸	المسند وزوائدہ البزار	(۰۰۰-۲۹۲) ابن حجر عسقلانی، زوائد	بزار للھیثمی اعظمی کی تحقیق	سے چھپی
۲۹	قیام اللیل	محمد بن نصر مروزی (۲۰۲-۲۹۴)	رفاہ عام لاہور	۱۳۲۰ھ
۳۰	الصحیح (مصورہ)	ابن خزیمہ (۲۲۳-۳۱۱) پھر	المکتب الاسلامی بیروت	میں چھپی
۳۱	السنن-المجتبیٰ	النسائی (۲۲۵-۳۰۳)	المیمنیۃ المعارف	
۳۲	السنن الکبری	النسائی (۲۲۵-۳۰۳) مخطوطہ	دو جلدیں انڈیا میں چھپ	چکی ہیں
۳۳	غریب الحدیث	القاسم سرقسطی (۲۲۵-۳۰۲)	(مع الدلائل)	مخطوطہ
۳۴	المنتقیٰ	ابن جارود (۰۰۰-۳۰۷)	مصر میں شائع ہوئی	
۳۵	المسند (مخطوط، مصور)	ابویعلی موصلی (۰۰۰-۳۰۷)	اسکی بارہ جلدیں شائع ہو	چکی ہیں
۳۶	المسند = الرویانی	محمد بن ہارون (وفات ۳۰۷)	مخطوطہ	
۳۷	المسند = السراج ابو	العباس محمد بن اسحاق (۲۱۶-۳۱۳)	مخطوطہ، کچھ اجزاء مکتبہ ظاہریہ	میں چھپے
۳۸	الصحیح	ابو عوانۃ (وفات ۳۱۶)	دائرۃ المعارف دکن انڈیا	۱۳۶۲ھ
۳۹	المصاحف = ابن ابی	داؤد عبداللہ بن سلیمان (۲۳۰-۳۱۶)	مخطوطہ، مستشرقین کی تحقیق	سے چھپی
۴۰	شرح معانی الآثار	الطحاوی (۲۳۹-۳۲۱)	المصطفائی انڈیا	۱۳۰۰ھ
۴۱	مشکل الآثار	الطحاوی (۲۳۹-۳۲۱)	دارالمعارف	۱۳۳۳ھ
۴۲	الضعفاء = العقیلی	محمد بن عمرو (وفات ۳۲۲)	مخطوطہ، بیروت میں چھپ	چکی ہے
۴۳	علل الحدیث	ابن ابی حاتم (۲۴۰-۳۲۷)	السلفیۃ مصر	۱۳۴۳ھ
۴۴	الأمالی = ابوجعفر بختری	محمد بن عمرو الرزاز (وفات ۳۲۹)	مخطوطہ	
۴۵	المعجم = ابوسعید بن	الاعرابی احمد بن زیاد (۲۴۶-۳۴۰)	مخطوطہ	
۴۶	حدیثہ = ابن السماک	عثمان بن احمد (وفات ۳۴۴)	مخطوطہ	
۴۷	حدیثہ = ابوالعباس الاصم	محمد بن یعقوب (۲۴۷-۳۴۶)	مخطوطہ	
۴۸	الصحیح -الاحسان	ابن حبان (وفات ۳۵۴)	دارالمعارف مصر دارالکتب	العلمیۃ لبنان

۴۹	المعجم الصغیر	الطبرانی (۲۶۰-۳۶۰)	الانصاری دہلی، انڈیا	۱۳۱۱ھ
۵۰	المعجم الکبیر	الطبرانی (۲۶۰-۳۶۰) کچھ جلدیں	مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ہیں	
	اوراب سوائے چند اجزاء	کے باقی مکمل حمدی عبدالمجید سلفی	کی تحقیق سے چھپ چکی	ہے
۵۱	المعجم الاوسط الجمع	بینه وبین الصغیر للهیثمی = اوسط کی تین	جلدیں المعارف ریاض میں	شائع ہوئی
۵۲	الأربعین	ابوبکر الآجری (وفات ۳۶۰)	مخطوطہ، کویت، عمان	
۵۳	آداب جملة القرآن	ابوبکر الآجری (وفات ۳۶۰)	مخطوطہ، مصر، سعودیہ	
۵۴	عمل الیوم واللیلة	ابن السنی (وفات ۳۶۰)	دائرۃ المعارف انڈیا	۱۳۱۵ھ
۵۵	طبقات الأصبهانیین	ابوالشیخ ابن حیان (۲۷۴-۳۶۹)	مخطوطہ	
۵۶	ماروٰه أبوالزبیر عن غیر	جابر. ابوالشیخ ابن حیان (۲۷۴-۳۶۹)	مخطوطہ	
۵۷	أخلاق النبی ﷺ	ابوالشیخ ابن حیان (۲۷۴-۳۶۹)	مصر	
۵۸	السنن	الدارقطنی (۳۰۶-۳۸۵)	انڈیا	
۵۹	معالم السنن	الخطابی (۳۱۷-۳۸۸)	أنصار السنة مصر	
۶۰	الفوائد	المخلص (۳۰۵-۳۹۳)	مخطوطہ الظاهریة	
۶۱	التوحید ومعرفة أسماء الله	ابن منده ابوعبدالله محمد بن اسحاق	(۳۱۶-۳۹۵) مخطوطہ اول دوم	چھپ چکی
۶۲	المستدرک	الحاکم (۳۲۰-۴۰۵)	دائرۃ المعارف	۱۳۴۰ھ
۶۳	الفوائد = تمام الرازی	(۳۳۰-۴۱۴) مخطوطہ، دوکامل نسخے	مکتبہ ظاہریہ میں موجود ہیں	
۶۴	تاریخ جرجان	السہمی حمزہ بن یوسف جرجانی	(وفات ۴۲۷) چھپ چکی	
۶۵	أخبار أصبهان	ابونعیم (۳۳۶-۴۳۰)	یورپ	
۶۶	الأمالی (مخطوطہ)	ابن بشران (۳۳۹-۴۳۰)	ظاہریہ میں اسکے اکثر اجزاء	موجود ہیں
۶۷	السنن الکبریٰ	البیهقی (۳۸۴-۴۵۸)	دائرۃ المعارف	۱۳۵۲ھ
۶۸	دلائل النبوة	البیهقی (۳۸۴-۴۵۸)	مخطوطہ، الاحمدیة حلب	
۶۹	جامع العلم وفضله	ابن عبدالبر (۳۶۸-۴۶۳)	المنیریة	
۷۰	الرد علی من ینفی	ابن منده ابوالقاسم (۳۸۱-۴۷۰)	مخطوطہ، ظاہریہ دمشق میں	ہے
	الحرف من القرآن	کویت میں چھپ چکی ہے		
۷۱	شرح المؤطا	الباجی (۴۰۳-۴۷۷)	شائع ہوچکی ہے	
۷۲	الأحکام الکبری	عبدالحق اشبیلی (۵۱۰-۵۸۱)	پھر معلوم ہوا یہ احکام وسطیٰ	ہے، مخطوطہ
۷۳	التهجد	عبدالحق اشبیلی (۵۱۰-۵۸۱)	مخطوطہ	

۷۴	التحقیق علی مسائل التعلیق مخطوطہ	ابن جوزی (۵۱۰-۵۸۱) پہلی جلد احمد شاکر کی تحقیق سے شائع ہوئی	پھر اسکی دو جلدیں ڈاکٹر عامر حسن کی تحقیق سے مکتبہ حدیثہ	امارات سے چھپی
۷۵	المنتقیٰ من اَمالی ابی القاسم	السمر قندی = ابوحفص المؤدب	عمر بن محمد (۵۱۶-۶۰۷)	مخطوطہ
۷۶	الاحادیث المختارۃ	الضیاء المقدسی (۵۶۹-۶۴۳)	چند جلدیں ظاہریہ دمشق میں	مخطوطہ
۷۷	المنتقیٰ من الاحادیث	الصحاح والحسان، الضیاء	المقدسی (۵۶۹-۶۴۳)	مخطوطہ
۷۸	جزء فی فضل	الحدیث واھلہ الضیاء المقدسی	(۵۶۹-۶۴۳) مخطوطہ	
۷۹	الترغیب والترھیب	المنذری (۵۸۱-۶۵۶)	المنیریۃ مصر	
۸۰	نصب الرایۃ	الزیلعی (وفات ۷۶۲)	دارالمأمون مصر	۱۳۵۷ھ
۸۱	جامع المسانید	ابن کثیر (۷۰۱-۷۷۴)	مخطوطہ	
۸۲	خلاصۃ البدر المنیر، ابن	الملقن ابوعمر بن ابی الحسن (۷۲۳-۸۰۴)	پہلی جلد حمدی سلفی کی تحقیق	سے چھپی
۸۳	تخریج الاحیاء	العراقی (۷۲۵-۸۰۶)	الحلبی مصر	۱۳۴۶ھ
۸۴	طرح التثریب	العراقی (۷۲۵-۸۰۶) جمعیۃ النشر	والتالیف الازھریۃ	۱۳۵۳ھ
۸۵	مجمع الزوائد	الھیثمی (۷۳۵-۸۰۷)	القدسی میں چھپی	۱۲۵۳ھ
۸۶	موارد الظمآن فی زوا	ئد ابن حبان، الھیثمی (۷۳۵-۸۰۷)	محبّ الدین الخطیب	
۸۷	زوائد المعجم الصغیر و	الاوسط للطبرانی، الھیثمی	(۷۳۵-۸۰۷)	مخطوطہ
۸۸	تخریج احادیث الھدایۃ	ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲)	انڈیا	
۸۹	التلخیص الحبیر	ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲)	المنیریۃ	
۹۰	فتح الباری	ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲)	البھیۃ	
۹۱	الاحادیث العالیات	ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲)	مخطوطہ	
۹۲	الجامع الکبیر	السیوطی (۸۴۹-۹۱۱)	مَامِنْ تک نصف سے کم	چھپی ہے
۹۳	الاحادیث الموضوعۃ	علی قاری (وفات ۱۰۱۴)	استنبول (ترکی)	
۹۴	فیض القدیر شرح	الجامع الصغیر، المناوی (۹۵۲-۱۰۳۱)	مصطفیٰ محمد	
۹۵	شرح مواھب اللدنیۃ	الزرقانی (۱۰۵۵-۱۱۲۲)	مصر	
۹۶	الفوائد المجموعۃ فی	الاحادیث الموضوعۃ، الشوکانی	(۱۱۷۱-۱۲۵۰) انڈیا	
۹۷	التعلیق الممجد علی	مؤطا محمد، عبدالحی لکھنوی (۱۲۶۴	-۱۳۰۴) المطفائی	۱۲۹۷ھ
۹۸	الآثار المرفوعۃ فی	الاخبار الموضوعۃ، عبدالحی لکھنوی	(۱۲۶۴-۱۳۰۴) انڈیا	
۹۹	مسلسلا تہ	محمد بن سعید الحلبی		مخطوطہ

۱۰۰	تخریج صفة الصلاة	مؤلف	یہی اصل کتاب ہے	
۱۰۱	ارواء الغلیل فی	تخریج منار السبیل،مؤلف	آٹھ جلدوں میں چھپ	چکی ہے
۱۰۲	صحیح ابو داؤد	مؤلف	مکمل چھپ چکی ہے	
۱۰۳	التعلیق علی احکام	عبدالحق مؤلف	مکمل نہیں ہوئی	
۱۰۴	تخریج احادیث	شرح عقیده طحاویه، مؤلف	مکتب الاسلامی	
۱۰۵	سلسلة الاحادیث	الضعیفة مؤلف	چار جلدیں چھپ چکی ہیں	اور ۶، ۱۲جلد
۱۰۶	الاحادیث الصحیحة	مؤلف	چار جلدیں چھپ چکی ہیں	اور ۲،۱۴جلد
۱۰۷	تحذیر الساجد من	اتخاذ القبور مساجد ، مؤلف		
۱۰۸	احکام الجنائز وبدعها	مؤلف		
۱۰۹	تمام المنتقی التعلیق	علی فقه السنة ، مؤلف (۱۱۰)	التوسل و انواعه واحکامه	مؤلف
		فقہ کی کتب (د)		
۱۱۱	المدونة (مالکی فقہ)	مالک بن انس (۹۳-۱۷۹)	السعادة	۱۳۲۳ھ
۱۱۲	کتاب الأم (شافعی فقہ)	الشافعی (۱۵۰-۲۰۴)	الأمیریة	۱۳۲۱ھ
۱۱۳	مسائل امام احمد واسحاق	بن راہویہ، المروزی (وفات ۲۵۱)	اسحاق بن منصور	مخطوطہ
۱۱۴	مسائل امام احمد	ابن ھانی، ابراہیم نیسابوری	(وفات ۲۶۵)	
۱۱۵	مختصر فقه الشافعی	المزنی (۱۷۵-۲۶۴)	ھامش الام	
۱۱۶	مسائل امام احمد (حنبلی)	ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵)	المنار	۱۳۵۳ھ
۱۱۷	مسائل امام احمد (حنبلی)	عبداللہ بن امام احمد (۲۰۳-۲۹۰)		
۱۱۸	المحلیٰ (فقہ ظاہری)	ابن حزم (۳۸۴-۴۵۶)	المنیریة	
۱۱۹	الاعلام بحدود قواعد	الاسلام، القاضی عیاض (۴۷۶-۵۴۴)	(مالکی) الرباط	
۱۲۰	الفتاویٰ	عز بن عبدالسلام (۵۷۸-۶۶۰)	مخطوطہ	
۱۲۱	المجموع شرح	المهذب نووی (۶۳۱-۶۷۶)	(شافعی) المنیریة	
۱۲۲	روضة الطالبین	(شافعی) النووی (۶۳۱-۶۷۶)	المکتب الاسلامی	
۱۲۳	الفتاویٰ (مستقل)	امام ابن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸)	فرج الدین الکردی	
۱۲۴	من کلام له فی التکبیر	فی العیدین وغیره (ابن تیمیہ)	مخطوطہ	
۱۲۵	اعلام الموقعین	(مستقل) ابن القیم (۶۹۱-۷۵۱)		
۱۲۶	الفتاویٰ (شافعی)	السبکی (۶۸۳-۷۵۶)		

۱۲۲	فتح القدير (حنفی)	ابن الھمام (۷۹۰-۸۶۹)	بولاق	
۱۲۳	ارشاد السالک (حنبلی)	ابن عبدالھادی یوسف (۸۴۰-۹۰۹)	مخطوطہ	
۱۲۴	الفروع (حنبلی)	ابن عبدالھادی یوسف (۸۴۰-۹۰۹)		
۱۲۵	الحاوی للفتاویٰ	السیوطی (۸۴۹-۹۱۱)	(شافعی) القدسی	
۱۲۶	البحر الرائق (حنفی)	ابن نجیم المصری (وفات ۹۷۰)	العلمیة	
۱۲۷	المیزان	الشعرانی (۸۹۸-۹۷۳)	(علی المذاهب الاربعه	
۱۲۸	الدرالمنضود فی الصلاۃ	والسلام علی صاحب المقام المحمود	الهیثمی (۹۰۹-۹۷۳)	مخطوطہ
۱۲۹	أسمی الطالب	الهیثمی (۹۰۹-۹۷۳)	مخطوطہ	
۱۳۰	حجة الله البالغة	ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۰-۱۱۷۶)	(مستقل) المنیریة	
۱۳۱	حاشیہ علی الدر المختار	ابن عابدین (۱۱۵۱-۱۲۰۳)	(حنفی) استنبول	
۱۳۲	حاشیہ علی البحر الرائق	ابن عابدین (۱۱۵۱-۱۲۰۳)	(حنفی)	
۱۳۳	رسم المفتی (حنفی)	ابن عابدین (۱۱۵۱-۱۲۰۳)		
۱۳۴	امام الکلام فیما یتعلق	با لقراء خلف الامام، عبدالحی لکھنوی	(۱۲۶۴-۱۳۰۴) البلدی	انڈیا
۱۳۵	النافع الکبیر لمن یطالع	الجامع الصغیر، عبدالحی لکھنوی	(۱۲۶۴-۱۳۰۴) الیوسفی	انڈیا ۱۳۴۹ھ
۱		سیرت اور تاریخ کی کتب	(ھ)	
۱۳۷	تقدمہ المعرفة لکتاب	الجرح و التعدیل، ابن ابی حاتم	عبدالرحمٰن (۲۴۰-۳۲۷)	انڈیا
۱۳۸	الثقات	ابن حبان (وفات ۳۵۴)	انڈیا میں مکمل چھپ گئی ہے	مخطوطہ
۱۳۹	الکامل	ابن عدی (۲۷۷-۳۶۵)	بیروت میں چھپی	مخطوطہ
	حلیة الاولیاء	ابونعیم (۳۳۶-۴۳۰)	السعادۃ مصر	۱۳۴۹ھ
۱۴۰	تاریخ بغداد	الخطیب البغدادی (۳۹۲-۴۶۳)	السعادۃ مصر	
۱۴۱	الانتقاء فی فضائل	الفقهاء ابن عبدالبر	(۳۶۸-۴۶۳)	
۱۴۲	تاریخ دمشق (مخطوطہ)	ابن عساکر (۴۹۹-۵۷۱)	چند اجزاء دمشق میں چھپے	چکے ہیں
۱۴۳	مناقب امام احمد	ابن الجوزی (۵۰۸-۵۹۷)	چھپ گئی ہے	
۱۴۴	زادالمعاد	ابن القیم (۶۹۱-۷۷۵)	صبیح	۱۳۵۳ھ
۱۴۵	الجواهر المضیة	عبدالقادر القرشی (۶۹۶-۷۷۵)		انڈیا
۱۴۶	ذیل الطبقات	ابن رجب حنبلی (۷۳۶-۷۹۵)	مصر میں چھپ چکی ہے	
۱۴۷	الفوائد البهیة فی	تراجم الحنفیة، عبدالحی لکھنوی	(۱۲۶۴-۱۳۰۴) السعادۃ	۱۳۲۴ھ

۱۴۸		لغت کی کتب (و)		
۱۴۹	النهاية فی غریب	الحدیث والاثر، ابن الاثیر (۵۴۴-	۶۰۶) العثمانیة مصر	۱۳۱۱ھ
۱۵۰	لسان العرب	ابن منظور (۶۳۰-۷۱۱)	دار صادر بیروت	۱۹۵۵م
۱۵۱	القاموس المحیط	فیروز آبادی	طبع ثالث	۱۳۵۳ھ
	المعجم الوسیط	جماعة من العلماء المعاصرون		
۱۵۲		اصول فقہ کی کتب (ز)		
۱۵۳	الاحکام فی اصول	الاحکام ابن حزم (۳۸۴-۴۵۶)	السعادة مصر	۱۳۴۵
۱۵۴	معنیٰ قول الشافعی	المطلبی اذا صح الحدیث فهو مذهبی	من مجموعة الرسائل	المنیریة
		السبکی (۶۸۳-۷۵۶)		
	بدائع الفوائد	ابن القیم (۶۹۱-۷۵۱)	المنیریة	
۱۵۶	عقد الجید فی احکام	الاجتهاد والتقلید، ولی اللہ دہلوی	(۱۱۱۰-۱۱۷۶) انڈیا	
۱۵۷	ایقاظ الهمم	الفلانی (۱۱۶۶-۱۲۱۸)	المنیریة	
	المدخل الی علم اصول	الفقه، الزرقاء الشیخ مصطفیٰ	(معاصر) چھپ چکی ہے	
۱۵۸		دعاؤں کی کتب (ح)		
۱۵۹	فضل الصلاة علی النبی	اسماعیل قاضی الجهضمی (۱۹۹-۲	۲۸) میری تحقیق کیساتھ	چھپ گئی
۱۶۰	جلاء الافهام فی الصلاة	خیر الانام، ابن القیم (۶۹۱-۷۵۱)	المنیریة	
۱۶۱	نزل الابرار طبع الجوائب	صدیق حسن خان (۱۲۴۸-۱۳۰۷)		
		مختلف موضوعات کی کتب	(ط)	
۱۶۲	الابانة عن شریعة	الفرقة الناجیة، ابن بطة عبد	اللہ بن محمد (۳۰۴-۳۸۷)	مخطوطہ
۱۶۳	المکتفیٰ فی معرفة	الوقف التام، ابو عمرو الدانی عثمان	بن سعید (۳۷۱-۴۴۴)	مخطوطہ
۱۶۴	الاحتجاج بالشافعی	فیما اسندالیه، الخطیب البغدادی	(۳۹۲-۴۶۳) سعودیہ	مخطوطہ
	ذم الکلام واهله	الهروی عبداللہ بن محمد الانصاری	(۳۹۶-۴۸۱)	مخطوطہ
۱۶۵	شفاء العلیل فی	القضاء والقدر والتعلیل	ابن القیم (۶۹۱-۷۵۱)	چھپ گئی
۱۶۶	الرد علی المعترض علی	ابن عربی، الفیروز آبادی (۷۲۹	-۸۱۷)	مخطوطہ
۱۶۷	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	دار السلام للنشر والتوزیع	۱۴۱۷ھ
۱۶۸	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج نیسابوری	دار السلام للنشر والتوزیع	۱۴۱۹ھ
۱۶۹	المعجم المفهرس	لألفاظ الحدیث النبوی، جماعة	من المستشرقین E.J.BRILL	۱۹۳۶م

استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)
کے رواں دواں اور شگفتہ قلم سے مزین عربی کتب کے اردو تراجم

- نماز نبوی (اردو ترجمہ صفۃ صلاۃ النبی
- حج نبوی (اردو ترجمہ حجۃ النبی
- قبروں پر مسجدیں اور اسلام
- احادیث ضعیفہ کا مجموعہ
- نماز تراویح (اردو ترجمہ: صلاۃ التراویح)
- افکار صوفیاء (اردو ترجمہ: الفکر الصوفی)
- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا دور ابتلاء
- روضۂ اقدس کی زیارت
- عقیدہ اہل سنت والجماعت
- اذکار مسنونہ (الکلم الطیب)
- اسلامی عقائد (شرح عقیدہ طحاویہ)
- محمد بن عبدالوہاب (رحمہ اللہ)
- مشکوٰۃ المصابیح (5 مجلدات تحقیق وتخریج)
- ریاض الصالحین نووی (دو جلد)
- تفسیر اصدق البیان (لغوی تحقیق، مناسبت، شان نزول بلاغت تشریح، احادیث صحیحہ سے مزین) جلد 1 تا 4 ہر جلد ہدیہ 160 روپے

ناشر: ضیاء السنۃ (ادارہ الترجمۃ والتالیف) رحمت آباد
(حاجی آباد) فون نمبر 780141 فیصل آباد